برصغیر کے علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ
تعارفی و تحقیقی مطالعہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد افضل

رولنمبر T 700547

لیکچرار شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج بوریوالہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ

ایسوسی ایٹ پروفیسر، پرنسپل

گورنمنٹ کالج سمندری (فیصل آباد)

کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

سیشن 2005ء ۔ 2007ء

Certificate

it is certified that Mr .Muhammad Afzal, S/o Hafiz Muhammad Rafiq resident of Khudian Khas Kasur.has completed his thesis entitled ”برصغیر کے علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ۔۔۔ایک تعارفی وتحقیقی مطالعہ“ to obtain the Degree of M.Phil (Islamic Studies under my guidance . It fulfils all requirements of such kind of research work. So he is allowed to submit his thesis.

.Dr. Khalid Zafarullah

Principal

Govt. College Samundri (Faisal Abad)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمام تعریفوں کی مستحق ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعے سکھایا، اور اس کو زندگی بسر کرنے کا بہترین سلیقہ (دین اسلام) عنایت فرمایا کہ زندگی جس کے بغیر کارعبث ہے۔ میں اپنے محترم والدین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے لیے وسائل فراہم کیے اور میری ضروریات پوری کیں اور ان کے دلی جذبہ، کوشش اور رہنمائی کی وجہ سے میں نے اپنا تعلیمی سفر طے کیا۔ کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ علامہ اقبال یونیورسٹی کے مشفق اساتذہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کورس کی ابتداء سے لے کر موضوع کے انتخاب تک رہنمائی کی۔ بعد میں بھی ان کی رہنمائی شامل حال رہی۔

نگران مقالہ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ پرنسپل گورنمنٹ کالج سمندری کا شکر گزار ہوں جن کی شفقت، خلوص اور رہنمائی دوران مقالہ ساتھ ساتھ رہی اور وہ اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

سلفیہ لائبریری، لاہور کے کارپردازان کا مشکور ہوں جنہوں نے ممکن رہنمائی اور سہولت فراہم کی۔ مولانا عبدالعزیز حنیف (وہاڑی) کا شکر گزار ہوں جن کی کتب سے استفادہ کا موقع ملا۔ پروفیسر عبیدالرحمان محسن کا ممنون ہوں کہ انہوں نے نایاب فتاوی غزنویہ کی فوٹو کاپی فراہم کی، جزاھم اللہ خیرا۔ محترم محمد یونس جاوید (کھڈیاں خاص) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کم وقت میں مقالہ کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ سید شہزاد علی (کھڈیاں خاص) کا مشکور ہوں کہ ان کی کتب سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

خالق کائنات سے یہ دعا ہے کہ وہ علم نافع جیسی نعمت سے مزید نوازے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

محمد افضل

مقالہ نگار

فہرست مضامین

دیباچہ vii

باب اول برصغیر میں مسلک اہل حدیث ...... ایک تعارف

فصل اول برصغیر میں مسلک اہلحدیث ...... آغاز وفکر 2

مبحث اول: برصغیر میں مسلک اہل حدیث کا آغاز وارتقاء 2

مبحث دوم: شاہ ولی اللہ...... فکر واثرات 3

مبحث سوم: مسلک اہل حدیث کے بارے میں باضابطہ تعریفات 14

فصل دوم برصغیر کے اہل حدیث علماء اور ان کی مساعی

مبحث اول: سید مولانا نذیر حسین محدث دہلوی اوران کے تلامذہ 19

مبحث دوم: نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی اوران کی خدمات 29

مبحث سوم: برصغیر میں اہل حدیث کے اہم مراکز وخاندان 36

باب دوم برصغیر کے علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کا تعارف و تحقیقی جائزہ 51

فصل اول فتویٰ کا مفہوم، اهمیت اور آداب و شرائط 52

فصل دوم برصغیرکے علمائے اهل حدیث کی مشهور کتب فتاویٰ تعارف وتحقیقی جائزہ 57

مبحث اول: فتاویٰ نذیریہ از سید نذیر حسین محدث دہلوی 57

مبحث دوم: مجموعہ فتاویٰ از نواب سید صدیق حسن خاں 68

مبحث سوم: فتاویٰ غزنویہ از مولانا عبدالجبار غزنوی 73

مبحث چہارم: فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی 78

مبحث پنجم: فتاویٰ ثنائیہ از مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری 84

مبحث ششم: فتاویٰ اہل حدیث از مولانا حافظ عبداللہ روپڑی 93

مبحث ہفتم: فتاویٰ سلفیہ از مولانا اسماعیل سلفی 102

مبحث ہشتم: فتاویٰ ستاریہ از ابو محمد عبدالستار بن محمد عبدالوہاب دہلوی 107

مبحث نہم: اسلامی فتاویٰ از مولانا عبدالسلام بستوی 119

مبحث دہم: فتاویٰ رفیقیہ از مولانا محمد رفیق پسروری 123

مبحث یازدہم: فتاویٰ برکاتیہ از مولانا ابوالبرکات احمد بن محمد اسماعیل 128

مبحث دوازدہم: دیگر فتاویٰ جات 136

باب سوم علمائے اہل حدیث کی عصری کتب فتاویٰ 140

فصل اول فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ و احکام ومسائل

مبحث اول: فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ از مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی 141

مبحث دوم: احکام ومسائل از حافظ عبدالمنان نور پوری 151

فصل دوم فتاویٰ اصحاب الحدیث وآپ کے مسائل اور ان کا حل

مبحث اول: فتاویٰ اصحاب الحدیث از ابو محمد حافظ عبدالستار حماد 160

مبحث دوم: آپ کے مسائل اور ان کا حل از مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی 171

فصل سوم فتاویٰ علمیہ و آپ کے مسائل کا حل

مبحث اول: فتاویٰ علمیہ از حافظ زبیر علی زئی 179

مبحث دوم: آپ کے مسائل کا حل از حافظ ابتسام الٰہی ظہیر 186

باب چہارم علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کی روشنی میں عقائد ومسائل کا بیان 191

فصل اول عقائد کا بیان 192

فصل دوم عبادات 195

فصل سوم معاملات 198

باب پنجم جدید عصری مسائل کا حل علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کی روشنی میں 200

فصل اول معاشرتی وطبی مسائل 201

فصل دوم اقتصادی مسائل 204

فصل سوم سیاسی مسائل 207

نتائج تحقیق وسفارشات 209

فہرست آیات واحادیث 211

مصادر ومراجع 214

دیباچہ

شریعت اسلامیہ کے اولین ماخذ قرآن وحدیث کے احکام واضح ہونے کے ساتھ ہر طرح سے مکمل اور ہر دور کے لیے قابل عمل ہیں۔ زمانے کے حالات کے مطابق اسلامی قانون میں اجتہاد و استنباط مسائل کی گنجائش ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ اسی کو فقہ کہتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اصول وضوابط واضح ہوئے اور متعین فقہی مسالک کی بنا پڑی۔

افتاء کا سلسلہ قرون اولیٰ سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمیشہ عامۃ المسلمین نے عقائد، عبادات، غیر مسلموں سے تعلقات، اخلاقیات اور معاملات کے حوالے سے پیش آمدہ مسائل میں علماء کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے دین اسلام جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے کی روشنی میں ان مسائل کا حل پیش کیا۔

پہلے زبانی فتاویٰ کا رواج تھا۔ آہستہ آہستہ جب دوسرے علوم وفنون مرتب ہوئے تو فتویٰ نویسی ایک فن کی حیثیت اختیار کر گئی اور دوسرے علوم وفنون کی طرح اس کی جمع وتدوین بھی شروع ہوگئی۔ آخر کار علماء ومفتیان کے فتاویٰ کو الگ شکل میں مدون کرنے کا طریقہ کار رائج ہوگیا۔

برصغیر میں اہل حدیث مکتب فکر جنہیں غیر مقلدین بھی کہا جاتا ہے، کا آغاز وارتقاء شاہ ولی اللہ (م:1762ء) کی ان کاوشوں سے ہوا جو انہوں نے علم حدیث کی نشرواشاعت کے لیے کیں۔ ان کے جانشینوں شاہ عبدالعزیز (م:1824ء) اور شاہ محمد اسحاق (م:1846ء) نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے جانشین میاں نذیر حسین محدث (م:1902ء) ہوئے۔ جنہوں نے پوری عمر تدریس قرآن وحدیث میں بسر کر کے بے شمار تلامذہ اپنے پیچھے چھوڑے۔ ان تلامذہ نے مسلک اہل حدیث کو بہت فائدہ پہنچایا اور انہی کی کاوشوں کی وجہ سے مسلک اہل حدیث برصغیر میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ مسلک اہل حدیث کے علماء ومفتیان کرام نے افتاء کی وہ ریت نکالی جس میں دلائل کا اصل مدار تو کتاب وسنت پر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ائمہ وفقہائے سلف کے اقوال وآراء کا غیر جانب دارانہ جائزہ لے کر اوفق بالکتاب والسنہ رائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مسلک اہل حدیث کے نمایاں مفتیان کرام میں میاں محمد نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خان (م:1890ء)، مولانا عبدالجبار غزنوی (م:1913ء)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (م:1948ء)، حافظ عبداللہ محدث روپڑی (م:1964ء)، مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م:1911ء)، مولانا ابوالبرکات (م:1991ء) اور مولانا اسماعیل سلفی (م:1968ء) وغیرہ شامل ہیں۔ برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے ارتقاء کے ساتھ ہی بحث ومناظرہ کا دور شروع ہوگیا ہے۔ فریقین (احناف واہل حدیث) نے مختلف متنازع مسائل پر طبع آزمائی کی۔ اہل حدیث علماء نے استنباط مسائل میں مسالک اربعہ کے فقہاء ودیگر فقہاء سلف کی آراء سے بھرپور استفادہ کیا جیسا کہ ان کے فتاویٰ کے تحقیقی جائزہ سے پتا چلتا ہے۔ زیر نظر مقالے سے قبل علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کا مجمل تعارف ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور[1]

---

[1] احماد، محمد بلال، ''برصغیر پاک وہند میں اہل حدیث فتاویٰ'' اہل حدیث، لاہور جلد 28 ش 39،10 تا 16 اکتوبر 1997ء، ص 278-290

اور ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور[1] میں چھپ چکا ہے۔ اسی طرح علمائے اہل حدیث کی کتب فتاوی کا نسبتاً تفصیلی تعارف ڈاکٹر حافظ غلام یوسف کے قلم سے سہ ماہی ''فکر ونظر'' میں چھپ چکا ہے[2]۔ مقالہ ھذا میں اردو زبان میں دستیاب کتب فتاوی علمائے اہل حدیث کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور عقائد و مسائل کے بارے میں ان کی آراء بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح کتب فتاوی سے ان کے اصول استدلال معلوم کیے گئے ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ علمائے اہل حدیث کتاب و سنت کے ساتھ فقہ سلف، فقہائے مسالک اربعہ اور دیگر فقہاء سے خاطر خواہ استفادہ کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اس تاریخی جائزہ سے مسلک اہل حدیث کے بارے میں غلط فہمی دور ہوگی اور احناف و اہل حدیث ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔ ان شاء اللہ

علماء اہل حدیث کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ جناب ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا مرتب کردہ بنام ''فتاویٰ علمائے حدیث'' موجود ہے اور چودہ حصوں میں بھی موجود ہے۔ یہ مجموعہ علی محمد سعیدی کی وفات (1987ء) کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکا۔ چونکہ یہ مجموعہ کسی ایک مفتی کا تصنیف کردہ نہیں بلکہ ''فتاویٰ نذیریہ''، ''فتاویٰ ثنائیہ''، ''فتاویٰ ستاریہ''، فتاویٰ اہل حدیث'' وغیرہ اور اہل حدیث کے مکتب فکر کے مختلف رسائل میں شائع شدہ فتاویٰ کو جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس کا تفصیلی تعارف پیش نہیں کیا گیا' کیونکہ اس طرح تکرار لازم آتا۔ مقالہ ھذا کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول میں برصغیر میں مسلک اہل حدیث۔ ایک تعارف کے عنوان کے تحت برصغیر میں علم حدیث کی خدمت کرنے والے نمایاں علماء و محدثین کا تذکرہ' شاہ ولی اللہ کی جہد' نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے تلامذہ کی مساعی جمیلہ' نواب صدیق حسین کی خدمات اور مسلک اہل حدیث کی باضابطہ تعریفات درج کی گئی ہیں۔ باب دوم میں فتوے کا مفہوم اور اہمیت بیان کرنے کے بعد برصغیر کے علمائے اہلحدیث کی کتب فتاویٰ کا تعارف و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مرحومین کی کتب فتاویٰ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ باب سوم میں عصری کتب فتاویٰ جن کے مولفین بفضل اللہ حیات ہیں کا تعارفی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں علماء اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کی روشنی میں اصول دین اور مسائل کا بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں وہ عقائد و مسائل بیان کیے گئے جن پر علماء اہل حدیث کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ باب پنجم میں جدید عصری مسائل کے بارے میں علماء اہل حدیث کی آراء کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ اس اہم موضوع کا مقالہ نگار مقدور بھر کوشش کے باوجود حق ادا نہیں کر سکا' تاہم اپنی علمی استعداد کیمطابق اس اہم موضوع پر گفتگو اور اس کا جائزہ لینے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

محمد افضل

---

[1] یوسف، صلاح الدین، ''مجموعہ ھائے فتاویٰ علمائے اہل حدیث'' الاعتصام، لاہور، ج 61 ش 23،24، 5 تا 18 جون 2009ء، ص 853-607

[2] غلام یوسف، حافظ، ''پاک وہند کے علماء اہل حدیث اور ان کی کتب فتاویٰ کا تعارف''، فکر ونظر، اسلام آباد، ج 40 ش 1، جولائی تا ستمبر 2002ء، ص 35-68

باب اول

برصغیر میں مسلک اہل حدیث ۔۔۔۔۔ایک تعارف

فصل اول: برصغیر میں مسلک اہل حدیث ...آغاز وفکر

مبحث اول: برصغیر میں مسلک اہل حدیث کا آغاز وارتقاء

برصغیر جوکہ اب تین ممالک (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) پر مشتمل ہے، ایک تاریخی خطہ ہے۔ یہاں اسلام سب سے پہلے عرب تاجروں کے ذریعے پہنچا جو جنوبی ہند کے علاقوں مالابار، ساحلِ گجرات، کیالا پٹم وغیرہ کے علاقوں میں آباد ہوئے اور ان علاقوں میں اپنے حسن اخلاق کے ذریعے اسلام کی تبلیغ وترویج کی۔[1]

مسلمانوں کی باقاعدہ آمد محمد بن قاسمؒ (م717ء) کی آمد (712ء) کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس نے دیبل، نیرون، سیہون وغیرہ جیسے شہروں کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔[2] اس اسلامی سلطنت کی توسیع درہ خیبر کی طرف سے آنے والے فاتحین جن میں محمود غزنوی (م:1030ء)، شہاب الدین غوری (م:1206ء) وغیرہ کے ذریعے ہوئی۔ بعد میں خاندان غلاماں، خاندان خلجی، خاندان تغلق، خاندان سادات، خاندان لودھی اور خاندان مغلیہ نے اس اسلامی سلطنت کو بام عروج تک پہنچایا۔ اس تمام عہد میں اشاعت اسلام صوفیاء وعلماء کے ہاتھوں انجام پاتی رہی۔ جس کے نتیجے میں برصغیر کی آبادی کا ایک بڑا حصہ مسلمان ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے بہت سی مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ جن کے اثرات نمایاں ہیں۔ بیرونی دنیا سے تعلقات، ہندوستان کے بڑے حصے میں امن وامان، انتظامی یکسانیت وغیرہ۔[3] محمود غزنوی کی آمد کے ساتھ ہی وسط ایشیا وافغانستان سے علماء کا ورود برصغیر میں ہوگیا۔ اس دور میں مذاہب اربعہ کا رواج کسی قدر ہو چکا تھا۔ ان فقہاء کرام کا حدیث سے تعلق کم تھا۔ فقہی اصول وفروعات سے دلچسپی زیادہ تھی۔ اس حوالے سے حکیم سید عبدالحی[4] رقم طراز ہیں: ''جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اوران کی بجائے غزنوی اور غوری سلاطین سندھ پر قابض ہوئے اور خراسان ماوراء النہر سے سندھ میں علماء آئے، تب علم حدیث اس علاقہ میں کم ہوتا گیا یہاں تک کہ معدوم ہو گیا اور لوگوں میں شعروشاعری، فن نجوم، فن ریاضی اور علوم دینیہ میں فقہ واصول فقہ کا رواج زیادہ ہوگیا۔ یہ صورت حال عرصہ تک قائم رہی یہاں تک کہ علمائے ہند کا خاص مشغلہ یونانی فلسفہ رہ گیا اور علم تفسیر وحدیث سے غفلت بڑھ گئی۔ مسائل فقہیہ کے سلسلے سے جو تھوڑا سا تذکرہ کتاب وسنت کا آجاتا تھا، بس اسی مقدار پر قانع تھے۔ فن حدیث میں امام صغانیؒ[5] کی 'مشارق الانوار' کا رواج تھا اگر کوئی شخص اس فن

---

[1] محمد اکرام، شیخ، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 1996ص 45-46

[2] ایضاً، ص 27-29

[3] ایضاً، ص 468

[4] حکیم سید عبدالحئی (1280ھ - 1341ھ) صاحب نزہۃ الخواطر، والد گرامی سید ابوالحسن ندوی (ڈاکٹر عبدالعلی، مقدمہ نزہۃ الخواطر، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1985) ص 14-15

[5] ابوالفضائل حسن بن محمد (1181ء-1252ء) آپ محدث اور حنفی المسلک تھے۔ ولادت لاہور میں اور وفات بغداد میں پائی۔ نامور کتب میں مشارق الانوار، الاضداد وغیرہ ہیں۔ (لوئس براورز وغیرہ، المنجد فی الاعلام، دار المشرق، بیروت، 1980ء، ص 423)

میں زیادہ ترقی کرتا تھا تو امام بغویؒ [1] کی ''مصابیح السنہ'' یا مشکوٰۃ پڑھ لیتا تھا اور ایسے شخص کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ محدث ہو گیا اور یہ سب اس لیے تھا کہ لوگ عام طور پر ہندوستان میں اس فن کی اہمیت ومرتبت سے ناواقف تھے۔[2]

علوم حدیث کے حوالے سے اس مایوس کن صورت حال میں ہمیں کچھ روشن چراغ نظر آتے ہیں جنہوں نے حدیث کے علوم وفنون کی خدمت کی۔

شیخ علی متقی جونپوری (885ھ۔۔۔975ھ)

آپ برہان پور (حیدرآباد) میں پیدا ہوئے۔گھریلو ماحول صوفیانہ تھا۔اس لیے مراد پانے کے لیے عازم حرمین ہوئے۔مکہ معظمہ میں شیخ ابو الحسن بکری اور شیخ ابن حجر مکی سے فیض یاب ہوئے۔[3] علم حدیث میں آپ کی قابل قدر خدمت امام سیوطیؒ کی کتاب ''جمع الجوامع'' کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کرنا ہے۔جس کی آپ کے استاد ابوالحسن بکری مکی نے بہت تعریف کی اور اس کو امام سیوطیؒ پر احسان قرار دیا۔[4]

شیخ محمد طاہر گجراتی (912ھ ۔۔۔ 986ھ)

شیخ محمد طاہر قوم بوہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخ حدیث سے فن حدیث کی تکمیل کی۔خصوصاً شیخ علی متقی جونپوری سے استفادہ کیا۔بعدازاں اپنے وطن تشریف لے آئے اور سنت کی اشاعت و بدعت کے رد میں مشغول ہو گئے۔[5]

علم حدیث کے حوالے سے آپ نے کتاب ''مغنی'' لکھی جس میں علم حدیث کے اسماء کی حرکات کا ضبط بیان کیا گیا ہے۔علم حدیث میں حل لغات کے ضمن میں آپ نے ''مجمع بحارالانوار'' لکھی جو نہایت مشہور ہوئی۔[6]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (958ھ۔۔۔1052ھ)

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔یہیں پر تحصیل علوم کے بعد بائیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کے لیے عازم سفر ہوئے اور کئی سال تک فن حدیث کی تکمیل کے بعد وطن واپس تشریف لائے۔نواب صدیق حسن خان ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:''ارحل الحرمین و صحب الشیخ عبدالوھاب المتقی خلیفة الشیخ علی المتقی واکتسب علم الحدیث و عاد الی الوطن واستقر به اثنتین و خمسین سنة بجمعیة الظاھر والباطن ونشر العلوم یعنی بائیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی صحبت میں رہے۔ان سے علم حدیث حاصل کیا اور اپنے وطن کی طرف لوٹے اور باون سال تک ظاہر و باطن کی جمعیت سے

---

[1] ابومحمد حسین بن الفراء (م:516ھ/1122ء) آپ شافعی فقیہ تھے۔معروف کتاب ''مصابیح السنہ'' ہے۔(المنجد فی الاعلام ص 137)

[2] عبدالحئی، سید، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، مترجم: مولانا عبدالعرفان ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ، س ن، ص 195

[3] ایضاً

[4] ایضاً ص 196

[5] ایضاً ص 197 [6] ایضاً

ساتھ یہیں ٹھہرے رہے اور علوم کی اشاعت کرتے رہے۔[1] آپ کی اہم تصانیف میں ''لمعات شرح عربی مشکوۃ، اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوۃ'' اور ''شرح سفر السعادت'' شامل ہیں۔[2]

شیخ نور الحق (983ھ-1073ھ)

آپ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے صاحب زادے ہیں۔علم حدیث کی تکمیل والد گرامی سے کی۔آپ کی یادگار صحیح بخاری کی شرح فارسی تیسیر القاری ہے جو قلمی نسخے کی صورت میں مکہ مکرمہ میں محفوظ ہے۔عمر بھر آپ تدریس علم حدیث میں مصروف رہے۔[3]

سید مبارک محدث بلگرامی (1033ھ---1115ھ)

آپ علاقہ بلگرام کے ایک نامور محدث تھے۔ابتدائی تعلیم پیر سید طیب بن میر عبد الواحد سے حاصل کی۔تکمیل تعلیم کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور خواجہ باقی باللہ کے فرزند خواجہ عبد اللہ اور شیخ نور الحق سے استفادہ کیا، بالخصوص شیخ نور الحق سے علم حدیث حاصل کر کے اس فن میں مہارت حاصل کی اور محدث کے لقب سے مشہور ہوئے۔[4] تکمیل تعلیم کے بعد آپ بلگرام واپس آئے اور تدریس علوم خصوصاً تدریس علم میں ساری زندگی بسر کر دی۔آپ سے کثیر التعداد طلبہ نے استفادہ کیا۔[5]

شیخ نور الدین احمد آبادی (1064ھ--- 1155ھ)

آپ احمد آباد (گجرات، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔آپ کے اساتذہ میں ملا احمد سلیمانی اور ملا فرید الدین احمد آبادی شامل ہیں۔آپ کی علمی یادگار میں تفسیر قرآن مجید اور ''نور القاری شرح صحیح بخاری'' ہیں۔ساری زندگی تدریس و تالیف میں بسر کی۔[6]

حاجی محمد افضل سیالکوٹی (متوفی:1145ھ)

آپ کی جلالت قدر کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے استاد گرامی تھے۔[7] شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب ''القول الجمیل'' کے اخیر پر اپنی سند علم حدیث کے ذکر میں فرماتے ہیں:"واجازنی مشکوۃ المصابیح و صحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الستہ الثقۃ الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبد الاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جدہ شیخ الطریقۃ الشیخ احمد السرہندی بسندہ الطویل المذکور فی مقاماتہ یعنی مجھ کو اجازت

---

[1] صدیق حسن، نواب، ابجد العلوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، س ن، جلد 3، ص 901

[2] ایضاً 902

[3] ایضاً ص 903

[4] ایضاً ص 904

[5] ایضاً ص 905

[6] ایضاً ص 906

[7] ایضاً ص 907

دی مشکوٰۃ المصابیح اور صحیح بخاری وغیرہ صحاح ستہ کی معتمد ثابت القول حاجی محمد افضل نے شیخ عبدالاحد سے انہوں نے اپنے والد شیخ محمد سعید سے انہوں نے دادا شیخ طریقت شیخ سرہندی سے اور ان کی سند طویل مذکور ہے ان کے مقامات اور تصانیف میں''[2]

شاہ محمد فاخر زائر (1120ھ۔۔۔1164ھ)

آپ الہ آباد (یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم اپنے والد شیخ محمد یحیٰ اور برادر اکبر شیخ محمد طاہر سے حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ 1145ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے اور مدینہ طیبہ میں علامہ محمد حیات سندھی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ سید عبدالحیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:''واتفق الناس علی الثناء علیه والمدح لشمائله و صار مشاراً الیه فی هذا الباب كان لا يتقيد بمذهب ولا يقلد فی شیٔ من امور دينية بل كان يعمل بنصوص الكتاب والسنة و يجتهد برايه وهو اهل لذلك يعنی تمام لوگ ان کی تعریف پر متفق اور ان کے حسن وکردار کے معترف تھے۔ اس باب میں ان کی شخصیت مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ کسی ایک فقہی مذہب کے پابند نہ تھے بلکہ کتاب وسنت کی نصوص پر عمل کرتے اور خود اجتہاد کرتے تھے اور وہ اس (اجتہاد) کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔''[3]

ان کی تصانیف میں ''نور السنۃ'' اور ''قرۃ العنین در اثبات سنیّت رفع الیدین'' شامل ہیں۔ ان رسائل میں جو طریقہ نماز بتایا گیا ہے وہ مسلک اہل حدیث کے مطابق ہے۔[4]

مذکورہ بالا بزرگوں اور دیگر حضرات کی کاوشوں سے برصغیر میں علم حدیث وعمل بالحدیث کا سلسلہ چلتا رہا لیکن جس ہستی نے اس علم کو بام عروج تک پہنچایا وہ شاہ ولی اللہ ہیں۔ اس سلسلے میں ابو یحیٰ امام خان نوشہروی (م:1966ء) رقم طراز ہیں: ''الحاصل ملک کے تمام حصوں میں یہ لوگ پھیلے ہوئے تھے مگر ایک تو حالت منتشر تھی، دوسرے اس وقت کے رواج عام یعنی غلبہ تقلید کی وجہ سے یہ جماعت دوسرے فرقوں کی طرح اپنی تبلیغ کرسکتی تھی نہ تنظیم' تا آنکہ 12ویں صدی ہجری کے وسط میں دار العلوم والحکمۃ یعنی شہر دہلی کے اندر مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کے ہاں اس ''عظیم الدین'' کا ظہور ہوا، جس نے دین کی ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کو دنیائے اسلام کے سامنے پھر اسی طریق کے مطابق آشکار کیا جو محدثین کرام کا شعار تھا۔ میری مراد اس سے وہ عظیم ہستی ہے جو تمام اسلامیوں کے اندر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ترویج حدیث کے لیے وہ راہیں اختیار کیں جن پر ان سے پہلے (بلکہ ان کے معاصر) ہندوستانی علماء کی توجہ نہ ہوسکی۔''[5]

---

[1] شاہ، ولی اللہ، القول الجمیل (مترجم: مولوی خرم علی) مکتبہ تھانوی کراچی 1954ء ص 191

[2] اثری، ارشاد الحق، پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، 1990ء ص 25

[3] ایضاً ص 25

[4] ایضاً ص 26

[5] نوشہروی، امام خان، ابو یحیٰ، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، مکتبہ نذیریہ، لاہور، 1993ء ص 13

مبحث دوم: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔۔۔فکر و اثرات

شاہ ولی اللہ (1114ھ/1703ء۔۔۔1176ھ/1762ء) برصغیر میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔انہوں نے اس ماحول میں پرورش پائی جب اورنگزیب عالم گیر کی وفات (1707ء) کے بعد مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہو چکی تھی۔سیاسی ابتری اور انتشار کا دور دورہ تھا۔تخت نشینی کے لیے باہمی لڑائی ہوتی تھی۔صوبے مرکز سے بغاوت کر رہے تھے۔سیاسی انتشار کے ساتھ ساتھ اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بھی خرابی کا شکار تھے۔[1]

شاہ ولی اللہ نے اللہ کی توفیق سے ان حالات کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔انہوں نے زندگی کے تمام شعبوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ان کے مجددانہ کارناموں کا احاطہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل نمایاں پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱۔اصلاح عقائد و دعوت الی القرآن

۲۔حدیث و سنت کی اشاعت و ترویج اور فقہ و حدیث میں تطبیق کی دعوت و سعی

۳۔شریعت اسلامیہ کے اسرار اور مقاصد حدیث کی نقاب کشائی

۴۔نظام خلافت کی ضرورت و افادیت اور خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت

۵۔سیاسی انتشار اور حکومت مغلیہ کے دور زوال میں رہنمائی

۶۔امت کے مختلف طبقات کا احتساب اور ان کو دعوت اصلاح و انقلاب[2]

شاہ ولی اللہ اور حدیث و سنت کی اشاعت و ترویج

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک مجددانہ کارنامہ برصغیر میں علوم حدیث کی ترویج و اشاعت ہے۔اس ضمن میں انہوں نے نہ صرف علوم حدیث کی خدمت کی بلکہ ان کے افکار سے متاثر ایک جماعت تیار ہوگئی جس نے اس شمع کو مسلسل فروزاں رکھا۔ہمیں برصغیر میں جو علوم حدیث کے حوالے سے چہل پہل نظر آتی ہے اس کے سوتے شاہ ولی اللہ کی ذاتِ برکات سے پھوٹتے ہیں۔شاہ ولی اللہ کے نزدیک قرآن و حدیث کی علوم دینیہ میں جو بنیادی حیثیت تھی اس حوالے سے وہ علماء سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

> ''میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے بندو! تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اور صرف و نحو و معانی کے دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے۔حالانکہ علم یا تو کتاب اللہ کی آیت محکم ہے یا رسول اللہ کی سنت ثابتہ۔۔۔تم اپنے سے پہلے کے فقہاء کے استحسانات اور ان کی تفریعات میں غوطہ لگاتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ حکم وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسولؐ دے۔تم میں کتنے آدمی ہیں جب ان کو رسول اللہ کی کوئی حدیث پہونچتی ہے تو اس پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے۔حدیث

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد 5 ص 42-64

[2] ایضاً ص 5-7

> پر نہیں ہے۔ پھر تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ کاملین اور ماہرین کا کام ہے۔ حضرات ائمہ سے یہ حدیث مخفی نہیں ہو سکتی، پھر انہوں نے جو اس کو چھوڑا تو کسی وجہ سے جو ان پر منکشف ہوئی مثلاً نسخ یا مرجوحیت۔ یاد رکھو کہ اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں، اگر تمہارا اپنے نبیؐ پر ایمان ہے تو اس کی پیروی کرو، وہ تمہارے مذہب کے موافق ہو یا مخالف، خدا کی مرضی تو یہ تھی کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے ساتھ شروع سے اشتغال کرتے، اگر ان دونوں پر عمل کرنا تمہارے لیے آسان ہو تو کیا کہنا اور اگر تمہارے فہم اس سے قاصر ہوں تو پھر کسی سابق عالم کے اجتہاد سے مدد لو اور جس کو زیادہ صحیح، صریح اور سنت کے مطابق پاؤ اس کو اختیار کرو۔ علوم آلیہ سے اس ذہن کے ساتھ اشتغال کرو کہ وہ آلات و وسائل ہیں، ان کی مستقل حیثیت اور مقصود کا درجہ نہیں ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ کی سنت و حدیث کی ترویج کے سلسلے میں دو اہم خدمات ہیں:

۱۔ آپ نے حرمین شریفین سے واپسی (1145ھ) کے بعد آبائی مدرسے ''مدرسہ رحیمیہ'' میں تدریس حدیث شروع کی جس کے نتیجے میں یہ مدرسہ ہندوستان بھر میں علم حدیث کا سب سے بڑا مرکز بن گیا جہاں سے ہندوستان کے اطراف و اکناف سے تشنگان علم نے فیض پایا۔ اس سے فیض پانے والوں میں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کے علاوہ نمایاں شخصیات میں علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی مشہور بزبیدی (1145ھ۔۔۔ 1205ھ) صاحب ''تاج العروس'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی: 1225ھ) خلیفہ رشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں و مصنف ''تفسیر مظہری'' و ''مالابد منہ'' اور خواجہ محمد امین کاشمیری (متوفی: 1187ھ) وغیرہ شامل ہیں۔[2]

۲۔ دوسری خدمت جو آپ نے علم حدیث کے حوالے سے سرانجام دی۔ وہ آپ کی تصنیفی خدمات ہیں۔ اس حوالے سے نمایاں کتب کا اجمالی جائزہ یوں لیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مصفیٰ (مؤطا امام مالک کی فارسی شرح)

۲۔ مسوّیٰ (مؤطا کی عربی شرح)

۳۔ شرح تراجم ابواب صحیح بخاری

۴۔ حجۃ اللہ البالغہ کا المبحث السابع[3]

مولانا سید ابوالحسن ندوی[4] حجۃ اللہ البالغہ کے مبحث السابع کے متعلق لکھتے ہیں:

''مبحث سابع کا عنوان ہے۔ 'مبحث الشرائع من حدیث النبیؐ' یہاں وہ مباحث آتے ہیں جن کا براہ راست حدیث و سنت کے فہم، اس سے

---

[1] ولی اللہ، شاہ، تفہیمات الہیہ، المجلس العلمی ڈابھیل، 1936، جلد 1 ص 214-215

[2] ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی، جلد 5، ص 190

[3] ایضاً، ص 192-195

[4] سید ابوالحسن ندوی (1914ء-1999ء) معروف عالم دین، کثیر کتب کے مصنف اور سابق ناظم ندوۃ العلماء تھے۔ بحوالہ نفیس ربی ندوی، نذرانہ عقیدت، مجلس نشریات اسلام، کراچی 2001ء، ص 10

استنباط مسائل، علوم نبویؐ کے اقسام، نبیؐ سے شریعت کے اخذ کی کیفیات اور طریقوں، کتب حدیث کے طبقات، کتاب وسنت سے شرعی مطالب کے اخذ کے طریقوں اور مختلف احادیث میں جمع وتطبیق یا ترجیح سے تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں غایت نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی سے بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب فروع میں صحابہؓ اور تابعین کے اختلاف کے اسباب بیان کرتے ہیں۔ ان کی مثالیں دینے کے بعد فقہاء کے مذاہب میں اختلاف اور اہل حدیث واصحاب الرائے کے اختلاف کے فرق کو بیان کرتے ہیں۔ چوتھی صدی سے پہلے اور اس کے بعد لوگوں کے مسائل دریافت کرنے اور ان پر عمل کرنے اور اس بارے میں عوام وخواص کا رویہ اور طرز کیا تھا؟ اس کی تفصیل سے وضاحت فرماتے ہیں:"[1] حجۃ اللہ البالغہ کی احادیث کی شرح و وضاحت کے حوالے سے اہمیت کے بارے میں سید ابوالحسن ندوی یوں رقم طراز ہیں: "درحقیقت حجۃ اللہ البالغہ کے پہلے حصے "القسم الثانی فی بیان اسرار ما جاء عن النبیؐ تفصیلاً" سے لے کر دوسرے جزو کے آخری حصے "الفتن والمناقب" تک حدیث ہی کی حکیمانہ اور متکلمانہ شرح اور اس کے اسرار وحکم اور اس کی عملی تطبیق کی وہ مجتہدانہ کوشش ہے جو شاہ صاحب ہی کا حصہ تھا اور جس میں ان کو سبقت واولیت حاصل ہے۔"[2]

شاہ ولی اللہ کا فقہی موقف اور حدیث وفقہ میں تطبیق

شاہ ولی اللہ کا ایک نمایاں کارنامہ فقہی اختلافات کی شدت کو کم کرنا اور حدیث وفقہ میں تطبیق تھی۔ اس ضمن میں ان کے موقف کا یوں جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق اخذ شریعت کے دو طریقے جاری ہوئے اور دونوں کی اصل دین میں موجود ہے۔ البتہ ہر ایک طریقہ میں کچھ کمی ہے جس کی تلافی دوسرے طریقے سے ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

> "مسئلہ تقلید کے بعد دوسرا اہم مسئلہ استخراج مسائل کا ہے جس کے دو اصول ہیں۔ ایک تو یہ کہ الفاظ حدیث کا تتبع کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فقہاء کے اصول کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جائے۔ شرعاً ان دونوں اصولوں کی اہمیت مسلم ہے۔ ہر دور کے فقہاء محققین کا طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ ان دونوں اصولوں کا لحاظ کرتے تھے۔۔
> ۔حق کا راستہ یہ ہے کہ ان میں تفریق کرنے کی بجائے دونوں میں مطابقت پیدا کی جائے۔"[3]

فقہی اختلافات دلائل پر مبنی ہیں اور بیشتر اختلافات محض اولی اور راجح کی تعین کے ہیں۔ سلف کے اختلافی مسائل میں شدت نہیں ہوتی بہ مخالف رائے پر عمل میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس حوالے سے وہ کہتے ہیں: "۔۔ان تمام کا حال یہ تھا کہ ان میں بعض لوگ نماز میں قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے، بعض نہیں پڑھتے تھے، کچھ لوگ زور سے پڑھتے تھے، کچھ آہستہ سے۔۔۔ یہ اور اسی قسم کے بیسیوں اختلافات موجود تھے لیکن اس کے باوجود وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے مثلاً امام ابو یوسفؒ[4] نے ہارون الرشید (م: 193ھ) کے پیچھے

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت جلد 5 ص 234-238

[2] ایضاً ص 195

[3] شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (مترجم: صدر الدین اصلاحی) اسلامک پبلی کیشنز، لاہور 1983ء ص 157

[4] امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (113ھ-182ھ) آپ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور اصحاب میں سے ہیں۔ عباسی دور میں آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کی مشہور کتاب "الخراج" ہے۔ (المنجد فی الاعلام ص 19)

نماز پڑھی اور پھر دہرائی نہیں۔ حالانکہ اس نے پچھنے لگوانے کے بعد وضو کی تجدید نہیں کی تھی جس کا فتویٰ اسے امام مالکؒ[1] نے دیا تھا۔[2] شاہ ولی اللہ کے نزدیک فقہائے محدثین کی روش بہتر ہے جو اقوال مجتہدین کو اختیار کرتے ہیں اور حدیث پر انہیں پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''مسائل فروعی میں ایسے علماء محدثین کی پیروی کرنی چاہیے جو فقہ وحدیث دونوں کے عالم ہوں۔ مسائل فقہیہ کو کلام اللہ اور حدیث رسولؐ سے ملاتے رہنا چاہیے۔۔۔ امت کے لیے قیاسی مسائل کا کلام اللہ اور حدیث رسولؐ اللہ سے تقابل کرتے رہنا ضروری ہے۔ اس سے کبھی بے نیازی نہیں ہوسکتی۔''[3] تقلید جائز ہے اور عامیوں کے لیے مذاہب اربعہ کی تقلید میں مصلحت ہے۔ وہ کہتے ہیں: ائمہ اربعہ کی تقلید کا جواز قریب قریب ساری امت کا اجماعی مسئلہ ہے اور اس کے اندر جو مصالح ہیں انہیں ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ سکتی ہے خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ عام قوائے فکریہ پر جمود اور دوں ہمتی کی موت سی طاری ہے۔''[4] لیکن اس کے ساتھ شاہ ولی اللہ تقلید میں اعتدال پسندی کے قائل ہیں۔ وہ ابن حزمؒ کی اس رائے کہ 'تقلید حرام ہے' کا محاکمہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ابن حزم نے جو کچھ کہا اس کے مصداق تین طرح کے لوگ ہوسکتے ہیں۔

ا۔ ایک تو وہ افراد جو اجتہاد کی کچھ نہ کچھ صلاحیت رکھتے ہوں اگرچہ وہ ایک مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔۔۔۔

۲۔ دوسرے ابن حزم کا قول اس شخص پر بھی صادق ہوتا ہے جو فقہاء میں کسی ایک فقیہہ کی تقلید کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کسی اجتہادی رائے قائم کرنے میں غلطی ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس نے جو اجتہاد کیا، جو رائے قائم کی اور جو فتویٰ دیا وہ بلا شک وشبہ صحیح ہے اور دل میں یہ بھی رکھتا ہے کہ وہ اس کی تقلید کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اگرچہ اس کی رائے میں دلیل اس کے خلاف ہو۔۔۔

۳۔ ابن حزم کی رائے تیسرے اس شخص کے متعلق میں ہے جو اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ حنفی فقیہ شافعی فقیہ سے فتویٰ لے یا شافعی فقیہ حنفی فقیہ سے، اور نہ اس بات کو جائز سمجھتا ہے کہ حنفی مسلک کا پیروکار امام شافعی کی اقتداء کرے، درحقیقت یہ وہ شخص ہے جس نے عہد اول کے طریقے اور دور صحابہؓ وتابعین کے اجماع کے خلاف کیا۔

''ابن حزم نے جو کچھ کہا، اس کی زد میں وہ شخص نہیں آتا جو نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق دین اختیار کرتا ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے جس چیز کو حلال کردیا اس کے حلال ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ

---

[1] ابو عبداللہ مالک بن انس (93ھ-179ھ) ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ابن شہاب زہری، نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ اور استفادہ کرنے والوں میں سفیان بن عیینہ، اوزاعی، یحییٰ بن سعید اور امام شافعی ایسے ائمہ شامل ہیں۔ معروف کتاب ''المؤطا'' ہے۔ (شمس الدین احمد بن محمد، ابن خلکان، وفیات الاعیان (مترجم: علامہ اختر فتح پوری) نفیس اکیڈمی، کراچی 2000ء، 4: 522)

[2] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (مترجم: صدرالدین اصلاحی) ص 145

[3] ولی اللہ، شاہ، المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ، مطبع مطیع الرحمٰن دہلی، 1268ھ ص 2-3

[4] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص 151

اوراس کے رسولؐ نے جسے حرام قرار دے دیا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔۔۔اگر ہم فقہاء میں سے کسی ایک فقیہ کی تقلید کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کا عالم ہے۔۔۔

اب اگر ہمیں اس امام کے مسلک کے خلاف صحیح اور مستند سند سے کوئی حدیث ملی اور ہم نے اس حدیث کو چھوڑ کر امام و مجتہد کی رائے و مسلک کو ترجیح دیا اور اس پر جمے رہے تو ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ حدیث رسولؐ کی پیروی ہم پر فرض ہے۔جب کہ کسی امام اور مجتہد کی اطاعت فرض نہیں ہے۔''[1]

اجتہاد ہر زمانہ میں فرض کفایہ ہے اور جزوی اجتہاد بھی درست ہے۔شاہ ولی اللہ مقدمہ مصفی میں لکھتے ہیں:''اجتہاد ہر زمانہ میں فرض بالکفایہ ہے۔یہاں اجتہاد سے مراد اجتہاد مستقل نہیں جیسا کہ امام شافعیؒ[2] کا اجتہاد تھا جو جرح و تعدیل ،زبان دانی وغیرہ میں کسی دوسرے کے محتاج نہ تھے اور اسی طرح اپنی مجتہدانہ درایت میں (اپنے پورے اقسام کے ساتھ) وہ دوسرے کے تابع نہ تھے۔مقصود اجتہاد منتسب ہے اور وہ نام ہے احکام شرعی کو ان کے تفصیلی ادلہ کے ذریعے جاننے کا اور مجتہدین کے طریقہ پر تفریع مسائل اور ترتیب احکام کا ،خواہ وہ کسی صاحب مذاہب کی رہنمائی سے ہو''[3] یوں شاہ ولی اللہ کی کاوشیں جو انہوں نے فروغ علم حدیث اور فقہ و حدیث میں باہمی تطبیق کے ضمن میں کیں ،بلاواسطہ طور پر برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے فروغ کا باعث بن گئیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (1159ھ/1746ء۔۔۔ 1239ھ/1824ء)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ،شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے ہیں۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ان کی وفات کے بعد مولانا نور اللہ بڑھانوی ،شیخ محمد امین کشمیری اور شیخ محمد عاشق پھلتی سے استفادہ کیا۔سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور مسند درس مسند سنبھالی۔[4] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے والد گرامی کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر میں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔سید ابوالحسن ندوی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:''شاہ صاحبؒ کے تجدیدی کارنامہ کو ہم پانچ شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔قرآن مجید کی ترجمانی ،مسلمانوں میں اس کی تعلیمات و مضامین کی اشاعت عام ،اس کے ذریعے عقائد کی اصلاح اور دین خالص سے عوام کے براہ راست ربط و تعلق کی سعی جمیل

۲۔حدیث کی نشر و اشاعت ،اس کے درس و اجازت کا سلسلہ احیاء ،اس کے حلقہائے درس کا اجراء اور اساتذہ شارحین کتب حدیث کی تربیت

۳۔فتنہ رفض و تشیع کا مقابلہ اور قرآن عظیم کو مجروح و مشکوک بنانے والی کوششوں اور سازشوں کا سد باب

۴۔جہاد فی سبیل اللہ کا احیاء اور ہندوستان میں اسلامی اقتدار اور مسلمانوں کی آزادی کے لیے سب سے بڑے خطرے اور چیلنج کا مقابلہ

---

[1] ولی اللہ ،شاہ ،عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (مترجم: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی) شریعہ اکیڈمی اسلام آباد 2000ء ص 105-111

[2] امام شافعیؒ محمد بن ادریس (150ھ-204ھ) آپ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔اساتذہ میں امام مالک ،مسلم بن خالد زنجی اور امام محمد شامل ہیں۔آپ کی کتب میں ''الام'' ''الرسالہ'' ''مسند الشافعی'' شامل ہیں۔(وفیات الاعیان 4:542-544)

[3] ولی اللہ ،شاہ ،مقدمہ مصفی (فارسی) ،مطبع فاروقی دہلی ،1239ھ ص 12

[4] بھٹی ،محمد اسحاق ،فقہائے پاک و ہند ،تیرھویں صدی ہجری ،جلد 2 ص 81

۵۔ان مردان کار کی تربیت جو حالات اور وقت کے تقاضوں اور دین کے حقیقی مطالبوں کے مطابق دعوت واصلاح کا کام انجام دیں۔[1]

شاہ عبدالعزیز نے شاہ ولی اللہ کے راستے پر چلتے ہوئے علم حدیث کی نشرواشاعت کی۔انہی کی ذات سے شاہ محمد اسحاق کے ذریعے برصغیر میں دوسلسلہ ھائے حدیث، اہل حدیث اور دیوبند وابستہ ہیں۔

شاہ عبدالعزیز نے قریباً چونسٹھ (64) سال درس حدیث دیا۔بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔جن میں نمایاں تلامذہ جنہوں نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کے میدانوں میں خدمات سرانجام دیں' یہ ہیں: شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، مولانا محمد اسماعیل شہید، شاہ محمد اسحاق، شاہ محمد یعقوب، شاہ غلام علی، مفتی صدرالدین، سید احمد شہید بریلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبدالحئی بڑھانوی، میر محبوب علی، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، شاہ عبدالغنی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، نواب صدیق حسن خان کے والد مکرم سید اولاد حسن قنوجی، مولانا حسن علی لکھنوی، شاہ ابوسعید مجددی، مولانا رؤف احمد مجددی، شاہ سعید احمد مجددی۔[2]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے درس حدیث کے ساتھ ساتھ تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔ان کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں:

۱۔تفسیر فتح العزیز (معروف بہ تفسیر عزیزی)

۲۔بستان المحدثین: محدثین کے حالات وکوائف پر محیط ہے اور فارسی زبان میں ہے۔بارھویں صدی ہجری کے بعد اس موضوع سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں' یہ ان سب کا ماخذ ہے۔

۳۔سرالشھادتین

۴۔فتاویٰ عزیزی

۵۔عجالہ نافعہ: اصول حدیث پر فارسی میں یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔

۶۔عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس

۷۔شرح میزان المنطق

۸۔حواشی بدیع المیزان

۹۔حواشی برشرح عقائد

۱۰۔تحفہ اثنا عشریہ[3]

شاہ محمد اسحاق دہلوی (1192ھ/1778ء۔۔۔1262ھ/1846ء)

شاہ محمد اسحاق مولانا محمد افضل فاروقی کے صاحب زادے اور شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے۔آپ نے تعلیم شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر و

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت جلد 5 ص 354-355

[2] بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، تیرھویں صدی ہجری جلد 2 ص 82

[3] ایضاً ص 94-95

شاہ رفیع الدین سے حاصل کی۔ 1240ھ میں پہلی بار حج کے لیے گئے تو شیخ عمر بن عبدالکریم سے حدیث کی سند اور اجازت حاصل کی۔[1] آپ نے اپنے نانا شاہ عبدالعزیز کی وفات کے بعد ان کی مسند حدیث سنبھالی اور مکہ مکرمہ ہجرت (1258ھ) تک رونق افروز رہے۔[2] آپ کی ذات بافیض سے برصغیر میں دو سلسلہ ھائے حدیث چلے۔ ایک سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ذریعے مسلک اہل حدیث اور دوسرے مولانا مملوک علی اور شاہ عبدالغنی مجددی کے ذریعے علماء دیوبند کا سلسلہ حدیث[3] آپ کے دیگر نامور تلامذہ میں مولانا شاہ محمد یعقوب (آپ کے برادر حقیقی) شاہ محمد عمر بن سیدنا محمد اسماعیل شہید، مولوی کرامت علی اسرائیلی، شیخ محمد انصاری سہارن پوری، شیخ محمد تھانوی اور احمد علی سہارن پوری شامل ہیں۔[4] آپ کی اہم تصانیف میں مسائل اربعین، مائۃ مسائل اور تذکرۃ الصیام شامل ہیں۔[5]

شاہ اسماعیل شہید (1193ھ/1779ء۔۔۔1246ھ/1831ء)

شاہ اسماعیل شہید، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالغنی کے بیٹے تھے۔ انہوں نے علوم اسلامیہ کی تکمیل اپنے تایا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کی۔[6] آپ بچپن سے ذہین اور محنتی تھے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا جس کی وجہ سے آپ کے حامی ومخالفین پیدا ہو گئے۔

آپ کے وعظ کے بنیادی نکات توحید اور رد رسوم و بدعات تھے۔ توحید کے موضوع پر آپ نے کتاب ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ جس کی بدولت برصغیر میں توحید کے مشن کو فروغ ملا لیکن اس کے ساتھ آپ مخالفین کے طعنہ وتشنیع کا نشانہ بھی بنے۔ آپ کا نمایاں کارنامہ سید احمد شہید (متوفی: 1831ء) کے ساتھ مل کر سکھوں کے خلاف جہاد اور امارت اسلامیہ کا قیام ہے۔ جو متعدد وجوہات کی بنا پر ناکام رہا۔ اسی جہاد کے دوران آپ بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔[7] آپ ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ آپ کی اہم تصانیف یہ ہیں:

۱۔ تقویۃ الایمان

۲۔ یک روزی

۳۔ عبقات

۴۔ صراط مستقیم

۵۔ ایضاح الحق الصریح لاحکام المیت والضریح

۱۔ نوشہروی، امام خاں ابو یحییٰ، تراجم علمائے حدیث ہند، ریاض برادرز، لاہور، 1992ء، ص 116

۲۔ ایضاً ص 118

۳۔ ایضاً ص 119

۴۔ ایضاً ص 119

۵۔ ایضاً ص 119

۶۔ ایضاً ص 71

۷۔ ایضاً ص 93

۶۔رسالہ اصول فقہ

۷۔منصب امامت

۸۔تنویر العینین فی اثبات رفع یدین [۱]

شاہ محمد اسماعیل شہید فکر ولی اللہ کے پیروکار تھے جس کے نتیجے میں عمل بالحدیث کو فروغ ملا تھا لیکن شاہ محمد اسماعیل شہید نے کھل کر اس دعوت کو اپنایا تھا جس کے نتیجے میں ان کو مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مسئلہ تقلید کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''(ترجمہ) عوام تقلید کے باب میں بے حد مبالغہ کرنے لگے اور کسی معین شخص کی تقلید پر اس سختی سے جم گئے کہ اپنے اس امام کے سوا دوسرے امام سے کسی مسئلہ کو لینا مناسب نہ سمجھا۔ یہ وہ مہلک مرض ہے جس میں مقلد ہو شیعہ خود کو کھو بیٹھے۔ اسی طرح یہ لوگ (مقلدین) بھی ہیں۔ شیعی گروہ اور ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر نے اپنے ائمہ کے مقابلے میں نصوص کو پس پشت ڈال دیا مگر انہی (مقلدین) نے احادیث مشہورہ کو اپنے اپنے اماموں کے اقوال کے تابع کرنا چاہا''[۲]

مسئلہ تقلید کے بارے میں اپنی رائے کتاب ''صراط مستقیم'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''اعمال میں ان چاروں مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام میں مروج ہیں، بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے اور مقتضائے وقت کے مطابق ہر کسی کو پہنچا ہے اور جس وقت سے کتابیں تصنیف ہوئیں، ان علموں کی حجیت ظاہر ہو گئی ہے۔ پس جس مسئلہ میں کہ صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے۔ کیونکہ وہ بزرگوار پیغمبر خدا کے علم کے اٹھانے والے ہیں اور ایک طرح آپ کی مصاحبت کر کے آپ کے مقبول ہو گئے ہیں۔''[۳]

شاہ محمد اسماعیل شہید کی دعوت کے نتیجے میں جماعت مجاہدین جو سید احمد شہید کی سرکردگی میں جہاد کر رہی تھی، میں وہ لوگ اچھی خاصی تعداد میں پیدا ہو گئے جو عمل بالحدیث پر گامزن تھے۔

بالاکوٹ کے حادثہ فاجعہ کے بعد اس تحریک کی قیادت ان ہاتھوں میں منتقل ہوئی جو عمل بالحدیث میں زیادہ سخت تھے۔ ان میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م:1852ء)، مولوی عنایت علی غازی (م:1858ء)، مولانا عبیداللہ عظیم آبادی (م:1902ء) وغیرہ شامل ہیں۔[۴]

---

[۱] تراجم علمائے حدیث ہند، ص 93

[۲] تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین بحوالہ ایضاً ص 110-114

[۳] صراط مستقیم ص 71-72 بحوالہ ایضاً ص 111

[۴] محمد اکرام شیخ، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1996ء ص 45-47

مبحث سوم: مسلک اہل حدیث کے بارے میں باضابطہ تعریفات

''اہل الحدیث''''اہل الرائے'' کے مقابل وہ گروہ ٹھہرا جو حدیث کی روایت وحفاظت میں ممتاز ہوا۔ بعد میں یہ نام ان افراد اور گروہوں کے لیے استعمال ہوا جو متعین امام کی تقلید کے قائل نہ تھے۔

برصغیر میں شاہ ولی اللہ کی فروغ علم حدیث اور فقہ اور حدیث کی باہمی تطبیق کی کاوشوں کی وجہ سے مسلک اہل حدیث کو فروغ ملا۔ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی (م:1902ء) اور ان کے تلامذہ کی کاوشوں سے اس مسلک کو فروغ ملا۔ اس کے ساتھ نواب صدیق حسن خان (م:1887ء) کی علمی کاوشوں و مالی تائید سے کتب حدیث کے تراجم وشروح کا سلسلہ چل نکلا جس سے بھی برصغیر میں اس مسلک کے قدم مضبوطی سے جم گئے۔

غیراہلحدیث حضرات کی طرف سے اس مسلک پر مختلف اعتراضات کیے گئے اور ان کو مختلف نام بھی دیے گئے جن میں ''وہابی'' ایسا نام بھی شامل ہے۔ بطور مثال ایک علمی اعتراض اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ''اہل حدیث سلف'' چونکہ مجتہد تھے۔ اس لیے کسی کی تقلید کرنے کی بجائے وہ خود اجتہاد کرتے تھے۔ جب کہ آج کے اہل حدیث اس لائق نہیں ہیں کہ وہ خود اجتہاد کر سکیں اور مجتہدین کی تقلید سے مستغنی ہوں۔ اس لیے یہ لوگ ترک تقلید میں اہل حدیث سلف کے طریق پر کیوں کر ہو سکتے ہیں؟[1]

اس اعتراض کا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی (م:1920ء) یوں دیتے ہیں:

> ''ہر زمانہ میں دو قسم کے لوگ چلے آئے ہیں: عوام اور خواص، عوام تو خواہ کسی زمانہ کے ہوں نہ مجتہد ہو سکتے ہیں نہ کسی مذہب کے مقلد۔ ان کا کسی مذہب کی طرف منسوب ہونا اور حنفی شافعی کہلانا ایسا ہے جیسا کہ ان کا ان پڑھ ہو کر کسی علم کی طرف منسوب ہونا اور نحوی منطقی کہلانا ہو۔ اسی نظر سے محققین حنفیہ وغیرہ نے کہہ رکھا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ان کا کسی مذہب کی طرف منسوب ہونا اور حنفی یا شافعی کہلانا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے علماء وقت جن کے فتویٰ پر وہ چلتے ہیں اس مذہب کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حنفی، شافعی یا اہل حدیث کہلاتے ہیں اور جہاں تک خواص یا علماء کا معاملہ ہے تو وہ ہر زمانہ کے علماء مجتہد ہو سکتے ہیں (جو کتاب وسنت سے خفی اور باریک مسائل نکال سکیں) اور مقلد بھی (جو بلا صراحت دلیل علماء سابقین کی پیروی کریں) اور ان دونوں قسموں کے مابین قسم سوم (عاملین بظواہر کتاب وسنت) بھی ہو سکتے ہیں (جن کو نہ مجتہد کہا جا سکتا ہے نہ مقلد) قسم سوم وقسم اول کے لوگ پچھلے زمانوں میں پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ کتاب وسنت سے استدلال کرنے کا قصد کریں اور پچھلے زمانوں میں اجتہاد اور عمل بالحدیث کے اسباب وآلات پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ مہیا ومیسر ہیں۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ زمانہ حال کے خواص اہل حدیث کو جو شبانہ روز درس قرآن وحدیث میں مشغول ہیں اور بلا استعانت یا باستعانت محدثین سابقین، کتاب وسنت کے اسرار ولطائف بیان کرتے ہیں اور عمدہ توجیہات سے متعارض احادیث کو باہم متوافق اور ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرتے ہیں۔ ترک تقلید سابقین میں

---

[1] محمد بہاؤالدین، ڈاکٹر، تاریخ اہل حدیث، مکتبہ ترجمان، دہلی 2007ء جلد اول ص 117

معذور نہ سمجھیں۔"۱

اہل حدیث کی تعریف:

بیان کیا جاتا ہے کہ 1322ھ/1904ء میں جماعت اہل حدیث کے اعیان وارکان لاہور میں جمع ہوئے۔ جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی بھی شامل تھے۔ اس اجلاس میں اس امر پر بحث ہوئی کہ اہل حدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہوسکتا ہے۔ طویل بحث ومباحثہ کے بعد قرار دیا گیا کہ "اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال، احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے اور جب اس کے نزدیک ثابت و محقق ہو جاوے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی معارض، مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث وآثار پر عمل کرنے کو مستعد ہو جاوے اور اس سے عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہ ہو۔"۲

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (م:1930ء) اہل حدیث کی یوں تعریف کرتے ہیں:

"اہل حدیث وہ ہوتا ہے جو حدیث سے استدلال کرتا ہو، جو حدیث کو رشد وہدایت کا ذریعہ سمجھتا ہو، جو فرمان رسولؐ کے سامنے رائے اور قیاس کو چھوڑ دیتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق ائمہ اربعہ اور ائمہ ظواہر یقیناً اہل حدیث ہیں اور مالکیہ وشافعیہ وحنابلہ واحناف کے وہ سب علمائے کرام بھی اہل حدیث ہیں جو مسائل شرعیہ میں سنت نبویہ کو حجت سمجھتے ہیں، جو حدیث رسول اکرمؐ سے استشہاد کرتے ہیں۔"۳

مسلک اہل حدیث کی تعریف ووضاحت:

مولانا ثناء اللہ امرتسری (م:1948ء) مسلک اہل حدیث کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

"اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔ ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ اجماع امت ۴۔ قیاس مجتہد سب سے مقدم قرآن مجید ہے۔ پھر علی سبیل المراتب، قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے علم لغت، قواعد صرف ونحو، علم معانی، بیان، اصول فقہ وغیرہ ذریعے ہیں۔ جو مسئلہ قرآن وحدیث کے بطریق مذکور ہماری سمجھ ناقص میں نہ مل سکے تو جس مسئلہ پر تمام امت کا اجماع ہوگا وہ قابل عمل ہے اور جو مسئلہ اس طرح بھی نہ مل سکے اس میں کسی مجتہد کا قیاس بشرائط اصول فقہ قابل عمل ہوگا۔۔۔ اور جس مجتہد کا قیاس کسی آیت یا حدیث کے خلاف نہ ہوگا اس پر عمل کریں گے اور جس کا قیاس تقاضائے شریعت کے خلاف ہوگا اسے متروک العمل جان کر عمل نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ کسی مجتہد کو منصب منصب شریعت نہیں یعنی وہ ایجاد حکم نہیں کرسکتا بلکہ مجتہد کا منصب صرف یہی ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے کسی مخفی راز کو جو عوام کی سمجھ میں نہ آوے ظاہر کردے۔"۴

مولانا ابوالقاسم بنارسی (م:1949ء) "لقب اہل حدیث" کی یوں وضاحت کرتے ہیں: "یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے۔ پہلا لفظ

---

۱ تاریخ اہل حدیث، ص117-118

۲ ایضاً ص151

۳ بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، مکتبہ قدوسیہ 2006ء، ص13

۴ امرتسری، ثناء اللہ، اہل حدیث کا مذہب، دار الکتب السلفیہ، لاہور 2006ء، ص58-60

''اہل'' ہے جس کے معنی ہیں والے، صاحب۔ دوسرا لفظ ہے حدیث۔ حدیث نام ہے کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ کا۔۔۔ قرآن کو بھی حدیث فرمایا گیا ہے اور نبیؐ کے اقوال وافعال کے مجموعے کا نام بھی حدیث ہے۔ پس اہل حدیث کے معنی ہوئے قرآن وحدیث والے۔! جماعت اہل حدیث نے جس طریقے پر حدیث کو اپنے پروگرام میں شامل کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ اس لیے اس کا حق ہے کہ وہ اپنے آپ اہل حدیث کہلائے۔'' [1]

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (م: 1956ء) یوں مسلک اہل حدیث کی وضاحت کرتے ہیں:

''نام کا تقرر تمیز وتعارف کے لیے ہوتا ہے اور صدر اول وقرون ثانی میں یعنی صحابہؓ وتابعینؒ میں اختلاف کی بنا پر مذاہب کی بنیاد نہیں پڑی تھی اور امت کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کی حدیں نہیں کھینچی گئیں تھیں بلکہ صرف کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کی تاکید تھی اور آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دیگر شخص کی شخصیت کو شریعت میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ غرض کوئی دوسرا فرقہ تھا ہی نہیں۔ اس لیے کسی سے متمیز ہونے کے لیے الگ نام کی ضرورت نہیں پڑی تھی حتیٰ کہ جب مجتہدین کے افعال کو حجت گردانا گیا اور مختلف مذاہب کی بنیادیں قائم ہوگئیں تو جن لوگوں نے طرز اول اور زمانہ سابق کی طرح ہر کسی شخص کو دین میں داخل کرنے کے بغیر صرف کتاب وسنت سے دین حاصل کرنا اپنا دستور رکھا اور راویوں کی روایت اور ان کی درایت میں فرق کیا اور اپنے عمل و اعتقاد کی بنا صرف قرآن وحدیث پر رکھی۔ وہ اہل حدیث اصحاب، اہل عصر اور محدثین کہلائے اور باقی سب یا تو اپنے امام یا مقتدا کی طرف منسوب ہوئے جس کی شخصیت کو انہوں نے دوسرے فرقوں میں حد فاصل قرار دیا'' [2]

مولانا حافظ عبداللہ روپڑی (م: 1964ء) مسلک اہل حدیث کو اصل اسلام قرار دے کر یوں بیان کرتے ہیں:

''اسلام میں تین باتیں ہیں:

ایک یہ کہ قرآن وحدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے مسلمان کسی قول یا فتوے کی رعایت نہ رکھے۔

دوسری یہ کہ اگر کسی مسئلے میں قرآن وحدیث میں فیصلہ نہ ملے تو وہاں پہ لوگوں کے فیصلے کو اپنی رائے پر مقدم کرے۔

---

[1] برصغیر میں اہل حدیث کی آمد ص 19

[2] ایضاً ص 24

تیسری بات یہ ہے کہ اگر خود قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعیین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن وحدیث کا پوچھے۔

اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے اور اسی پر آپ صحابہؓ کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب جتنا کوئی اس روش سے ہٹے گا اتنا ہی حق سے دور ہوگا اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا'' ۱؎

سید سلیمان ندویؒ (م:1953ء) تحریک اہل حدیث کی بابت یہ رائے رکھتے ہیں:

''اہل حدیث کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبیؐ کی بنیادی تعلیمات تھیں مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گزرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے۔

بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک ہمارے دوراد بار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی، وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جڑ گیا۔ حدیث نبویؐ کی تعلیم وتدریس اور تالیف واشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔۔۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبویؐ کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا، وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہو گیا۔۔۔ اس تحریک کی بنیاد تین چیزوں پر تھی۔ (۱) نصب امارت (۲) زکوٰۃ کی مرکزیت (۳) اسلام سے تمام بیرونی اثرات کو مٹا کر اس کو پھر اپنی اصلیت پر لوٹانا۔۔۔ اس تحریک کا ایک اور فائدہ ہوا کہ کدورت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے۔

۱؎ برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص 24

رفع ہو گیا اور لوگ از سرِ نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور
احادیث مبارکہ سے دلائل کی لو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے
ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفیٰ کی طرف واپسی ہوئی۔"[1]

یہ تمام تعریفیں اپنی جگہ وزن رکھتی ہیں البتہ اگر کسی کو راجح قرار دینا مقصود ہو تو سب سے پہلی تعریف اس ذیل میں آ سکتی ہے۔

---

[1] تراجم علمائے حدیث، مقدمہ، ص 35-37

فصل دوم :بر صغیر کے اھل حدیث علماء اور ان کی مساعی

مبحث اوّل :مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اوران کے تلامذہ

میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (1220ھ/1805ء۔۔۔1320ھ/1902ء)

میاں سید محمد نذیر حسین سورج گڑھ ضلع مونگیر (بہار) کے نواحی گاؤں بلتھوا میں 1220ھ/1805ء میں پیدا ہوئے۔ آپ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔اس خاندان کے افراد اہل علم وفضل تھے۔[1]

آپ نے ابتدائی تعلیم عظیم آباد، پٹنہ میں مولوی شاہ محمد حسین کے مدرسے سے حاصل کی۔میاں سید محمد نذیر حسین نے وہاں اساتذہ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا اور کتب حدیث میں مشکوٰۃ شریف پڑھی۔[2] تعلیم کی تکمیل آپ نے دہلی میں کی۔آپ نے ان اساتذہ سے مختلف علوم و فنون میں اکتساب کیا: مولانا اخوند شیر محمد قندھاری سے شافیہ، اصول اکبری، شرح کافیہ ملا جامی مع حاشیہ عبدالغفور، زواہد ثلاثہ، صدرا، شمس بازغہ کتابیں پڑھیں۔معروف ماہر معقولات جلال الدین ہروی سے میاں سید محمد نذیر حسین نے شرح سلم، حمداللہ، قاضی مبارک اور شرح مطالع پڑھیں۔مولوی کرامت علی اسرائیلی سے مطول، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف پڑھیں۔مولوی محمد بخش عرف تربیت خان مہندس سے کتب ریاضیہ کی تعلیم حاصل کی۔مولانا عبدالقادر رام پوری سے مقامات حریری اور حمیدی پڑھیں اور کچھ حصہ متنبی کا پڑھا۔احادیث کی مختلف کتابوں کا درس بھی ان سے لیا۔مولوی حکیم نیاز احمد سہسوانی جو بہت بڑے عالم اور حاذق طبیب تھے۔ان سے میاں سید محمد نذیر حسین نے علم طب میں نفیسی اور معقولات میں ملاحسن پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔[3]

میاں سید محمد نذیر حسین نے علوم متداولہ کو مکمل کرنے کے بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی اختصاصی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مسند ولی اللہی کے وارث شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے مرکز حدیث کا رخ کیا۔میاں سید محمد نذیر حسین نے شاہ محمد اسحاق سے صحاح ستہ کی تکمیل کی۔نیز تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، کنز العمال اور حافظ سیوطی کی جامع صغیر کا درس لیا۔تیرہ سال تک ان سے استفادہ کیا اور فراغت کی سند حاصل کی۔[4] شوال 1258ھ میں جب شاہ محمد اسحاق دہلوی نے اپنے بھائی شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ہمراہ مکہ مکرمہ ہجرت کی تو ان کی مسند تدریس پر میاں سید محمد نذیر حسین فائز ہوئے۔جہاں وہ 1270ھ تک علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے لیکن بعد میں صرف تفسیر، حدیث اور فقہ تک اپنے آپ کو محدود رکھا۔[5] مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں: ''شاہ محمد اسماعیل شہید کی اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق کا فیضان جاری ہوگیا۔جن سے شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین مستفیض ہوکر دہلی ہی کی مسند تحدیث

۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند،ص 134

۲۔ دبستان حدیث،ص 29

۳۔ ایضاً ص 32-37

۴۔ ایضاً ص 33

۵۔ تراجم علمائے حدیث ہند،ص 143

پر متمکن ہوئے۔میاں صاحب کا یہ درس ساٹھ برس تک قائم رہا۔ابتدا میں آپ تمام علوم پڑھاتے رہے مگر آخری زمانہ میں صرف تفسیر و حدیث پر کاربند رہے۔میاں صاحب کے اس مدرسہ (واقع پھاٹک حبش خان) میں ہندوستان و بیرون ممالک ہر جگہ کے طالب علم تھے۔جن میں بے شمار حضرات مسند تحدیث کے مالک بنے۔ان میں سے بعض نے حدیث کی خدمت میں وہ حصہ لیا جس کا تذکرہ رہتی دنیا تک (ان شاء اللہ العزیز) رہے گا۔"[1]

آپ کے نمایاں تلامذہ کے نام یہ ہیں: مولانا حافظ ابومحمد ابراہیم آروی مرحوم موسس مدرسہ احمدیہ آرہ، حضرت شاہ عین الحق ،علامہ شمس الحق ڈیانوی صاحب "عون المعبود"، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی، شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، عارف باللہ سید عبداللہ صاحب غزنوی، امام صاحب مولانا عبدالجبار اور آپ کے دوسرے بھائی مولوی امیر حسن محدث سہسوانی، مولوی نواب وحید الزماں، مولوی بدیع الزماں، مولوی ابوتکی محمد شاہ جہاں پوری، مولوی عبدالرحیم شرر لکھنو، مولوی اکرام حسین کاکوری، حافظ عبیدالرحمان عمرپوری وغیرہ[2]

میاں سید محمد نذیر حسین کی اصل دلچسپی تو تدریس میں تھی۔اس لیے آپ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔آپ کی علمی یادگار فتاوٰی نذیریہ (تین جلدیں) اور "معیار الحق" ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے بے شمار فتاوٰی ہیں جن کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں: "اگر میرے فتوے کی نقلیں رکھی جاتیں تو چار فتاوٰی عالمگیری کے برابر ہوتیں۔"[3] ان کے اولین سوانح نگار مولانا فضل حسین بہاری نے ان کے رسائل وکتب کے نام لکھے ہیں جن میں سے چند نام یہ ہیں: الایمان یزید وینقص، پیری مریدی، سماع وغنا و مزمیر، توثیق عبادہ بن صامت در قرأت فاتحہ خلف الامام، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ قابل تعظیم تھے۔تحقیق حدیث جابر بن سمرہ در باب رفع الیدین، لفظ ما کی تحقیق نسبت ما اھل لغیر اللہ، جواب جانور منذور لغیر اللہ، جواب مسئلہ استواء، تقویۃ الایمان (مصنفہ مولانا اسماعیل شہید) کی توثیق، دیہات میں جمعہ کی نماز، چلتی ہوئی گاڑی میں نماز، قرأت فاتحہ خلف الامام کی تحقیق بحوالہ محلّٰی، شرح موطا شیخ سلام اللہ حنفی[4]

'معیار الحق' جو رد تقلید کے موضوع پر ہے۔اس کے بارے مصنف الحیاۃ بعد المماۃ لکھتے ہیں: "یہ کتاب رد تقلید میں ہے۔اس کے لکھنے میں نہایت ہی تنقیح سے کام لیا گیا ہے اور رطب و یابس سے قطعاً احتراز کیا گیا ہے۔جن کتابوں سے استشہاد کیا گیا ہے وہ انہی ماہرین فن کی کتابیں ہیں جن کو اس فن خاص میں خاص ملکہ حاصل تھا اور جو اپنے فن کے مسلم امام ہوں، محدث ہوں یا فقیہہ، ائمہ رجال ہوں یا اصولی صوفی ہوں یا ادیب، سب فن خاص کے منتخب اور مسلم الثبوت امام ہیں۔"[5]

---

1. نوشہروی، امام خان، ابویحیٰ، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، مکتبہ نذیریہ، لاہور 1993ء، ص 19-20
2. تراجم علمائے حدیث ہند، ص 144
3. بہاری، فضل حسین، مولانا، الحیاۃ بعد المماۃ، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل ،1984، ص 370
4. ایضاً، ص 375
5. ایضاً، ص 294

شمس العلماء کا خطاب

حکومت برطانیہ کی طرف سے 21 محرم 1315ھ/22 جون 1897ء کو میاں نذیر حسین کو "شمس العلماء" کا خطاب ملا تھا لیکن وہ اس کو باعث عزت نہ سمجھتے تھے بلکہ اپنے حال ہی میں خوش تھے۔ مولانا فضل حسین بہاری اس واقعہ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں: "شمس العلماء کے خطاب کا تذکرہ کوئی شخص میاں صاحب کے روبرو کرتا تو آپ نہایت سادگی سے فرماتے کہ میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے! ہمارے لیے تو پورا خطاب قرآن مجید میں حنیفاً مسلماً کا موجود ہے۔ دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے۔ یہ گویا ان کی خوشنودی کا اظہار ہے۔ مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا! میں نہایت خوش ہوں کہ ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے۔ بھائی سادات کے لیے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔"۲

مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی نے 10 رجب 1320ھ/13 اکتوبر 1902ء کو وفات پائی اور دہلی کے شیدی پورہ قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔۳

ان کی وفات پر علمی و دینی حلقوں میں شدید افسوس کا اظہار کیا گیا اور ان کی خدمات کو سراہا گیا۔ مختلف اخبارات نے مضامین لکھے۔ اخبار "دارالعلوم" دہلی مطبوعہ 17 اکتوبر 1903ء میں ایک مضمون بعنوان "وفات حسرت آیات جناب شمس العلماء مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی" چھپا۔ جس میں لکھا گیا: "بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ 13 اکتوبر کی شام کو شمس العلماء حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ منحوس شام مسلمانان عالم میں قیامت تک یادگار رہے گی۔ جس میں حدیث نبوی ﷺ کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ آہ اے بدنصیب قوم! تیرے سارے فخر مٹ گئے۔ تجھے ناز تھا کہ اس گئے گزرے زمانے میں تو ایسے عظیم الشان شخص کا وجود باوجود رکھتی ہے جو شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسحاق صاحب کی بابرکت مجلس کا فیض یافتہ اور حدیث و فقہ اسلام کا لاثانی عالم تھا۔ جس نے دس نہیں اکٹھے پچھتر سال سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا ہو۔ جس کے متبرک حلقہ درس سے قال رسول اللہ ﷺ کی آوازیں اس پچھتر سال میں ایک دن بھی خاموش نہ ہوئی ہوں۔"

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (1270ھ/1854ء۔۔۔1338ھ/1919ء)

مولانا عبدالعزیز 1270ھ/1854ء میں رحیم آباد ضلع پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام احمد اللہ تھا۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید اور اس کے ساتھ فارسی میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ فارسی میں خط و کتابت کر سکتے تھے۔
آپ کے ابتدائی اساتذہ میں مولانا عظمت اللہ، مولانا محمود عالم، مولانا یحییٰ بہاری شامل ہیں۔ اکیس سال میں آپ نے درس نظامی کی تکمیل کر

۱۔ دبستان حدیث، ص 50

۲۔ الحیاۃ بعد المماۃ، ص 103

۳۔ دبستان حدیث، ص 98

۴۔ عراقی، عبدالرشید، چالیس علمائے اہل حدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور 2003ء، ص 89

لیا۔ا بعدازاں دینیات کی اعلیٰ تعلیم کے لیے 1290ھ (1873ء) میں حضرت میاں نذیر حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاں دو سال ٹھہرے۔ ان سے صحاح ستہ کے علاوہ مؤطا امام مالک، سنن دارمی، جامع صغیر، ہدایہ، جلالین اور اصول حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ منطق، فلسفہ، معانی صرف ونحو اور دیگر علوم کی کتابیں بھی مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ 1293ھ (1875ء) کو حضرت میاں نذیر حسین سے سند فراغت لی۔۲

میاں نذیر حسین سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا رحیم آبادی اپنے وطن رحیم آباد تشریف لے گئے اور ایک دینی مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی بنیاد رکھی اور پچاس طلبا کے تمام اخراجات خود برداشت کیے۔ مدرسے کی شہرت سن کر جوق در جوق طلبا آپ کی خدمت میں پہنچے اور فیض یاب ہوئے۔۳

آپ کی علمی قابلیت مسلمہ تھی۔ جس کا اظہار مناظرہ مرشد آباد میں ہوا۔ مرشد آباد بنگال کا شہر ہے یہاں 1305ھ (1888ء) میں ایک مناظرہ بعنوان ''وجوب تقلید'' ہوا جو پانچ روز تک جاری رہا۔ اس میں ہزاروں سامعین نے شرکت کی۔ اہل حدیث اور احناف کے بہت سے علمائے کرام نے بھی اس میں شرکت کی۔ احناف کی طرف سے ہر روز مناظر بدلتے رہے۔ حتیٰ کہ مولانا ہدایت اللہ منطقی جونپوری اور مولانا عبدالحق مصنف تفسیر حقانی ایسے مشہور علماء بھی مناظرے میں شریک ہوئے۔ اہل حدیث علماء کی طرف سے مولانا رحیم آبادی اکیلے مناظر تھے جو پانچ روز احناف کے معروف علماء کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے بنگال میں مولانا رحیم آبادی کے علم وفضل کی دھوم مچ گئی۔ خود میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے ان کو داد دی۔۴

مولانا رحیم آبادی جماعت مجاہدین سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ان کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں: ''مولانا کے مزاج میں عجیب تنوع تھا۔ ایک طرف وہ علماء حضرات کے ساتھ اہل حدیث کانفرنس کے سٹیج پر کام کرتے، دوسری طرف مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، صوفی ولی محمد مرحوم فتوحی والا، اکبر شاہ آف ستھانہ، مولوی الٰہی بخش بمباں والا، قاضی عبدالرحیم صاحب، قاضی عبداللہ اور قاضی عبدالرؤف (قاضی کورٹ) اور مولانا عبدالقادر قصوری کے ساتھ جماعت مجاہدین کا کام کرتے تھے اور یہ کام اس رازداری اور خوب صورتی سے ہوتا تھا کہ انگریز کی عقابی نگاہیں اس کا سرغ نہ لگا سکیں۔۵

1906ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس قائم ہوئی۔ اس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م: 1918ء) اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری مقرر ہوئے۔ کانفرنس کو متعارف کرانے کے لیے تین علمائے کرام کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کے ذمے کانفرنس کو پورے برصغیر میں متعارف کرانا تھا۔ کمیٹی کے ارکان یہ تھے: مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا حافظ عبدالعزیز رحیم

---

۱ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 90

۲ دبستان حدیث، ص 149

۳ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 90

۴ دبستان حدیث، ص 157

۵ ایضاً ص 167

آبادی۔

چنانچہ ان تینوں علمائے کرام نے پورے ہندوستان کا دورہ کرکے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو متعارف کرایا۔[1]

آپ ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔آپ کی اہم تصانیف یہ ہیں:

(۱) حسن البیان فیما فی سیرت النعمان، یہ کتاب مولانا شبلی نعمانی (م:1914ء) کی کتاب ''سیرت النعمان'' کا جواب ہے۔

(۲) سواء الطریق، یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔اس میں مشکوٰۃ المصابیح سے بخاری و مسلم کی روایتوں کو الگ کرکے ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۳) ہدایۃ المعتدی فی القرأۃ المقتدی، یہ کتاب وجوب فاتحہ خلف الامام کے متعلق ہے۔

(۴) مناظرہ مرشد آباد، یہ مرشد آباد، بنگال کے مناظرہ کی روداد ہے۔[2]

مولانا رحیم آبادی کی وفات رجب 1338ھ/1914ء میں ہوئی۔[3]

مولانا عبدالرحمان مبارک پوری (1283ھ/1865ء---1353ھ/1935ء)

ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) کے شہر مبارک پور میں جو نامور علماء پیدا ہوئے' ان میں نمایاں مولانا عبدالرحمان مبارک پوری ہیں۔آپ سید میاں نذیر حسین کے ان تلامذہ میں سے ہیں جنھوں نے علم حدیث کی خدمت میں بہت شہرت حاصل کی۔ خدمت حدیث میں آپ کی مشہور تصنیف جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی (عربی)'' ہے۔جسے عالم اسلام میں بہت مقبولیت ملی ہے۔مولانا عبدالرحمان مبارک پوری کی ولادت 1283ھ/ 1865ء میں مبارک پور کے محلّہ صوفی پورہ میں ہوئی۔ان کا گھرانہ فضل وکمال کا گھرانہ تھا۔آپ کے والد گرامی نامور عالم دین تھے۔مولانا نے اسی گھرانے اور ماحول میں پرورش پائی۔[4]

آپ کے اساتذہ میں مولوی خدابخش اعظم گڑھی، مولانا محمد سلیم پھریاوی، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا قاضی محمد مچھلی شہری، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی، علامہ شیخ حسن بن محسن انصاری الیمانی شامل ہیں۔[5] مولانا عبدالرحمان مبارک پوری نے اپنے استاد حافظ عبداللہ غازی پوری کے مشورے سے مولانا سید نذیر حسین سے استفادہ کیا۔آپ ان کے پاس دلی تشریف لائے اور ان سے بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، اواخر نسائی، اوائل ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح، بلوغ المرام، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، اوائل ہدایہ اور نخبۃ الفکر کا اکثر حصہ پڑھا۔نیز سوا چھ پاروں کا قرآن مجید کا ترجمہ سنایا اور کتب مذکورہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث وتفسیر وفقہ کی سند حاصل کی۔[6]

---

[1] چالیس علمائے اہل حدیث،ص89

[2] ایضاًص93-94

[3] ایضاًص94

[4] دبستان حدیث،ص183

[5] تراجم علمائے حدیث ہند،ص401

[6] دبستان حدیث،ص185

تحصیل علم کے بعد آپ نے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔جن میں دارالتعلیم مبارک پور،مدرسہ بلرام پور (گونڈہ)، مدرسہ احمدیہ آرہ (مدراس)، مدرسہ دارالقرآن والسنۃ (کلکتہ) شامل ہیں۔[1]

مولانا عبدالرحمان مبارک پوری نے بائیس تیئیس سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔اس دوران کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا جن میں نمایاں یہ ہیں:

مولانا عبدالسلام مبارک پوری، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی، مولانا عبیداللہ رحمانی، مولانا نذیر احمد املوی، محترمہ رقیہ بنت علامہ خلیل عرب، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا حکیم عبدالسمیع مبارک پوری، مولانا عبداللہ نجدی، مولانا شاہ محمد سریانوی اور مولانا حکیم عبدالرزاق مبارک پوری وغیرہ[2]

فن حدیث میں آپ کو کافی درک تھا۔مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م: 1911ء) نے سنن ابی داؤد کی شرح ''عون المعبود'' کے سلسلے میں آپ کی خدمات حاصل کی تھیں۔[3] آپ کی ذاتی تصانیف میں سب سے اہم تصنیف ''تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی'' ہے۔یہ شرح چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ایک جلد میں مقدمہ ہے جو کہ تین سو چوالیس (344) صفحات پر مشتمل ہے۔مقدمہ کے آخر میں حضرت مولانا عبدالرحمان مبارک پوری کے مختصر حالات زندگی، مولانا ابوالفضل عبدالسمیع کے لکھے ہوئے ہیں۔دوسری نمایاں کتاب ''ابکار المنن فی تنقید آثار السنن'' ہے۔اس کتاب میں مولانا ظہیر احمد احسن شوق نیموی (م؛ 1322ھ) کی کتاب آثار السنن (جزو اول) پر تنقید کی گئی ہے۔تیسری نمایاں کتاب ''تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام'' ہے۔اس میں احادیث کی رو سے ثابت کیا گیا ہے کہ نماز میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔چوتھی نمایاں کتاب ''نورالابصار'' ہے جو کہ دیہات میں جمعہ پڑھنے کے متعلق ہے۔اس کے علاوہ آپ کے اہم کتب ورسائل میں شرح کتاب العلل ترمذی، الدرالمکنون فی تائید خیر الماعون، ارشادالھائم الی منع خصاء البھائم، الوشاح الابریزی فی حکم الدواء الانکلیزی، خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون، کتاب الجنائز اور رسالہ عشر شامل ہیں۔[4] آپ کی وفات 16 شوال 1353ھ/22 جنوری 1935ء کو ہوئی۔آپ کو آبائی قبرستان مبارک پور میں دفن کیا گیا۔[5]

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (1295ھ/1878ء۔۔۔1381ھ/1961ء)

مولانا ابوسعید شرف الدین بن چودھری امام الدین قوم راجپوت 1878ء میں گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ان کی والدہ کی وفات کے بعد ان کی خالہ انہیں شاہ پور (سرگودھا) لے گئیں۔[6] ابتدائی تعلیم شاہ پور میں ہی حاصل کی۔مزید استفادہ علم درج ذیل علماء سے کیا:

---

[1] چالیس علمائے اہل حدیث، ص 141

[2] دبستان حدیث، ص 188

[3] چالیس علمائے اہل حدیث، ص 142

[4] دبستان حدیث، ص 190-191

[5] ایضاً ص 205

[6] تراجم علمائے حدیث ہند، ص 181

مولانا عبدالحق صاحب محدث ملتانی سے شرح تہذیب، شرح جامی اور مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصہ، مولوی سلطان محمود سے ترجمہ قرآن مجید، مولوی خلیل الرحمان سے قطبی، میر قطبی، ہدیہ سعیدیہ، شرح ہدایۃ الحکمت، میبذی، نورالانوار، تفسیر جامع البیان اور مشکوٰۃ شریف کے تین ربع، بعد ازاں مولانا عبدالحق ملتانی سے مزید استفادہ کرتے ہوئے جامع ترمذی، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے چند اجزاء پڑھے۔[1]

اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور مندرجہ ذیل اساتذہ سے استفادہ کیا: حافظ عبداللہ بیگ، مولوی حکیم ابراہیم سنبھلی، ڈاکٹر نذیر احمد خان، حکیم عبدالرشید خان، حافظ عبدالوہاب نابینا، مولوی منفعت علی، مولانا محمد بشیر سہسوانی۔ اجازہ اور سنن حدیث آپ نے شیخ حسین عرب یمنی سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا شمس الحق بینوی سے بھی فیض یاب ہوئے۔[2]

تحصیل علم کے بعد دتاؤلی (ضلع اعظم گڑھ) میں مولانا محمد یونس خاں کے دو صاحب زادوں مولوی محمد انس خان اور مولوی محمد مونس خان کو صرف ونحو کی بنیادی کتابوں سے لے کر حدیث تک پڑھایا۔ پھر مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں فریضہ تدریس سرانجام دیا۔ کچھ عرصہ استاد گرامی میاں نذیر حسین کی مسند درس پر بھی فائز رہے۔ بعد ازاں دہلی کے پھاٹک حبش خان میں تین ربیع الاول 1350ھ (20 جولائی 1931ء) کو ''مدرسہ سعیدیہ عربیہ'' کے نام سے اپنا مدرسہ جاری کیا۔[3]

برصغیر کی تقسیم تک مدرسہ جاری رہا۔ اس دوران کثیر تعداد میں طلبا نے آپ سے استفادہ کیا۔ جنہوں نے آگے چل کر شہرت و ناموری حاصل کی۔ آپ کے نمایاں شاگردوں میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، ان کے بڑے بھائی حافظ عبداللہ بھوجیانی، مولانا عبدالعزیز سعیدی، سید محب اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین راشدی، مولانا علی محمد سعیدی (مرتب فتاوٰی اہل حدیث) اور دیگر لاتعداد حضرات شامل ہیں۔ مولانا شرف الدین دہلوی کم وبیش ساٹھ سال مسند درس پر فائز رہے۔[4]

آپ کو تصنیف وتالیف کا ذوق تھا۔ اس حوالے سے آپ کی نمایاں خدمات یوں ہیں:

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ: یہ مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے۔ یہ شرح انہوں نے ڈپٹی نذیر احمد کی نگرانی میں مکمل کی تھی۔ اس کی پہلی جلد چھپ گئی تھی۔ دوسری جلد کا مسودہ مطبع مجتبائی، دہلی کے پاس تھا کہ تقسیم برصغیر ہوگئی اور وہ چھپ نہ سکا۔ یہ مسودہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے حاصل کرلیا اور مزید دو حصوں کو مکمل کر کے اس کو چار حصوں میں شائع کیا۔

صحیح بخاری میں مندرج آیات کی تخریج اور جمع وتدوین

شرح ابن ماجہ کے چند اجزاء

برہان العجاب فی فرضیۃ ام الکتاب: یہ مولانا محمد بشیر سہسوانی کی تصنیف ہے۔ مولانا شرف الدین دہلوی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

---

[1] تراجم علمائے حدیث، ص181

[2] ایضاً، ص181-182

[3] ایضاً، ص182

[4] دبستان حدیث، ص228

برق اسلام: یہ حافظ محمد اسلم جیراج پوری کی کتاب ''علم حدیث'' کا جواب ہے۔

خدا پرستی: جو کہ ''شخصیت پرستی'' کے جواب میں ہے۔

''فتاویٰ ثنائیہ'' از مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعدد مقامات پر طویل حواشی لکھے اور بعض فتووں میں اضافہ کیا۔

حجیت حدیث کے سلسلے میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں تحقیقی مقالے لکھے۔

مسند امام احمد بن حنبل پر کچھ کام کیا گیا تھا۔[1]

تقسیم برصغیر کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ مختلف مقامات پر رہے۔ پھر کراچی میں اقامت پذیر ہوگئے اور اپنے انتقال (21 جولائی 1961ء) تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔[2]

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (1291ھ/1874ء۔۔۔1375ھ/1956ء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جید عالم دین تھے۔ مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے انہوں نے استفادہ کیا تھا۔ ان کی کاوشوں سے صوبہ پنجاب بلکہ برصغیر میں مسلک اہل حدیث کو فروغ ملا۔ مولانا محمد ابراہیم اپریل 1874ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قادر بخش میر علمائے اہل حدیث سے ربط وضبط رکھتے تھے۔ 1895ء میں مولانا ابراہیم میر نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم مولانا غلام حسین سے حاصل کی۔ میٹرک کے بعد مرے کالج (سیالکوٹ) میں داخلہ لیا۔ علامہ اقبال ان کے ہم جماعت تھے۔ دونوں نے مولانا میر حسن سے استفادہ کیا۔ اسی دوران حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے کہنے پر ان کے والد نے انہیں 1896ء میں وزیر آباد بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے تفسیر و حدیث اور مروجہ دینی تعلیم مکمل کی۔[3]

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے فیض یاب ہونے کے بعد مولانا ابراہیم، میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کے بعد حدیث کی سند اور اجازت لی۔ مولانا سیالکوٹی ان کے آخری دور کے شاگرد ہیں۔[4]

تحصیل علم کے بعد سیالکوٹ میں والد گرامی کی تعمیر کردہ مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو وقفوں وقفوں سے چلتا رہا۔[5] مولانا سیالکوٹی سے بے شمار طلبا نے استفادہ کیا، جن میں سے نمایاں یہ ہیں: مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولوی عصمت اللہ مبارک پوری، مولوی عبید الرحمان مبارک پوری، مولانا عبدالمجید سوہدروی، مولانا عبدالصمد حسین آبادی، مولوی عبدالواحد سیالکوٹی۔[6]

مولانا سیالکوٹی نے جماعت اہل حدیث کے نظم کو قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ 1906ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی آ...

1۔ دبستان حدیث، ص 228-229

2۔ ایضاً ص 230

3۔ بھٹی، محمد اسحاق، قافلہ حدیث، مکتبہ قدوسیہ 1996ء، ص 106-107

4۔ ایضاً ص 107

5۔ ایضاً ص 108

6۔ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 227

(مدراس) میں تشکیل ہوئی۔ مولانا سیالکوٹی اس کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے۔ کانفرنس کو متعارف کرانے کے لیے سہ رکنی وفد تشکیل دیا گیا جو مندرجہ ذیل علماء پر مشتمل تھا۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی۔[۱]

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سعی و تجویز سے 1919ء کے آخر میں ہندوستان کے علمائے کرام کی تنظیم ''جمعیت علمائے ہند'' قائم ہوئی تو مولانا سیالکوٹی اس میں شامل تھے۔ ''جمعیت علمائے ہند'' سیاسی طور پر کانگرس کی حامی تھی۔ مولانا سیالکوٹی کو اس کی پالیسی سے اتفاق نہ تھا۔ وہ مسلم لیگ کے حامی اور تحریک پاکستان کے ہمنوا تھے۔ انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر ''جمعیت علمائے اسلام'' قائم کر لی جس کے صدر مولانا عثمانی اور نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا۔ بعد ازاں مولانا سیالکوٹی نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا اور قیام پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کی۔[۲] مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی ایک قابل مصنف و مولف تھے۔ مختلف موضوعات کے متعلق ان کی چوراسی (84) کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ جن میں سے تین غیر مطبوعہ ہیں: تحفۃ الاذکیا وطرفۃ الاصفیاء فی الاعتبار والاقتباس باحوال الانبیاء، خیر الخلائق والخصائل، تائید ودودی در مخاطبت مودودی مطبوعہ کتب میں سے چند اہم کتب کا نام و مختصر تعارف درج ذیل ہے:

واضح البیان فی تفسیر ام القرآن: یہ سورۃ فاتحہ کی مفصل تفسیر ہے۔

تفسیر سورۃ کہف: یہ اس سورۃ کی علمی اور تحقیقی تفسیر ہے۔

تبصیر الرحمٰن فی تفسیر القرآن: پہلے تین پاروں کی تفسیر ہے۔

تفسیر القرآن: اس میں تفسیر قرآن کے متعلق اصول وضوابط بیان کیے گئے ہیں۔

سیرت المصطفیٰ ﷺ: دو جلدوں میں حضور پاک ﷺ کی سیرت کا بیان ہے۔

احکام المرام باحیاء مآثر علماء اسلام: اس میں ائمہ اربعہ سمیت بائیس فقہاء و محدثین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

تاریخ اہل حدیث: 448 صفحات پر مشتمل مولانا سیالکوٹی کی معروف کتاب ہے۔ جس میں اہل حدیث مسلک کا پس منظر اور تاریخ بیان کی گئی ہے۔

شہادۃ القرآن: جس میں قرآن مجید، صحیح احادیث، اجماع امت اور لغوی قرائن واستشہادات کی روشنی میں حیات مسیحؑ کے دلائل دیے گئے ہیں۔ اس کا پورا نام ''شہادۃ القرآن باعلی النداء المسیح رفع حیا الی السماء'' قادیانیت کی تردید پر ایک بے مثل کتاب ہے۔

تائید القرآن بجواب تاویل القرآن: ایک عیسائی پادری کی کتاب ''تاویل القرآن'' کا جواب بادلائل دیا گیا ہے۔

پیغام ہدایت در تائید مسلم لیگ: یہ گیارہ مضامین کا مجموعہ ہے جس میں تحریک پاکستان کی تائید کی گئی ہے۔[۳]

مولانا محمد اسحاق بھٹی ان کی خدمات کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں: ''وہ قادر الکلام مقرر، وسیع العلم مصنف اور کثیر المطالعہ عالم تھے۔ اپنے ہم عصروں میں وہ بڑے ذہین وطباع اور نکتہ رس تھے۔ ان کے پر تاثیر مواعظ اور بلاغت بیان کی کشمیر سے راس کماری تک دھوم تھی۔ دور ع

۱۔ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 228

۲۔ قافلہ حدیث، ص 110-111

۳۔ قافلہ حدیث، ص 111-121

اسلام کے لیے ان کی تگ وتازِ مجاہدانہ نے آدھی صدی سے زیادہ عرصہ تک اس دور کے ہندوستان کا احاطہ کیے رکھا۔ ملک کے علمی حلقوں میں ان کی آواز کو ہمیشہ پذیرائی حاصل رہی۔"[1]

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے 12 جنوری 1956ء کو وفات پائی۔ سیالکوٹ میں مدفون ہیں۔[2]

---

[1] قافلہ حدیث ص 121

[2] ایضاً ص 122

مبحث دوم: نواب سید محمد صدیق حسن خاں اور ان کی خدمات

نواب سید محمد صدیق حسن خاں بہت بڑے مفسر، محدث، محقق اور مبلغ اسلام تھے۔ انہوں نے برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے نہ صرف خود خامہ فرسائی کی بلکہ دوسرے علماء سے بھی اس ضمن میں خدمات حاصل کیں۔

نواب سید محمد صدیق حسن خاں کا آبائی تعلق قنوج شہر (انڈیا) سے تھا۔ آپ کی پیدائش ننھیال ساکن بانس بریلی میں 19 جمادی الاول 1248ھ (14 اکتوبر 1832ء) کو ہوئی۔[1] آپ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی سید اولاد حسن (1210ھ۔۔۔1253ھ) صاحب علم وتقویٰ تھے۔ انہوں نے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علم حاصل کیا اور سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کلکتہ سے لاہور اور شمال سے دکن تک کے اکثر علماء وامراء آپ سے واقف تھے۔ آپ کی تبلیغی مساعی سے قنوج واطراف قنوج کے دس ہزار سے زائد باشندے مسلمان ہوئے تھے۔[2]

نواب سید محمد صدیق حسن خاں بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ان کی والدہ محترمہ نے کی تھی۔[3] ان کی والدہ محترمہ نے ان کی پرورش نیکی کے ماحول میں کی تھی۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں: ''میں سات برس کا تھا۔ میرے گھر کے دروازے پر مسجد تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ صبح کے وقت اذان ہوتے ہی والدہ مرحومہ مجھے بیدار کرا دیتیں اور وضو کر کے مسجد بھیج دیتی تھیں اور گھر میں نماز کبھی نہ پڑھنے دیتی تھیں۔ اگر نیند کی سستی کی وجہ سے نہ اٹھتا تو منہ پر پانی ڈال دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بچپن ہی سے نماز کی عادت پڑ گئی۔ شاید دس برس کی عمر میں والدہ نے روزہ رکھوایا اور اس وقت سے روزہ رکھنے کی عادت پڑ گئی۔''[4]

ابتدائی تعلیم گھر ہی میں معلم سے حاصل کی۔ انہی سے انہوں نے قرآن مجید اور گلستان وبوستان وغیرہ پڑھیں۔[5] آپ کے گھر میں کتب خانہ موجود تھا۔ کتب خانہ کی کتابوں کو دھوپ دینے کے لیے جب آپ کا خاندانی ملازم شیخ حسینی انہیں دھوپ میں رکھتا تھا تو آپ ان کتابوں کو الٹ پلٹ کرتے اور ان کی ورق گردانی کرتے۔ حالانکہ اس وقت آپ کو کتابیں پڑھنا نہیں آتی تھیں اور نہ ہی ان کتابوں کی اہمیت اور علم سے آپ آشنا تھے۔[6]

نواب سید محمد صدیق حسن خاں کچھ بڑے ہوئے تو اپنے محلے کے مدرسے میں باقاعدہ حصول علم کا آغاز کیا۔ بڑے بھائی سید احمد حسن عرشی (1246ھ۔۔۔1277ھ) سے چند ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ان کے والد کے مرید سید احمد علی انہیں اپنے وطن فرخ آباد لے گئے۔

---

[1] محمد صدیق حسن خاں، نواب، ابقاء المنن بالقاء المحن، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور 2008ء، ص 26

[2] ایضاً ص 26

[3] ایضاً ص 26

[4] ایضاً ص 39

[5] ایضاً ص 36

[6] ایضاً ص 37

فرخ آباد میں مولانا محمد حسین اور دیگر اساتذہ سے کافیہ، شرح جامی، درمختار، مشکوٰۃ وغیرہ پڑھیں۔ بعدازاں کان پور میں ملا محمد مراد بخاری اور مولوی محمد محب اللہ سے کسب فیض کیا۔۱

1269ھ (1853ء) میں نواب سید محمد صدیق حسن خاں عازم دہلی ہوئے۔ وہاں مفتی صدرالدین آزردہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سال آٹھ مہینے ان سے تحصیل علم میں مشغول رہے۔ ان سے تفسیر، حدیث وفقہ کے علاوہ عقلی علوم کی تحصیل کی اور ان سے سند لی۔ مفتی صدرالدین کے علاوہ جن قابل قدر علماء سے علوم تفسیر وحدیث کا اجازہ آپ کو حاصل ہوا ان میں سے نمایاں یہ ہیں:

۱۔ شیخ زین العابدین بن محسن محمد انصاری

۲۔ قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی کے شاگرد رشید شیخ عبدالحق نیوتنی بنارسی

۳۔ شیخ حسین عرب یمنی

۴۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے بھائی شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی۔ ان سے بذریعہ خط اجازہ حدیث حاصل کی۔

نواب سید محمد صدیق حسن خاں بڑے ذہین وفطین تھے۔ علم کا شوق بھی بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اکیس برس کی عمر میں تمام مروجہ علوم پڑھ لیے تھے۔۲ تحصیل علم کے بعد معاش کی فکر ان کو ریاست بھوپال لے گئی۔ وہاں عہدہ میر وبیر پر فائز ہوگئے لیکن اس عہدہ سے ایک سال بعد ان کی معزولی ہوگئی اور واپس گھر چلے آئے۔۳

اس زمانے میں ریاست بھوپال کی نواب سکندر بیگم تھیں۔ انہوں نے نواب صدیق حسن خان کو قنوج سے دوبارہ طلب کیا تو آپ بھوپال کی طرف روانہ ہوئے لیکن بروقت نہ پہنچ سکے تو بعض حاسدوں کی وجہ سے ملازمت کا حکم منسوخ کردیا گیا۔ آپ 18 نومبر 1858ء کو ریاست ٹونک آ گئے۔ ریاست کے نواب محمد وزیر خان نے انہیں پچاس روپے ماہانہ تنخواہ پر ملازم رکھ لیا۔ آپ کو ریاست ٹونک کا ماحول پسند نہ آیا۔ اس لیے تھوڑے عرصہ کے بعد چار ماہ کی رخصت کے لیے درخواست دے دی۔ اسی دوران بھوپال کی والیہ نواب سکندر بیگم کی طرف سے پھر بلاوا ملا۔ 27 اگست 1859ء کو نواب صدیق حسن خان بھوپال پہنچے۔ پچھتر روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی اور ریاست بھوپال کی تاریخ نگاری ان کے سپرد ہوئی۔ 18 مارچ 1861ء کو آپ کی پہلی شادی ریاست کے مدارالمہام مولانا جمال الدین کی بڑی بیٹی سے ہوئی۔ نواب صاحب نے اپنے خاندان کو بھی بھوپال بلالیا۔۵

نواب سکندر بیگم کے انتقال کے بعد ان کی بیٹی نواب شاہ جہاں بیگم ریاست کی حکمران بنیں۔ وہ بیوہ تھیں۔ انہوں نے نواب صدیق حسن

---

۱ تراجم علمائے حدیث ہند، ص 279

۲ دبستان حدیث، ص 265

۳ ایضاً ص 266

۴ تراجم اہل حدیث ہند، ص 282

۵ دبستان حدیث، ص 266

خان کی قابلیت اور دیانت سے متاثر ہوکر 1871ء میں آپ سے نکاح کرلیا اور انہیں امور سلطنت میں شریک کرلیا۔[1]

نواب صدیق حسن خان نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے رفاہی کام کیے۔ اس کے علاوہ علم کے فروغ کے لیے اقدامات اور وضائف کا اجراء کیا۔ نواب صدیق حسن خان نے مختلف اسلامی ممالک سے کثیر رقم خرچ کر کے تفسیر ابن کثیر، صحیح بخاری کی شرح فتح الباری، امام شوکانی کی نیل الاوطار کے قلمی نسخے حاصل کیے۔ انہیں اپنے خرچ پر طبع کرایا اور اہل علم اور مختلف مدارس میں مفت تقسیم کیں۔ یوں یہ کتابیں برصغیر میں اہل علم کی دسترس میں پہنچیں۔[2]

خود نواب صدیق حسن خان نے اہم کتابیں تصنیف کیں۔ نواب صاحب کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد 222 ہے۔ جو عربی، فارسی اور اردو زبان میں ہیں۔ ان کی کتب کا دائرہ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، تاریخ اور لغت نویسی تک پھیلا ہوا ہے۔[3]

یہ حقیقت ہے کہ ہر موضوع پر انہوں نے داد تحقیق دی ہے اور قابل قدر تصانیف چھوڑی ہیں۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں: "میری تصنیفات جب بلاد عرب و عجم میں منتشر اور مروج ہوئیں تو دور دراز کے بہت سے علمائے کرام نے کسی تعارف یا راہ و رسم کے بغیر، غائبانہ طور پر ان کی تقاریظ لکھیں اور صدہا خطوط بھیج کر کتابیں طلب کیں۔ چنانچہ میری کتابیں عدن، یمن، صنعاء، زبید، بیت الفقیہ، حدیدہ، بغداد، حرمین شریفین، مصر، قدس، دمشق، بیروت، فاران قسطنطنیہ اور فارس تک پہنچ چکی ہیں۔ اہل علم و فضل نے ان کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور کسی نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا حالانکہ ان کتب میں دلیل کا اتباع کیا گیا ہے، تقلید کی پابندی نہیں کی گئی۔"[4]

نواب صدیق حسن خاں نے فقہی مسائل پر بھی کتابیں لکھیں۔ یہ کتابیں بھی اگرچہ تینوں زبانوں میں ہیں لیکن اردو میں زیادہ ہیں جن کی تعداد تیرہ ہیں۔ فارسی میں سات اور عربی زبان میں تین کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کے نام تعلیم الصلوٰۃ، تعلیم الصوم، تعلیم الزکوٰۃ، تعلیم حج، تعلیم الذکر والدعاء، فضائل الحج والعمرۃ، روزمرۂ اسلام، حل الاسئلۃ المشکلہ، سبیل الرشاد لما یحتاج الیہ العباد وغیرہ ہیں۔ یہ کل بائیس کتابیں ہیں اور ان میں جو مسائل درج کیے گئے ہیں، وہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتابیں بھی قرآن اور حدیث کے موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔[5]

مسلک و نظریات

نواب صدیق حسن خان کتاب و سنت کے متبع تھے۔ تمام اقوال و آراء کتاب و سنت پر پیش کرتے تھے اور اقرب الی السنہ کو ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے افکار خودنوشت سوانح حیات "ابقاء المنن بالقاء المحن" میں بیان کیے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تقلید کے قائل نہیں تھے اور کتاب و سنت کی براہ راست پیروی کے قائل تھے لیکن اس میں وہ علمائے سلف کے اقوال و آراء کو مدنظر رکھتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں

1۔ دبستان حدیث، ص 267

2۔ ایضاً ص 268

3۔ تراجم علمائے حدیث ہند، ص 288

4۔ ابقاء المنن بالقاء المحن، ص 56

5۔ دبستان حدیث، ص 269-271

''میں کسی آیت کی تفسیر یا حدیث کی شرح میں جب اہل علم کے مختلف اقوال پاتا ہوں تو ان میں سے راجح اور صحیح قول کو پہچان لیتا ہوں۔ مجھے نہیں کہ جس کی تقریر و تحریر سنی دیکھی اور بظاہر چست و درست اور ہر جست نظر آئی، اسی کی فکر کی طرف جھک گیا۔ بلکہ اپنے فکر سے کام لیتا ہوں اور مختلف اقوال و مذاہب کو کتاب و سنت کی میزان میں تول کر جائزہ لیتا ہوں۔''[۱]

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''مجھے وہ مذہب پسند ہے جو دلائل کے اعتبار سے صحیح اور قوی احوط ہو اور میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اہل علم کے اقوال کے مقابلے میں قرآن و سنت کے دلائل کو ترک کر دیا جائے بلکہ اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ حتی الامکان مختلف مذاہب کے درمیاں جمع و تطبیق کی راہ تلاش کر لی جائے اور اس سب کچھ سے مقصود یہ ہے کہ میری عبادت تمام یا اکثر مذاہب کے اعتبار سے صحیح ہو اور یہ احتیاط کی بات ہے کہ مکروہ سے اس طرح بچا جائے، جس طرح حرام سے بچا جاتا ہے اور سنن کی اس طرح نگہداشت کی جائے گویا کہ وہ واجب ہیں۔''[۲]

آپ راہ اعتدال کے حامی تھے اور تمام زندگی اسی پر چلتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''ائمہ اربعہ کے مذاہب پر عبور حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے لیے دلیل کے اتباع کو پسند کیا ہے یعنی دلیل کے اعتبار سے مذہب قوی اور صحیح ہو، میں اسے اختیار کرتا ہوں خواہ وہ مذہب حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی، میں کسی مذہب کو محض تعصب کے پیش نظر رد نہیں کرتا اور نہ کسی مذہب کو محض خواہش نفس کے مطابق اخذ کرتا ہوں مثلاً مسئلہ آب میں مذہب مالک قوی ہے۔ تشہد کے صیغوں میں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ[۳] کا مذہب سب سے زیادہ صحیح ہے اور مسئلہ صفات میں امام احمد بن حنبل[۴] کا مسلک سب سے قوی ہے۔ لہٰذا میں نے انہیں اختیار کیا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس میں نے اپنی تمام تالیفات میں اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس اعتبار سے میں اپنے آپ کو حنفی کہوں یا شافعی، مالکی کہوں یا حنبلی تو کذب لازم نہیں آئے گا۔ اگر محض سنی کہوں تو بھی بالکل سچ ہے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کا محب اور خادم ہونے کی حیثیت سے اگر میں اپنے آپ کو ان میں سے کسی امام کی طرف منسوب کروں تو بھی درست ہے۔ چنانچہ سلف امت کی طرف ائمہ علم کی اکثر نسبتیں اسی قبیل سے ہیں۔''[۵]

مسئلہ تقلید جو کہ احناف اور اہل حدیث میں مابہ النزاع ہے۔ اس حوالے سے وہ رقم طراز ہیں: ''اگر کسی مجتہد نے کسی دلیل کے نہ ملنے یا نہ معلوم ہونے کی صورت میں کسی شی پر اپنے اجتہاد، رائے، قیاس سے حکم لگایا اور بعد میں کسی دوسرے شخص پر قرآن و حدیث سے واضح ہو گیا تو

---

[۱] ابقاء المنن بالقاء المحن، ص 69

[۲] ایضاً ص 64-65

[۳] امام، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (80ھ-150ھ) آپ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ اساتذہ کرام میں حماد بن ابی سلمان، عامر بن شرحبیل اور عطاء بن ابی رباح ایسے اکابر شامل ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ میں سے نمایاں امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں۔ (وفیات الاعیان 5:456)

[۴] امام احمد بن محمد بن حنبل (164ھ-241ھ) آپ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ آپ نے احادیث کا مجموعہ ''مسند'' مرتب فرمایا جس میں چالیس ہزار سے زیادہ احادیث ہیں۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (المنجد فی الاعلام ص 9)

[۵] ابقاء المنن بالقاء المحن، ص 67-68

وہ مجتہد معذور ہے لیکن اسے جہد وسعی کا ایک اجر ضرور ملے گا۔ مگر وہ شخص جسے آیت قرآن یا سنت صحیح پہنچ گئی ہرگز معذور نہیں ہوگا۔ اگر وہ ودانستہ نص کی مخالفت کرے گا تو خدا اور رسول کا مخالف ٹھہرے گا۔ اس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، کچھ مشکل بات نہیں ہے۔ ہم نے ائمہ مذاہب اربعہ کی ساری کتابیں دیکھی ہیں، کسی امام مجتہد سے یہ بات منقول نہیں پائی کہ ہمارے اجتہاد کے آگے تم قرآن وحدیث کو چھوڑ دینا، بلکہ چاروں اماموں نے اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ ان کے اقوال خود ان کے مقلدوں کی کتابوں میں منقول ہیں۔ اس صورت میں ظاہر بات ہے کہ ان کا مقلد صحیح صادق تو وہی مسلمان ہے جو اس قول حق میں ان کی پیروی کرے۔ کیونکہ وہ تو ان کا مخالف ہوا نہ متبع۔ علاوہ ازیں ائمہ اربعہؒ سے فقہ کے جتنے مسائل منقول ہیں خواہ خاص ان کے اقوال ہوں یا ان کے تلامذہ واصحاب کے [illegible] قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو مذہب اہل حدیث ان کے دائرہ سے خارج ہوجاتا۔ بلکہ سنت صحیحہ سے جتنے مسائل ثابت ہیں، وہ ان چاروں مذاہب کے اندر منتشر اور موجود ہیں۔''[1] مخالفین وحاسدین نے نواب صدیق حسن خان پر بہت سے الزامات لگائے۔ ان میں ایک الزام یہ تھا کہ وہ امام شوکانی کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کا رد کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''اہل تقلید نے مجھ پر امام محمد بن علی شوکانی[2] کی تقلید کی تہمت لگائی کہ میں اپنے دین میں ان کا مقلد ہوں۔ اس تہمت میں طرفہ تماشا یہ ہے۔ جس طرح ائمہ اربعہ مجتہدین اور دیگر سلف صالحین نے تقلید سے منع کیا ہے، اسی طرح یا اسی سے بھی زیادہ رد تقلید میں شوکانی نے میدان مباحثہ میں جولانی دکھائی ہے اور وہ خود ایک مستقل مجتہد تھے۔ اس کے باوجود ان کی فقہ مذاہب اربعہ اہل سنت کے دائرے سے خارج نہیں ہے۔۔۔ میں نے اپنی کتب میں ان سے دلائل اور روایات صحیحہ کو اس طرح لیا ہے جس طرح اکثر مقامات پر سابق ولاحق علماء حنفیہ سے اخذ کیا ہے۔ رب کعبہ کی قسم! میں ان کا مقلد مصطلح نہیں ہوں۔ جس طرح کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ[3]، حافظ ابن قیمؒ[4] اور سید محمد بن اسماعیل صنعانی (م:1182ھ) وغیرہ کا بھی نہیں ہوں، اگرچہ ان کے کلمات وتحقیقات کا ناقل، قابل اور قائل ضرور ہوں کیوں کہ مجھے معلوم ہے۔ امت مسلمہ میں سے کسی شخص کا اتباع کسی پر بجز اللہ ورسول اللہ کے واجب نہیں ہے۔''[5]

---

[1] ابقاء المنن بالقاء المحن، 116-117

[2] محمد بن علی شوکانی (م:1250ھ/1834ء) یمن کے مشہور فقیہہ اور مجتہد تھے۔ کثیر التصانیف ہیں جن میں ''ارشاد الفحول'' اور ''نیل الاوطار'' قابل ذکر ہیں۔ (المنجد فی الاعلام ص395)

[3] امام ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم (661ھ-728ھ) معروف فقیہہ اور محدث ہیں۔ آپ نے اسلامی علوم کی تجدید کی۔ آپ کی فکر نے اسلامی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔ امام ابن قیم اور ابن کثیر ایسے اکابر آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کثیر التصانیف ہیں جن میں اہم ''مجموعہ الفتاویٰ''، ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح''، ''الرد علی المنطقیین'' ہیں۔ (المنجد فی الاعلام ص9)

[4] ابن قیم، محمد بن ابوبکر الزرعی (691ھ-751ھ) آپ معروف محدث اور فقیہہ ہیں۔ حنبلی المسلک تھے۔ آپ نے امام ابن تیمیہ سے خوب استفادہ کیا اور ان کے علوم کو ترویج دی۔ آپ کی اہم کتب میں ''اعلام الموقعین''، ''شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر''، ''الصواعق المرسلۃ'' اور ''زاد المعاد'' شامل ہیں (المنجد فی الاعلام ص۹)

[5] ابقاء المنن بالقاء المحن ص190-191

نواب صدیق حسن خان ایسی نادرِ روزگار ہستی کو مخالفین و حاسدین کی طرف سے بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے مختلف ... کر برطانوی حکومت کو ان کے خلاف اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ان کے نوابی کے اختیارات اور القاب چھین لیں اور ... انتزاع 17 ذی قعدہ 1302ھ بمطابق 28 اگست 1885ء کو عمل میں آئی۔ اس طرح ان کی مدت نوابی 14 سال پر محیط ہے۔

نواب صدیق حسن خان بھرپور زندگی گزار کر 17 فروری 1890ء کو وفات پا گئے۔[۲]

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی (1267ھ/1850ء---1338ھ/1920ء)

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی، میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے اپنے بھائی مولانا بدیع الزماں کے ساتھ مل کر ایک نئے انداز میں حدیث کی خدمت کی۔ انہوں نے صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک کے اردو زبان میں ترجمے کیے اور اس کے ساتھ مولانا وحید الزماں نے حدیث کی ایک جامع لغت بھی مرتب کی جو "وحید اللغات" کے نام سے معروف ہے۔[۳]

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کے والد گرامی مولانا مسیح الزماں خود بھی ایک بلند پایہ عالم دین اور اعلیٰ پائے کے ادیب تھے۔[۴] مولانا وحید الزماں حیدر آبادی نے قابل اساتذہ سے تحصیل علم کی جن میں مولانا بدیع الزماں حیدر آبادی (برادر اکبر) مولانا محمد سلامت اللہ ...، مولانا عبد الحئی فرنگی محل، مولانا عبد الحق بنارسی، مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی، میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، شیخ احمد بن ... ابراہیم الشرقی اور شیخ بدر الدین صرفی وغیرہ شامل ہیں۔[۵]

آپ نے پہلے حیدر آباد دکن میں ملازمت اختیار کی۔ 1294ھ میں آپ نے حجاز مقدس میں قیام کا ارادہ کیا تو نواب صدیق حسن خان نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا بدیع الزماں کو آمادہ کیا کہ وہ صحاح ستہ کا اردو میں ترجمہ کریں۔ انہوں نے یہ پیشکش قبول کر لی۔[۶]

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ حدیث پاک کے حوالے سے ان کی خدمات کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱. کشف المغطأ عن المؤطا: یہ امام مالک کی حدیث کی مشہور کتاب "موطا" کا ترجمہ اور مختصر تشریح ہے۔

۲. الهدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد: یہ سنن ابی داؤد[۷] کا ترجمہ ہے۔

---

[۱] تراجم علمائے حدیث ہند، ص 295

[۲] دبستان حدیث، ص 277

[۳] چالیس علماء اہل حدیث، ص 103

[۴] ایضاً ص 103

[۵] چالیس علماء اہل حدیث، ص 104

[۶] پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص 97

[۷] امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث (202ھ-275ھ) آپ کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبلؒ، قتیبہ بن سعید شامل ہیں۔ آپ کی حدیث کی معروف کتاب "سنن" ہے۔ (المنجد فی الاعلام، ص 15)

۳.روض الربیٰ من ترجمة المجتبیٰ: یہ امام نسائی۱ کی السنن الصغریٰ کا ترجمہ ہے۔

۴.المعلم لترجمہ صحیح مسلم: یہ صحیح مسلم۲ کا ترجمہ اور اس کی مختصر تشریح ہے۔:

۵.تیسیر الباری ترجمہ صحیح البخاری: یہ صحیح بخاری۳ کا اردو ترجمہ ہے۔

۶.تسہیل القاری شرح اردو صحیح بخاری: یہ بخاری شریف کی اردو شرح ہے۔جس کا پہلا پارہ چھپ چکا ہے۔

۷.رفع العجاجة عن ترجمہ سنن ابن ماجہ: یہ سنن ابن ماجہ۴ کا اردو ترجمہ اور مختصر تشریح ہے۔

۸.جائزة الشعوذی ترجمہ جامع ترمذی: ۵ یہ ترجمہ شروع ان کے بڑے بھائی بدیع الزماں نے کیا مگر مکمل نہ کر سکے۔ اس کو مولانا وحیدالزماں حیدرآبادی نے مکمل کیا۔۶ ان تراجم سے برصغیر میں علم حدیث اور عمل بالحدیث کو فروغ ملا۔ یوں آپ کی کاوشیں بالواسطہ طور پر نواب صدیق حسن خان سے منسوب کی جاسکتی ہیں۔

---

۱ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی (215ھ-303ھ) آپ کے اساتذہ میں اسحاق بن راہویہ، امام ابوداؤد اور قتیبہ بن سعید شامل ہیں۔آپ کی کتب میں سنن الکبریٰ اور سنن الصغریٰ شامل ہیں۔(وفیات الاعیان 1:82-84)

۲ مسلم بن حجاج القشیری (204ھ-261) آپ کے اساتذہ میں امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبلؒ شامل ہیں۔آپ کی کتب میں صحیح مسلم، المسند الکبیر، اسماء الرجال شامل ہیں (وفیات الاعیان، 5:225)

۳ امام بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (194ھ-256ھ) آپ کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبلؒ علی بن مدینی، اسحاق بن راہویہ شامل ہیں۔آپ کے تلامذہ میں امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ شامل ہیں۔آپ کی تصانیف میں صحیح البخاری، تاریخ الکبیر، الاوسط، الصغیر شامل ہیں۔(الذھبی محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، دار احیاء التراث العربی، بیروت س ن، 2:555، وفیات الاعیان 4:565-567)

۴ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ (209ھ-273ھ) آپ کی معروف کتاب "سنن ابن ماجہ" ہے۔آپ کے اساتذہ میں ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن محمد، محمد بن زیاد شامل ہیں۔(وفیات الاعیان 4:634، تذکرۃ الحفاظ 2:636)

۵ امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (209ھ-279ھ) کے اساتذہ میں قتیبہ بن سعد، محمد بن بشار، امام بخاری شامل ہیں۔آپ کے نامور تلامذہ میں ھشیم بن قلاب، ابو حامد احمد عبداللہ المروزی شامل ہیں۔آپ کی نمایاں کتابیں جامع ترمذی، جامع الاسماء والکنی اور کتاب العلل شامل ہیں۔(وفیات الاعیان 4:634، ابن ندیم محمد بن اسحاق، الفہرست (مترجم: محمد اسحاق بھٹی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 1990ء، ص545)

۶ پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص97-100

مبحث سوم: برصغیر میں اہل حدیث کے اہم مراکز و خاندان

ا۔ امرتسر: صوبہ پنجاب (متحدہ ہندوستان) کا ضلعی صدر مقام، جہاں خاندان غزنویہ کے مورث اعلیٰ مولانا سید عبد اللہ غزنوی (1230ھ/1811ء۔ 1298ھ/1879ء) رونق افروز ہوئے۔

مولانا سید عبداللہ غزنوی قلعہ بہادر خیل ضلع غزنی (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے عرف عام میں ایک اہم مقام رکھتا تھا۔[1] مولانا سید عبداللہ غزنوی نے ابتدائی تعلیم تحصیل غزنی کے علماء سے حاصل کی۔ بعدازاں قندھار میں ملا حبیب اللہ قندھاری کے حلقہ درس سے فیض یاب ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد اپنے علاقے میں دعوت و اصلاح کا کام شروع کیا۔ آپ کا زیادہ زور عقیدہ توحید پر تھا۔ بدعات کی مخالفت کی تو وہاں کے لوگ مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ انہوں نے کابل کے بعض امراء و وزراء کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ افغانستان کے حکمران دوست محمد خان کے کان بھی آپ کے خلاف بھرے گئے۔ اس صورت حال میں آپ خود دوست محمد خان کے دربار میں پیش ہوئے۔ مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے علماء نے آپ پر مختلف الزامات لگائے۔ جن کی حقیقت جاننے کے باوجود امیر دوست محمد خان نے آپ کو ملک بدر کردیا۔[2] مولانا سید عبداللہ غزنوی کابل سے سوات، ہزارہ سے ہوتے ہوئے دہلی تشریف لے آئے اور میاں سید نذیر حسین کے حلقہ درس حدیث سے فیض یاب ہوئے۔ ان سے حدیث پڑھی اور سند و اجازہ حاصل کی۔ پھر آپ پنجاب آئے۔ کچھ عرصہ پنجاب کے علاقوں میں مقیم رہے۔ پھر دوبارہ غزنی تشریف لے گئے۔ جب امیر دوست محمد خان کو اطلاع ملی تو اس نے دوبارہ ملک بدری کا حکم دیا۔ آپ نے یاغستان (آزاد قبائلی علاقہ) میں پناہ لی۔ مخالفین نے وہاں بھی ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ امیر دوست محمد خان کے بعد اس کا بیٹا شیر علی حکمران ہوا تو آپ واپس وطن تشریف لے گئے لیکن اس نے بھی ملک بدری کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد محمد افضل خان حاکم ہوا تو اس نے مولانا سید عبداللہ غزنوی کو افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کردیا۔ یوں آپ ہندوستان آمد پر مجبور ہوگئے۔[3]

ہندوستان آمد کے بعد مولانا سید عبداللہ غزنوی نے پشاور میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ بعض احباب کی درخواست پر پنجاب کے شہر امرتسر کا رخ کیا اور شہر کے قریب ایک گاؤں ''خیر الدین'' میں چند ماہ قیام کیا۔ آخر کار آپ امرتسر شہر میں فروکش ہوگئے۔[4] امرتسر میں انہوں نے کتاب و حدیث کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ اس حوالے سے انہوں نے ایک دار العلوم قائم کیا جو مدرسہ غزنویہ کے نام سے موسوم ہوا۔ اس دار العلوم سے بے شمار طلبا نے استفادہ کیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے عربی اور فارسی کی متعدد کتب کا ترجمہ کرایا اور شائع کر کے عوام میں پھیلایا۔[5] مولانا سید عبداللہ غزنوی کثیر الاولاد تھے۔ ان کے بارہ بیٹے اور پندرہ بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: (۱) مولانا محمد (۲) مولانا عبداللہ

---

[1] فقہائے پاک و ہند، تیرھویں صدی ہجری، جلد دوم ص 148

[2] ایضاً ص 156-157

[3] ایضاً ص 160-162

[4] ایضاً ص 164

[5] ایضاً ص 201

(۳) مولانا احمد (۴) مولانا عبدالجبار (۵) مولانا عبدالواحد (۶) مولانا عبدالرحمان (۷) مولانا عبدالستار (۸) مولانا عبدالقیوم (۹) مولانا عبدالعزیز (۱۰) مولانا عبدالحیٰ (۱۱) مولانا عبدالقدوس (۱۲) مولانا عبدالرحیم تمام صاحب زادے جلیل القدر علماء تھے۔ انہوں نے دین کی مقدور بھر خدمت کی۔[1]

مولانا عبدالجبار غزنوی (1268ھ/1852ء۔۔۔1331ھ/1913ء)

مولانا عبدالجبار غزنوی اپنے برادر اکبر عبداللہ بن عبداللہ غزنوی کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائیوں مولانا احمد بن عبداللہ اور مولانا محمد بن عبداللہ سے حاصل کی۔ حدیث کے علوم کی تحصیل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ بیس سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی اور اپنے آبائی مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1319ھ میں مدرسہ غزنویہ کا نام بدل کر مدرسہ تقویۃ الاسلام رکھا اور وفات تک اسی مدرسے میں تدریس فرماتے رہے۔[2] مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی ان کی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''مولوی عبدالجبار حدیث، تفسیر میں بے بدل تھے۔ اپنے ظاہری، باطنی صلاح وتقویٰ کی وجہ سے خود نہیں دوسروں نے آپ کو امام صاحب سے خطاب کیا اور بجا طور پر۔''[3]

مدرسہ تقویۃ الاسلام کے فیض یافتگان میں بے شمار علماء کرام شامل ہیں جن میں نمایاں یہ ہیں: خانوادہ علمائے خان پور، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالکریم فیروز پوری، مولانا فیض اللہ بھوجیانی، مولانا فقیر اللہ مدراسی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ محمد گوندلوی وغیرہ۔[4]

مولانا سید محمد داؤد غزنوی (1312ھ/1895ء۔۔۔1383ھ/1963ء)

مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی کے جانشین ہوئے۔ آپ تحریر وتقریر، علم وفضل، نیکی اور تقویٰ میں اپنے اسلاف کے صحیح جانشین ہوئے۔ انگریزی حکومت کے خلاف انہوں نے بھرپور جدوجہد کی۔ پنجاب کانگرس کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ جون 1946ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[5] خاندان غزنویہ کے علمی کارناموں کا جائزہ پیش نظر ہے۔

۱۔ تفسیر جامع البیان مع حاشیہ جامع البیان: اس کا حاشیہ مولانا عبداللہ غزنوی کے سب سے بڑے صاحب زادے مولانا محمد غزنوی نے لکھا۔

---

[1] فقہائے پاک وہند، تیرھویں صدی ہجری، جلد دوم ص 207

[2] حیات نذیر، ص 146

[3] ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص 174

[4] پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات، ص 36

[5] جاوید، محمد اشرف، تحریک پاکستان میں اہل حدیث کا کردار، ہفت روزہ ''اہل حدیث لاہور'' خدمات اہل حدیث نمبر جلد 28، ش 39، ۱۰تا۱۶ اکتوبر 1997ء، ص 76

۲. حمائل غزنويه: اس میں قرآن مجید کا ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے۔ فوائد سلفیہ اور حواشی مولانا عبدالاول کے ہیں۔

۳. ترجمه مشكوٰة المصابيح: مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ مولانا عبدالاول غزنوی نے کیا۔

۴. نصرة الباری ترجمه صحيح بخاری: مولانا عبدالاول غزنوی نے نصرۃ الباری کے نام سے صحیح بخاری کا اردو ترجمہ مع حواشی کے شروع کیا تھا، صرف آٹھ پارے مکمل ہو سکے۔

۵. اثبات علو الرب و مباينته عن الخلق: یہ مولانا عبدالجبار غزنوی کی تصنیف ہے۔

۶. اثبات الالهام و البيعة: مولانا عبدالجبار غزنوی کی تصنیف ہے۔ اردو زبان میں ہے۔

۷. اعانة الملت الاسلاميه: مولانا عبدالجبار غزنوی کا اردو میں رسالہ ہے اور کفار کی ملازمت کے عدم جواز کے متعلق ہے۔

۸. الاربعين بان ثناء الله ليس علىٰ مذهب المحدثين: یہ بھی مولانا عبدالجبار غزنوی کا رسالہ ہے۔ اس میں ان چالیس مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی تعبیر مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اسلاف کی رائے سے مختلف رائے کا اظہار کیا ہے۔

۹. معارج الوصول بان الاصول و الفروع بينه الرسول: مولانا عبدالواحد غزنوی کا لکھا ہوا رسالہ ہے۔

۱۰. تحشيه دارمی: مولانا عبدالرحیم بن مولانا عبداللہ غزنوی کا عربی زبان میں سنن دارمی پر حاشیہ تھا[1]

خاندان غزنویہ نے برصغیر میں اسلام اور مسلک اہل حدیث کے پرچار میں مقدور بھر کاوش کی۔ ان کی کاوشوں کی وجہ کثیر تعداد میں عامۃ الناس کی اصلاح و درستی ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد خاندان غزنویہ کا مرکز امرتسر کی بجائے لاہور بنا۔ جس کا فیض ابھی تک جاری ہے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری (1285ھ/1868ء۔۔۔1367ھ/1948ء)

آپ وہ نادر روزگار ہستی ہیں جن کی وجہ سے برصغیر کے اطراف و اکناف میں اسلام و مسلک اہل حدیث کا شہرہ ہوا۔ آپ کی خدمات کا دائرہ درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، تحریر و تصنیف اور بحث و مناظرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ مولانا ثناءاللہ امرتسر میں 1285ھ/1868ء میں پیدا ہوئے۔ کشمیری خاندان سے تعلق تھا۔ ابتدائی تعلیم امرتسر ہی میں مولانا احمد اللہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے استفادہ کیا۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمود حسن دیوبندی سے کتب درسیہ معقول و منقول پڑھیں[2]

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: ''وزیر آباد پنجاب میں حدیث شریف پڑھ کر 1307ھ/1889ء میں دیوبند گیا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول شرح چغمینی تک پڑھیں۔ حدیث کے دورہ کا لطف بھی حاصل کیا۔ دیوبند سے مدرسہ فیض عام کان پور پہنچا کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن مرحوم کے درس منطق کا شہرہ بہت زیادہ تھا اور مجھے بھی علم معقول و منقول سے خاص شغف تھا۔ اس لیے میں نے مدرسہ فیض عام کان پور داخلہ لے لیا۔ کچھ شک نہیں مولانا مرحوم کا تبحر علمی واقعی قابل تعریف تھا۔ وہاں جا کر میں کتب مقررہ میں شریک ہوا اور بعض مکرر کا لطف اٹھایا۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدیث میں بھی شریک ہوا۔ بحوالہ

---

[1] فقہائے پاک و ہند، تیرھویں صدی ہجری، ص 210-214

[2] چالیس علمائے اہل حدیث، ص 180

میں مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم (اہل حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔اس لیے میں نے تینوں استادوں سے جو [illegible]

بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔'' ۱

تحصیل علم سے فراغت کے بعد مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب درسیہ نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ چھ سال تک اس مدرسہ میں [illegible] فرمائی۔اس کے بعد آپ مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ میں بطور صدر مدرس ہوکر چلے گئے۔مالیر کوٹلہ میں آپ نے دو سال تک تفسیر حدیث اور فقہ کا درس دیا۔اس کے بعد مستعفی ہوکر امرتسر واپس آ گئے اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔۲ اس وقت ہندوستان میں تین گروہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھے۔عیسائی، آریہ اور قادیانی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اللہ کے فضل و کرم سے ان تینوں گروہوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ان سے تحریری مناظرے کیے اور ان کے جواب کافی کتب تصنیف کیں۔۳

تردید عیسائیت کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''دوران تلاش سب سے پہلے قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف ''عدم ضرورت قرآن'' نظر آئی۔جس کے جواب میں میں نے ''تقابل ثلاثہ'' (توراۃ، انجیل، قرآن مجید کا مقابلہ) لکھی۔۔۔عیسائیوں کی عدم ضرورت قرآن کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں ان کے جواب میں لکھیں جن کے مجموعے کا نام ''جوابات نصاریٰ'' ہے۔سب سے اخیر عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے ''اسلام اور مسیحیت''۴

عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں۔جن کے نام یہ ہیں:

(۱) عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت

(۲) دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت

(۳) اصول البیان فی توضیح القرآن

ان تینوں کے جواب میں ''اسلام اور مسیحیت'' لکھی گئی اور شائع ہوئی۔جس نے اسلامی جرائد سے خراج تحسین حاصل کیا۔۵

آریہ سماج، جس کی بنیاد سوامی دیانند نے 24 جولائی 1877ء کو لاہور میں رکھی تھی۔اسلام کی مخالفت کے ضمن میں بہت کام [illegible] ان کی مختلف کتب کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''اسی اثنا میں آریوں نے کتاب ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ شائع کیا۔جس کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ (159) اعتراض ہیں۔ہر ایک اعتراض کے [illegible]

---

۱ اہل حدیث کا مذہب، ص 9

۲ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 181

۳ ایضاً

۴ اہل حدیث کا مذہب، ص 10-11

۵ بھٹی، محمد اسحاق، ہفت اقلیم، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2009ء، ص 283

کئی کئی اعتراض ہیں۔ کتاب ستیارتھ کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا مکمل جواب دیا جائے۔۔۔ میں نے اس کے جواب میں کتاب حق پرکاش لکھی جو بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقہ کے کسی عالم نے ستیارتھ کے جواب کے لیے قلم نہیں اٹھایا۔۔۔ اس کے بعد عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) نے رسالہ "ترک اسلام" لکھا۔ اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بہت بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب "تُرک اسلام" شائع کر دیا۔۔۔ اس کے بعد آریہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس کا نام ہے "کتاب اللہ وید ہے یا قرآن" اس کے جواب میں، میں نے "کتاب الرحمٰن" لکھی۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ آریوں نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر سخت ناپاک حملے کیے گئے۔ جس کی وجہ سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ گئی۔ اس کے جواب میں، میں نے "مقدس رسولؐ" لکھا۔ بفضلِ تعالیٰ یہ بھی ایسا مقبول ہوا کہ اس کے بعد کسی عالم نے رنگیلا کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا۔[1]

مرزا غلام احمد قادیانی (1839ء۔۔۔1908ء) نے جب دعویٰ نبوت کیا تو علماء نے اس کا بھرپور رد کیا۔ جس کی ایک تابناک تاریخ ہے۔ اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا کردار نمایاں ہے۔ اس ضمن میں خود لکھتے ہیں:

"میری تصانیف جو قادیانیوں کے متعلق ہیں، اس کی تفصیل لکھوں تو ناظرین کے ملال خاطر کا خطرہ ہے۔ اس لیے مختصر طور پر بتلاتا ہوں کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں۔ ہاں، اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں، قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت ہو سکتی ہے۔"[2]

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کاوشوں سے زچ ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی نے یوں بددعا کی "مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا ہے۔ میرے قلعے کو گرانا چاہا وغیرہ، اس لیے دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔"[3]

مرزا غلام احمد کی بددعا قبول ہوئی اور وہ مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے علوم اسلامیہ کے مختلف میدانوں میں اپنے جوہر دکھائے۔ ان کی یادگار "تفسیر ثنائی" ہے۔ جس میں قادیانیت اور نیچریت کا رد کیا گیا ہے۔ اسی طرح "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" ہے۔ جس میں قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید ہی سے کی گئی ہے۔

احناف سے اہل حدیث کا بنیادی اختلاف تقلید شخصی کے حوالے سے رہا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے "تقلید شخصی اور سلفی" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں مسئلہ تقلید (ہر دو نوع) اور کتاب "حقیقۃ الفقہ" از مولوی انوار اللہ حیدرآبادی اور رسالہ "الاقتصاد" از مولوی اشرف علی تھانوی کا جواب ہے۔

"اجتہاد و تقلید" اس رسالہ میں دونوں مسئلوں (اجتہاد اور تقلید) نصاب اجتہاد، نصاب تفسیر، اجماع ادلہ اربعہ اور اصول خمسہ کی معقول اور کافی تحقیق کی گئی ہے۔ "اہل حدیث کا مذہب" میں بتایا گیا ہے کہ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی کا نام شریعت ہے۔

---

[1] اہل حدیث کا مذہب، ص 11-12

[2] ایضاً ص 12

[3] ایضاً ص 13

اہل حدیث کے امتیازی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔''شمع توحید''میں توحید کا بیان ہے۔ان کی مزید کتب و رسائل یہ ہیں
تحریک اوراس کا بانی، خطاب بہ مودودی، خلافت محمد یہ تحریک یا بیعت پر ایک نظر، حیات مسنونہ، اسلامی تاریخ اور فتاوی ثنائیہ وغیرہ
تقسیم ہند کے بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری پاکستان تشریف لے آئے اور سرگودھا میں سکونت پذیر ہو گئے۔15 مارچ 1948ء کو فوت ہوئے
اور سرگودھا ہی میں مدفون ہیں۔آپ کی وفات پر اخبارات و رسائل میں آپ کی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا
گیا۔مولانا ظفر علی خاں نے''زمیندار''میں لکھا کہ''مولانا ثناءاللہ کے انتقال سے حاضر جوابی کا دور ختم ہو گیا''مولانا سید سلیمان ندوی نے
معارف اعظم گڑھ مئی 1948ء میں لکھا:''مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔فن مناظرہ کے امام تھے۔خوش بیان مقرر
تھے۔متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔مذہباً اہل حدیث تھے۔اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس
کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کردی۔''[2]

لکھو کے ضلع فیروز پور (انڈیا)

جغرافیائی اعتبار سے لکھو کے فیروز پور شہر سے 14 میل جانب مغرب واقع ہے۔''لکھو کے''کو شہرت خاندان لکھوی کی وجہ سے ملی
کے نام کا حصہ بن گیا۔لکھوی خاندان کئی پشتوں سے نیکی اور دین داری کی شہرت رکھتا تھا لیکن لکھوی خاندان کے اولین بزرگ حافظ محمد
لکھوی تھے۔جن کی شخصیت نے اس خاندان کو مزید شہرت بخشی اور مسلک اہلحدیث کو بہت فائدہ پہنچایا۔

حافظ محمد لکھوی

حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی (1221ھ/1806ء) میں لکھو کے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی حافظ بارک اللہ کا شمار
ہوتا تھا۔وہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں بہت نمایاں تھے۔حافظ محمد نے اپنی تعلیم کا آغاز والد محترم سے حفظ قرآن مجید سے کیا
سے فارسی اور دوسرے علوم یعنی صرف ونحو، فقہ وغیرہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔[3] بعد ازاں حافظ محمد لکھوی لدھیانہ چلے گئے
سے فیض یاب ہوئے۔اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حدیث کی سند میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی
عبدالغنی مجددی اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے بھی حدیث کی سند حاصل کی۔[4]
تحصیل علم کے بعد لکھو کے میں ایک دینی درس گاہ بنام''مدرسہ محمدیہ''کی بنیاد رکھی اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع
دین اسلام کی نشر و اشاعت میں بسر کردی۔[5] حافظ محمد لکھوی سے بہت سے طلبا نے استفادہ کیا۔آپ کے مشہور تلامذہ

---

[1] چالیس علمائے اہل حدیث ص 203-210

[2] ایضاً ص 211

[3] ایضاً ص 43

[4] ایضاً ص 44

[5] ایضاً ص 46

الدین عبدالرحمٰن لکھوی (صاحب زادہ)، مولانا عبدالقادر لکھوی (بھتیجا)، مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی، مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی، مولانا رحیم بخش لاہوری وغیرہ۔[۱]

مولانا حافظ محمد لکھوی تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور پنجابی زبان میں تالیفات چھوڑی ہیں۔ ان میں سے پنجابی زبان کی تالیفات سے عامۃ الناس کو بہت فائدہ ہوا۔ آپ کی اہم تصانیف یہ ہیں:

حواشی سنن ابی دائود: حافظ محمد نے اس کے حواشی اور تعلیقات عربی زبان میں لکھے۔ یہ حواشی پہلی بار 1272ھ/1857ء میں مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔

التعلیقات علی مشکوۃ المصابیح: یہ حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ حافظ محمد نے عربی زبان میں اس کے حواشی لکھے۔ 1272ھ/1857ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ اب نایاب ہے۔

حصن الایمان: یہ ''تقویۃ الایمان'' از مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید کا پنجابی زبان میں ترجمہ ہے۔

سبیل الرشاد: شیخ محمد اسماعیل صاحب سبیل السلام شرح بلوغ المرام نے توحید الٰہی کے موضوع پر ایک کتاب بنام تفسیر الاعتقاد'' لکھی۔ حافظ محمد نے اس کا ترجمہ فارسی نثر میں کیا۔

تفسیر محمدی: یہ قرآن مجید کی پنجابی اشعار میں تفسیر ہے جو بہت مشہور ہوئی۔ اس کا تاریخی نام ''موضح فرقان'' ہے۔ اس میں فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ کی ''فتح الرحمان'' سے درج کیا گیا ہے۔ دوسرا ترجمہ پنجابی زبان میں ہے اور یہ تفسیر معالم التنزیل از امام بغوی کا ترجمہ ہے۔

احوال الآخرت: یہ پنجابی شاعری میں آخرت کے احوال ومقامات کے متعلق کتاب ہے۔

زینت الاسلام: یہ بھی پنجابی شاعری میں اسلامی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔

آخر الذکر دونوں کتابوں کو پنجاب میں قبول عام حاصل ہوا اور خواتین کو بالخصوص فائدہ پہنچا۔[۲]

حافظ محمد لکھنوی نے نوے سال کی عمر میں 13 صفر 1311ھ/27 اگست 1893ء کو رحلت فرمائی۔

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی (م: 1313ھ/1895ء)

حافظ محمد لکھوی کچھ عرصہ اولادِ نرینہ سے محروم رہے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا دے تو وہ اس کو راہ خدا میں وقف کریں گے۔ اللہ نے انہیں بیٹا دیا تو انہوں نے اس کا نام محی الدین رکھا۔[۲] ابتداء تکمیل تعلیم اپنے والد گرامی سے کی۔ انہوں نے مزید فیض یاب ہونے کے لیے آپ کو سید عبداللہ کے پاس غزنی بھیجا۔ انہوں نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور آپ کا نام عبدالرحمان رکھا۔ یوں آپ کا نام محی الدین عبدالرحمان ہو گیا۔[۳]

---

[۱] چالیس علمائے اہل حدیث، ص 48

[۲] ایضاً

[۳] فقہائے پاک وہند، ص 183

مولانا محی الدین نہایت پاک باز اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ حدیث میں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ سے کثیر تعداد میں طلبا نے استفادہ کیا۔ حج بیت اللہ کے لیے گئے اور مدینہ منورہ میں بحالت سجدہ وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔۱

مولانا محمد علی لکھوی (1307ھ/1890ء۔۔۔1393ھ/1973ء)

مولانا محمد علی، مولانا محی الدین لکھوی کے صاحب زادے تھے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم مولانا عبدالقادر لکھوی سے حاصل کی۔ اس کے بعد امرتسر کا عزم کیا اور مدرسہ غزنویہ کے بعض اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ اس کے بعد آپ وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے مستفید ہوئے اور سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ وہ لاہور میں مولانا عبدالواحد کے حلقہ درس میں بھی شامل رہے اور ان سے فیض یاب ہوئے۔۲ تحصیل علم کے بعد انہوں نے اپنے آبائی مدرسے میں تدریس کا عمل شروع کر دیا۔ پھر لکھوکے سے دو ڈھائی میل دور آ کر آباد ہو گئے اور ''مرکز الاسلام'' قائم کیا۔ وہ تحریک مجاہدین سے بھی مالی اور عملی تعاون کرتے تھے۔۳

پنجاب کے مختلف مقامات سے اہل حدیث علمائے کرام لاہور میں 10 اپریل 1909ء کو ایک اجلاس میں شامل ہوئے جس کا مقصد پنجاب میں جماعت اہل حدیث کا نظم قائم کرنا تھا۔ اس اجلاس کے نتیجے میں ''انجمن اہل حدیث پنجاب'' قائم کی گئی۔ اس اجلاس میں تین لکھوی علماء مولانا محمد حسین بن حافظ محمد لکھوی، مولانا محمد علی لکھوی اور مولانا عطاء اللہ لکھوی شریک تھے۔۴

مولانا محمد علی نے پہلے حج کے بعد مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور سعودی حکومت کی طرف سے طلبا کو کتب حدیث پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کا انداز تدریس طلبا میں بے حد مقبول ہوا۔ ان سے سعودی، مصری، سوڈانی، الجزائری، شامی، انڈونیشیائی اور افریقی طلبا نے خوب استفادہ کیا۔۵ مولانا محمد علی لکھوی نے 19 دسمبر 1973ء کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔۶

مولانا عبدالقادر لکھوی (1249ھ/1834ء۔۔۔1342ھ/1924ء)

مولانا عبدالقادر لکھوی، حافظ بارک اللہ لکھوی کے پوتے اور حافظ محمد لکھوی کے بھتیجے تھے۔ ابتدا سے تکمیل تک تعلیم حافظ محمد لکھوی سے حاصل کی۔ اس کے بعد امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی سے سند حدیث لی۔ اس کے بعد مولانا عبدالمنان سے بھی سند حدیث حاصل کی۔۷ تحصیل علم کے بعد مدرسہ محمدیہ لکھوکے میں تدریس شروع کر دی۔ آپ اپنے تایا حافظ محمد لکھوی کے جانشین بنے۔ آپ سے تلامذہ

---

۱ فقہائے پاک و ہند، ص 184

۲ ایضاً ص 187

۳ بھٹی، محمد اسحاق، بزم ارجمنداں، مکتبہ قدوسیہ، لاہور 2006ء، ص 212-214

۴ ایضاً ص 216

۵ ایضاً ص 231

۶ ایضاً ص 233

۷ ایضاً ص 255

میں مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی وغیرہ شامل ہیں۔[1]

آپ نے 1924ء/1342ھ میں وفات پائی۔[2]

مولانا عطاء اللہ لکھوی (1299ھ/1882ء۔۔۔1372ھ/1952ء)

مولانا عطاء اللہ لکھوی، لکھوکے میں پیدا ہوئے۔ قاری عبدالعزیز سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ آبائی مدرسہ سے حدیث، فقہ، صرف و نحو اور دیگر مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ نعمانیہ لاہور کے استاد محترم مولانا غلام احمد سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں مدرسہ غزنویہ سے کتب حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔[3]

تحصیل علم کے آبائی مدرسہ میں تدریس شروع فرمائی۔ تفسیر، حدیث، فقہ عربی ادبیات، عقلی علوم کی کئی مرتبہ تدریس فرما چکے تھے۔ یہ کتابیں ان کے حافظے میں محفوظ ہو چکی تھیں۔ صرف و نحو میں ان کی مہارت مسلمہ تھی۔ بعض مشکل ترین صرفی و نحوی مسائل ان سے [illegible] پوچھے جاتے تھے۔[4]

آپ مدرسہ محمدیہ میں قریباً اڑتالیس برس تک تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بے شمار طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ [illegible] پنجاب'' کا لقب ملا۔ ان کے تلامذہ میں سے نامور علماء ہوئے ہیں۔[5]

قیام پاکستان کے بعد لکھوی خاندان اوکاڑہ شہر اور گردونواح میں اقامت پذیر ہوا۔ آپ نے 26 فروری 1952ء کو جامع محمدیہ اوکاڑہ میں وفات پائی اور رینالہ خورد کے نواحی گاؤں میں دفن ہوئے۔[6] مدرسہ محمدیہ لکھوکے اب جامعہ محمدیہ کے نام سے اوکاڑہ شہر میں معروف ہے اور اس کے امور کی نگرانی مولانا محمد علی لکھوی کے صاحب زادے مولانا معین الدین لکھوی کر رہے ہیں۔

وزیر آباد ضلع گوجرانوالا

یہ محدث پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا مسکن بنا اور انہی کی وجہ سے اسے شہرت ملی۔ حافظ عبدالمنان نابینا تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کے فضل اور ذاتی محنت کے سبب علوم حدیث میں مہارت پائی اور محدث پنجاب کہلائے۔ آپ 1267ھ/1851ء میں موضع کرولی تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کے اعوان خاندان میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں آپ کی بینائی چلی گئی۔[7]

---

[1] دبستان حدیث، ص289

[2] ایضاً ص243

[3] ایضاً ص293

[4] ایضاً ص295

[5] ایضاً ص296

[6] ایضاً ص297

[7] تاریخ اہل حدیث، ص484

تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالجبار ناگ پوری، مولانا حکیم احسن، مولانا شیخ عبدالحق بنارسی وغیرہ شامل ہیں۔ سید نذیر حسین دہلوی سے علم حدیث میں دسترس حاصل کی۔۱؎ تحصیل علم کے بعد آپ نے لاہور میں مسجد چینیاں والی میں ایک سال درس دیا۔ اس کے بعد انہوں نے وزیر آباد میں ''دارالحدیث'' کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی جہاں انہوں نے بیالیس سال تک تفسیر اور حدیث کی تدریس فرمائی۔ ساٹھ مرتبہ سے زائد صحاح ستہ کا درس دیا۔ کئی ممالک کے طلبا آپ سے فیض یاب ہوئے۔۲؎

آپ کے اہم تلامذہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد علی سلفی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا [illegible] وغیرہ شامل ہیں۔۳؎ آپ نے رمضان 1334ھ/1916ء میں وفات پائی۔۴؎

مدرسہ احمدیہ آرہ

آرہ، صوبہ بہار (انڈیا) کا معروف شہر ہے۔ یہاں مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم نے ''مدرسہ احمدیہ'' قائم کیا۔ اس میں انگریزی تعلیم کے علاوہ جہاد کی ابتدائی تیاری بھی کروائی جاتی تھی۔ یہ مدرسہ بہار کی اہل حدیث یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس مدرسہ میں تمام ہندوستان کے طلبا تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حافظ ابراہیم آرہ کے ملکی محلّہ میں 1264ھ/1848ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد [illegible] علی علاقہ کے معروف طبیب اور خطاط تھے۔۵؎

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا ناصر علی، قاضی محمد کریم اور مولانا الٰہی بخش وغیرہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے علی گڑھ اور دیوبند سے مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا سعادت حسین بہاری، مولانا شیخ یعقوب بن مملوک علی سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں آپ مکہ مکرمہ میں ان اساتذہ سے فیضیاب ہوئے: مولانا عبدالجبار مہاجر مکی، مولانا محمد انصاری مہاجر مکی، شیخ حمید مفتی حنابلہ مکی سے سند قرأت لی۔ مدینہ منورہ سے آپ نے مولانا شیخ عبدالغنی مجددی سے حدیث کی سند حاصل کی۔۶؎

ہندوستان واپسی کے بعد آپ نے مختلف علمائے کرام سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔۷؎ تحصیل علم کے بعد آپ نے شہر آرہ میں ''مدرسہ احمدیہ'' قائم کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''مطبع خلیلی'' کے نام سے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔۸؎

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم دینی تعلیم کے معاملہ میں جدت پسند سوچ رکھتے تھے۔ ان کے ذہن میں نئے طرز پر انجمن علماء اور عربی مدرسہ [illegible]

۱؎ حیات نذیر، ص 128

۲؎ پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص 43

۳؎ ایضاً ص 45

۴؎ تاریخ اہل حدیث، ص 488

۵؎ دبستان حدیث، ص 237

۶؎ چالیس علمائے حدیث، ص 50-51

۷؎ ایضاً ص 51

۸؎ دبستان حدیث، ص 238

میں دارالاقامہ کی سوچ پیدا ہوئی جسے انہوں نے عملی شکل دی۔ سید سلیمان ندوی اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''نئی باتوں میں وہ اچھی باتوں کو قبول کرتے تھے۔ چنانچہ نئے طرز پر انجمن علماء اور عربی مدرسہ اور اس میں دارالاقامہ کی بنیاد کا خیال انہی کے دل میں آیا اور انہی نے 1890ء میں ''مدرسہ احمدیہ'' کے نام سے ایک مجلس بنائی۔ جس کا سال بہ سال جلسہ آرہ میں ہوتا تھا۔ یہ مدرسہ مدتوں خوش اسلوبی سے چلتا رہا۔ 1900ء میں والد مرحوم مجھے اس مدرسے میں بھیجنا چاہتے تھے مگر تقدیر کچھ اور تھی۔ یہ تجویز عمل میں نہ آئی''۔ ۱

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم ندوۃ العلماء کے معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کے ایک اجلاس میں علوم جدیدہ کے اضافے کی تجویز کی تائید کی تھی۔ ۲

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم نے آرہ میں ''مذاکرہ علمیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ جس کا ہر سال سالانہ جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ اس جلسے میں ملک کے مشہور علمائے کرام شریک ہوتے تھے مثلاً سید نذیر حسین محدث، علامہ شبلی، نواب محسن الملک، ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ۔ ۳

مدرسہ آریہ میں خدمات انجام دینے والے علماء میں مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم، مولانا حافظ عبداللہ غازی، مولانا محمد اسحاق فخر نذری پوری وغیرہ شامل ہیں۔ ۴

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا۔ اس کتب خانے سے علامہ شبلی اور مولوی ذکاء اللہ جیسے نامور اہل علم استفادہ کیا کرتے تھے۔ ۵

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف اور مترجم بھی تھے۔ ان کی بیس تصانیف کا پتا چلتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

١. تفسیر خلیلی: قرآن مجید کے پہلے، دوسرے، انتیسویں اور تیسویں پارے کا اردو ترجمہ ہے۔

٢. طریق النجاۃ: یہ مشکوٰۃ کے کچھ حصے کا ترجمہ ہے۔

٣. تفسیر ابن کثیر: ترجمہ پارہ اول

٤. تہذیب التصریف: یہ علم صرف کے بارے میں ہے۔

٥. تلقین الصرف: یہ بھی علم صرف کے بارے میں ہے۔

٦. ارشاد الطلاب: یہ رسالہ علم نحو کے متعلق ہے۔

٧. ارشاد الطلب الی علم الادب: اس کا تعلق بھی علم نحو سے ہے۔

---

۱ حیات شبلی بحوالہ دبستان حدیث، ص 308

۲ ایضاً ص 238

۳ دبستان حدیث، ص 239

۴ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 52

۵ دبستان حدیث، ص 239

۸.تسهيل التعليم: طرز معاشرت، معاشرتی امور سے متعلق

۹.صلوٰة النبی وغیرہ

اس کے علاوہ آپ نے امام بخاری کی کتاب ''الادب المفرد'' کا ترجمہ بھی کروایا تھا۔[۱]

مدرسہ احمدیہ سے کثیر تعداد میں طلبا نے استفادہ کیا جن میں مولانا مبارک پوری، مولانا شاہ محمد عین الحق پھلواری، مولانا ابوبکر محمد شیث جونپوری اہم ہیں۔[۲]

مدرسہ احمدیہ آرہ کے سالانہ جلسہ 1906ء میں ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' کی بنیاد رکھی گئی جس کے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری مقرر کیے گئے۔[۳]

ہندوستان پر انگریزی اقتدار کی وجہ سے مولانا حافظ ابومحمد ابراہیم بعض دیگر علماء کی طرح ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور 6 ذی الحجہ 1319ھ (15 مارچ 1902ء) کو مکہ معظمہ میں فوت ہوئے اور جنت المعلی میں دفن کیے گئے۔[۴]

دارالحدیث رحمانیہ دہلی

دہلی جسے دارالسلطنت کا اعزاز حاصل رہا ہے، قدیم عرصہ سے علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔ اسی شہر میں شاہ ولی اللہ، ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز اور ان کے جانشین شاہ محمد اسحاق نے مدرسہ رحیمیہ میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی خدمات کیں۔ سید نذیر حسین محدث کی خدمات حدیث کا مرکز بھی یہی شہر رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں بہت سے دینی مدارس بھی قائم ہوئے لیکن مسلک اہل حدیث کے حوالے سے ''دارالحدیث رحمانیہ'' کو زیادہ شہرت ملی۔

''دارالحدیث رحمانیہ'' کا قیام 1339ھ بمطابق 1921ء میں امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ کی تجویز اور مولانا رحیم آبادی کی ترغیب سے ذریعے عمل میں آیا۔ اس مدرسہ کے بانی شیخ عبدالرحمان اور شیخ عطاء الرحمان رؤسائے دہلی تھے۔ انہوں نے اس کی عظیم الشان عمارت تعمیر کروائی۔[۵]

اس مدرسہ کے اساتذہ میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا احمد اللہ، مولانا غلام یحییٰ کان پوری اور مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری ... جن اصحاب علم وفضل نے اس مدرسہ سے استفادہ کیا۔ ان میں کئی نامی گرامی علماء کرام شامل ہیں۔ مزید برآں دینی رسالہ ماہنامہ ''محدث'' بھی اس مدرسے سے شائع ہوتا رہا، جس نے مسلک اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔ تقسیم ہند تک یہ مدرسہ دینی خدمات سرانجام

---

[۱] دبستان حدیث، ص 243-245

[۲] پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص 49

[۳] ایضاً

[۴] دبستان حدیث، ص 245

[۵] پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص 51

[۶] ایضاً ص 52

دیتا رہا۔[۱]

قصوری خاندان

قصوری خاندان برصغیر کا معروف اہل حدیث خانوادہ ہے جس کے اراکین میں مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محی الدین احمد، مولانا محمد علی اور میاں محمود علی قصوری نمایاں ہیں۔

مولانا عبدالقادر قصوری (1863ء۔۔۔1942ء)

مولانا عبدالقادر قصوری ضلع گوجرانوالا کے گاؤں دلاور چیمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی غلام احمد سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم مختلف کالجوں سے حاصل کی اور نمایاں حیثیتوں سے کامیابی حاصل کی۔ وکالت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قصور میں وکالت کے ساتھ رہائش بھی اختیار کر لی۔ ان کا گھر مذہبی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔[۲]

انہوں نے 1919ء میں ترک موالات کی تحریک میں حصہ لیا اور اس غرض سے وکالت ترک کر دی۔ آپ مجلس خلافت کی تحریک کے روح رواں تھے اور تاعمر اس کے صدر رہے۔[۳]

آپ کا ابوالکلام آزاد (م:1958ء) سے بھی خصوصی تعلق تھا۔ مولانا عموماً پنجاب کے دورے پر انہی کے ہاں ٹھہرتے تھے۔[۴] مولانا عبدالقادر قصوری جماعت مجاہدین چمرقند سے بھی تعاون کرتے تھے۔ اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ وہ ان کو دیتے تھے۔[۵] 1926ء میں آپ نے سعودی سلطان عبدالعزیز سے مکہ مکرمہ میں مؤتمر کے اجلاس میں خصوصی ملاقات کی۔[۶]

مولانا عبدالقادر قصوری مستند عالم دین تھے۔ انہیں امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیم کی تصانیف سے خاص لگاؤ تھا۔ ان کی جو کتب میسر آتیں انہیں خریدتے اور مطالعہ کرتے تھے۔[۷] مولانا عبدالقادر قصوری ملک کی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے صدر بھی تھے۔[۸] آپ کی وفات 16 نومبر 1942ء کو لاہور میں ہوئی اور قصور میں دفن ہوئے۔[۹]

۱۔ پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص 53

۲۔ بھٹی، محمد اسحاق، قصوری خاندان، ادارہ تعلیمات اسلامیہ ماموں کانجن، 2008ء، ص 23

۳۔ ایضاً، ص 25

۴۔ ایضاً، ص 26

۵۔ ایضاً، ص 28

۶۔ ایضاً، ص 29

۷۔ ایضاً، ص 33

۸۔ ایضاً، ص 36

۹۔ ایضاً، ص 45

مولانا محی الدین قصوری (1889ء۔۔۔1971ء)

آپ مولانا عبدالقادر قصوری کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد لاہور کالج میں داخلہ لیا۔ بی۔اے کرنے کے بعد کئی علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔۱

تعلیم کی تکمیل کے بعد انجمن اسلامیہ، گوجرانوالا میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے لیکن انگریز ڈی۔سی نے انہیں ضلع بدر کر دیا۔۲ ابوالکلام آزاد کے اخبار ''الہلال'' میں کام کرتے رہے۔۳

انہوں نے اپنے چچا مولانا عبداللہ قصوری کے ساتھ مل کر ''جمعیت دعوت وتبلیغ'' بنالی اور مرکز تبلیغ پونا (انڈیا) کو بنایا۔ آپ نے مالابار کے موپلوں میں دعوت واصلاح کا کام شروع کیا۔اس علاقے میں تھوڑے عرصے میں ان کی دعوت سے بارہ ہزار افراد مسلمان ہوئے۔۴ آپ سیاسی و مذہبی طور پر کئی عہدوں پر فائز رہے۔آپ کی وفات 24 جنوری 1971ء میں لاہور میں ہوئی۔قصور میں مدفون ہیں۔۵

مولانا محمد علی قصوری (1892ء۔۔۔1956ء)

مولانا محمد علی قصوری، مولانا عبدالقادر قصوری کے بہ اعتبار ترتیب دوسرے بیٹے تھے۔اگست 1892ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کیا۔1911ء میں انگلستان میں کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور ریاضیات میں اول پوزیشن حاصل کی۔۶ چونکہ مولانا محمد علی قصوری کا تعلق آزادی پسند خاندان سے تھا اس لیے سرکاری ملازمت کی بجائے کابل (افغانستان) چلے گئے اور وہاں سے حبیبہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔وہاں کے سیاسی معاملات میں بھی حصہ لیا۔افغانستان میں قائم ہندوستان کی آزاد حکومت کے عہدیدار بھی مقرر ہوئے۔۷ افغانستان کے ناسازگار حالات کی وجہ سے انہیں یاغستان (آزاد قبائلی علاقہ) میں پناہ لینا پڑی اور وہاں انہوں نے پہلے سے موجود مجاہدین کے ساتھ مل کر انگریزی راج کے خلاف جہاد بھی کیا۔۸ بعد میں انگریز گورنر سرحد سر جارج کی ضمانت پر ہندوستان واپس آ گئے۔۹ یاغستان سے واپسی کے بعد اپنے چچا مولوی عبداللہ قصوری کے ساتھ مل کر ''جمعیت دعوت وتبلیغ'' بنائی جس کا مرکز پونا تھا۔

۱قصوری خاندان، ص 61

۲ایضاً ص 63

۳ایضاً ص 64

۴ایضاً ص 72

۵ایضاً ص 108

۶ایضاً ص 116

۷ایضاً ص 120

۸ایضاً ص 128

۹ایضاً ص 139

دیا گیا۔ تقسیم ہند سے قبل وہ قصور آ گئے اور بعد میں لاہور منتقل ہو گئے۔[1]

مولانا محمد علی قصوری مرکزی جمعیت اہل حدیث، مغربی پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اپریل 1954ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی دوسری سالانہ کانفرنس ملتان میں ہوئی تو مولانا محمد علی اس کے صدر تھے۔[2] آپ کی تصانیف میں "قرآنی دعوت انقلاب" اور "مشاہدات کابل و یاغستان" شامل ہیں۔[3]

آپ کا معمول تھا کہ لارنس گارڈن، لاہور میں ہر اتوار بعد نماز مغرب درس قرآن دیتے تھے جو ان کی وفات (12 جنوری 1956ء) تک جاری رہا۔ ان کی وفات کے بعد مولانا محی الدین قصوری اتوار کے روز درس دیتے رہے۔

غزنوی اور لکھوی خاندان کی موجودہ صورت حال کے ضمن میں مولانا صلاح الدین یوسف کا یہ تبصرہ قابل غور ہے:

افسوس اب اس (غزنوی) خاندان میں اپنے اکابر اسلاف کی دینی و علمی روایات کے حامل افراد نہیں رہے۔ تاہم یہ مقام مسرت ہے کہ سید ابوبکر غزنوی کے ایک صاحبزادے جناب جنید غزنوی نے دینی علوم کی تحصیل کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں مسند خطابت سنبھال لی ہے۔۔۔ (لکھوی) خاندان گزشتہ صدی کی طرح آج بھی دعوت و تبلیغ، تدریس و تعلیم اور تصنیف و تالیف میں ممتاز ہے اور ان کے متعدد افراد جو صاحب علم و فضل ہیں دینی مدارس سے وابستہ یا ان کا انتظام و انصرام کرنے والے ہیں۔[4]

---

[1] قصوری خاندان، ص 147

[2] ایضاً ص 148

[3] ایضاً ص 149

[4] یوسف، صلاح الدین، "چودھویں صدی ہجری: ایک نگاہ بازگشت" ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، 10 تا 16 اکتوبر 1997ء ص 265

باب دوم

برصغیر کے علمائے اھل حدیث کی کتب فتاویٰ کا تعارف و تحقیقی جائزہ

فصل اول فتویٰ کا مفہوم، اہمیت اور آداب وشرائط

فتویٰ کا مفہوم:

''فتویٰ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کی جمع ''فتاویٰ ہے۔اس کے معنی: ''الجواب عما يشكل من المسائل الشرعية و القانو نيه ''یعنی مشکل شرعی وقانونی سوالوں کا جواب ہے۔[1]

امام راغبؒ [2] کے بقول: ''الفتيا و الفتوىٰ: الجواب عما يشكل من الاحكام'' یعنی فتیا اور فتویٰ مشکل احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو کہتے ہیں۔''[3]

اصطلاحی طور پر شریعت کے حکم اور فیصلہ کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔[4] فتویٰ کے ضمن میں یہ اصطلاحات بھی قابلِ ذکر ہیں۔

مفتی: جو علمِ فقہ کا ماہر ہو اور جو مسائل کا جواب دے۔[5]

مستفتی: فتویٰ طلب کرنے اور کسی معاملے میں شرعی حکم چاہنے والے کو مستفتی کہتے ہیں۔[6]

قرآن کریم میں لفظ ''فتویٰ'' کا استعمال:

قرآن کریم میں ''فتویٰ'' کے لفظ کا بنیادی مادہ (ف۔ت۔ی) مختلف استعمالات کے لحاظ سے بنیادی طور پر دو معنوں تحقیق وصف اور نوجوان مرد وعورت کے لیے استعمال ہوا ہے مثلاً

وَيَستَفتُونَک فِي النِسَآءِ قُل الله يفتِيكُم فِيهِنَ.

''اور اے پیغمبرؐ، لوگ آپ سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔''[7]

يَستَفتُونَکَ قُل اللهُ يفتِيكُم فِی الكَلالَة.

''اے پیغمبرؐ، لوگ آپ سے (کلالہ کے بارے میں) حکم دریافت کرتے ہیں۔آپؐ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے

---

[1] ابراہیم مصطفیٰ وغیرہ، المعجم الوسیط، المکتبہ الاسلامیہ، استنبول س ن، مادہ فتی، ص 673

[2] الراغب اصفہانی، حسین بن محمد (م:562ھ / 1108ء) تفسیر اور لغت میں معروف ہیں۔ بنیادی طور پر اصبہان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی معروف کتب میں ''الذریعہ الی مکارم الشریعۃ'' جامع التفاسیر'' اور'' المفردات فی غریب القرآن'' شامل ہیں۔ لوئس معلوف براورز، وغیرہ، المنجد فی الاعلام، دارالمشرق، بیروت' 1980ء، ص 302)

[3] اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، المفردات فی غرائب القرآن، مادہ فتی، نور محمد خارخانہ تجارت کتب، کراچی' س ن، ص 272

[4] وحید الزماں، نواب، لغات الحدیث (عربی، اردو) نعمانی کتب خانہ، لاہور' 2005ء، 3:384

[5] بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات (عربی، اردو) اسلامی اکادمی، لاہور' 1995ء، ص 618

[6] فیروز الدین، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور' س ن، ص 1243

[7] النساء: 127

ہے۔[1]

جوان مرد اور عورت کے معنی میں:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ

''اور ان (یوسف) کے ساتھ دو اور نوجوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔''[2]

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ

''اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو۔''[3]

فتویٰ کی ضرورت واہمیت:

دین کے منصوص احکام کم ہیں اور پیش آمدہ مسائل زیادہ ہیں۔اس لیے ہمیشہ یہ ضرورت رہے گی کہ ایک جماعت یا گروہ علماء وفقہاء کا ہمیشہ موجود رہے جو فتویٰ دے۔

چنانچہ فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک رہا ہے اور ہر زمانے میں علماء نے اس دینی ضرورت کو پورا کیا ہے۔خود نبی اکرم ﷺ نے مفتی کا کردار ادا کیا۔اس سے اس کی ضرورت واہمیت کا پتا چلتا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات کا ذخیرہ مختلف کتب میں محفوظ ہے۔امام ابن قیمؒ نے اپنی معروف کتاب ''اعلام الموقعین'' میں فتویٰ امام المتقین ﷺ کے عنوان کے تحت مختلف موضوعات کے حوالے سے دیے گئے رسولِ اکرم ﷺ کے 1190 فتاویٰ کو جمع کیا ہے۔[4]

فتویٰ دینا کس قدر ذمہ داری کا کام ہے۔اس حوالے سے ہمیں حدیثِ مبارکہ سے رہنمائی ملتی ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص زخمی ہو گیا۔پھر اس کو جنابت کی وجہ سے غسل کی ضرورت پیش آئی اس نے فتویٰ طلب کیا تو اسے فتویٰ دیا گیا کہ وہ غسل کرے پھر اس نے غسل کیا (جس کی وجہ سے) وہ مر گیا۔جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔اللہ انہیں ہلاک کرے (اور پھر فرمایا) ان کو جو بات معلوم نہ تھی اسے انہوں نے دریافت کیوں نہ کر لیا؟ کیونکہ نادانی کی بیماری کا علاج سوال ہے۔''[5]

---

[1] النساء:176

[2] یوسف:36

[3] النور:33

[4] ابن قیم، محمد بن ابوبکر الزرعی، اعلام الموقعین 2:514-638

[5] ابوداؤد سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الطھارۃ، باب المجدور یتیمم، رقم الحدیث 337، دارالسلام، الریاض 1999ء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، فقہائے کرام اور علماء نے اس دینی ذمہ داری کو ادا کیا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''من سئل عن علم فکتمه الجم یوم القیامة بلجام من النار [1]

یعنی جس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اس نے جانتے ہوئے اسے چھپایا اور نہ بتایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''

امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ایک سو تیس سے زائد مفتیان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے جن میں صحابیات بھی شامل ہیں۔ سات صحابہ کرامؓ کثرت افتاء میں مشہور و معروف تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عائشہ ام المومنینؓ، عبداللہ بن عمرؓ [2]

افتاء ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اس لیے سلف صالحین اس بابت بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اس حوالے سے یہ روایت قابل ذکر ہے۔

''حضرت عطاء فرماتے ہیں میں نے حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ [3] سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس انصار صحابہ کرامؓ کو پایا کہ اگر کوئی حدیث بیان کرنی ہوتی یا کوئی فتویٰ دینا ہوتا تو ہر ایک یہی چاہتا کہ کوئی دوسرا یہ حدیث بیان کر دے یا یہ فتویٰ دے دے اور ان میں سے اگر کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دوسرے کے پاس بھیج دیتا اور وہ دوسرا تیسرے کے پاس حتیٰ کہ وہ مسئلہ سب کے پاس سے ہوتا ہوا پہلے صحابیؓ کے پاس آجاتا۔'' [4]

مولانا حافظ عبدالرشید اظہر [5] نے فتویٰ اور مفتی کی اہمیت کو ان عناوین کے تحت بیان کیا ہے:

۱۔ دین کے متعلق لاعلمی اور جہالت کا سدباب

۲۔ فتویٰ امت کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۳۔ فتویٰ امت اور علماء امت کے مابین رابطہ ہے۔

۴۔ فتویٰ سے طالبِ حق کے لیے فہم و بصیرت کے دریچے کھلتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب کراهیة منع العلم، رقم الحدیث 3658

[2] اعلام الموقعین، ص 30

[3] عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (74ھ-148ھ) آپ کوفہ کے اکابر تابعین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت ابوایوبؓ انصاری سے سماع کیا ہے اور آپ سے شعبی، مجاہد، عبدالملک نے روایات بیان کی ہیں۔ (وفیات الاعیان 3:98)

[4] ابن صلاح، ابوعمرو عثمان، ادب المفتی والمستفتی، دار الباز، مکہ مکرمہ 1406ھ، ص 9

[5] حافظ عبدالرشید اظہر (پیدائش: یکم فروری 1953ء) معروف اہل حدیث عالم دین ہیں۔ اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے فاضل ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مقالہ بہ عنوان ''الدراسة المقارنة بین التفسیر المظهری وفتح البیان للنواب صدیق حسن خان'' حاصل کر چکے ہیں۔ (بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2005ء، ص 283-285)

۵۔دینی فرائض کی صحیح بجا آوری کے لیےفتویٰ بہترین مددومعاون ہے۔[1]

اسی طرح انہوں نے نااہل مفتیوں کے فتاویٰ سے علمی ودینی نقصانات کوان عناوین کے تحت بیان کیا ہے:

۱۔دین کے نام پرحدودالٰہی کی پامالی

۲۔دین اوراحکامِ دین کے بارے میں جاہلانہ جرأت

۳۔اس سے حق کے لبادے میں باطل کی نشرواشاعت ہوتی ہے۔

۴۔امت صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی ہے۔

۵۔امت علماءِ حق سے دورہوجاتی ہے۔[2]

مفتی کے آداب وشرائط

اگر چہ تمام دینی مناصب اہمیت کے حامل ہیں لیکن مفتی کا منصب سب سے زیادہ نازک اور پیچیدہ ہے کیونکہ اس منصب کے لیے صرف علم و تقویٰ ہی کافی نہیں ہے بلکہ طبیعت کی سلامتی اورفطرت کی راستی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

علمائے کرام نے مفتی کے آداب وشرائط کوتفصیلاً بیان کیا ہے جن میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں:

''القول فی شروط المفتی و صفاتہٖ اماشروطهٗ وصفاتهٗ فهو ان یکون مکلفاً مسلماًثقة، ماموناً منزهاً من اسباب الفسق و خوارم المروۃ ،و مسقطات المروۃ ،لان من لم یکن کذ لک ،فقوله غیرصالح للاعتماد،وان کان من اهل الاجتهادویکون فقیه النفس ،سلیم الذهن،رحین الفکر،صحیح التصرف والاستنباط، متیقظاً

یعنی مفتی کی شرائط واوصاف میں سے چندایک یہ ہیں کہ مکلّف مسلمان ہو،قابلِ بھروسہ ہو،اسبابِ فسق سے پاک ہو،مروت ختم کردینے والی چیزوں سے دورہو۔اس لیے جوان صفات وشرائط کا حامل نہیں ہے اس کا قول قابلِ اعتمادنہیں ہے اگر چہ اس کے اندراجتہاد کی صلاحیت ہی کیوں نہ موجودہو۔اس کے علاوہ فقیہ النفس،سلیم الذہن اورمحفوظ فکر کا مالک ہو،صحیح تصرف اوراحکام کی استنباط کی صلاحیت اس میں موجود ہو اور بے دارمغز ہو''۔[3]

ابنِ قیم نے امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے مفتی کی پانچ خوبیاں گنوائی ہیں:

''ایک تونیتِ صالح: کیونکہ نیت صالح دراصل ہرکام کی جان اورروح ہے۔دوسرے یہ کہ اس میں حلم،وقاراورسکینہ ہو۔تیسرے یہ کہ پورے علم اورکافی مہارت اوراچھی قوت ہو۔چوتھے یہ کہ کفایت ہوورنہ لوگ اس کے ٹکڑے کرڈالیں گے۔پانچواں یہ کہ لوگوں کی پہچان ہو''۔[4]

حافظ عبدالرشیداظہر نے مفتی کے آداب کومندرجہ ذیل عناوین کے تحت بیان کیا ہے:

---

[1] مدنی،ثناءاللہ،فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ،دارالارشاد،لاہور،2005ء،مقدمہ،ص136

[2] ایضاً،ص143-146

[3] ادب المفتی والمستفتی،ص21

[4] اعلام الموقعین،ص461

''۱۔فتویٰ کی اساس صرف کتاب وسنت ہے۔

۲۔شریعت سے رائے کا معارضہ نہ ہونے پائے۔

۳۔اضطراری حالت میں حسبِ ضرورت رائے سے کام لے اوراس کی وضاحت کردے۔

۴۔شخصیت پرستی سے اجتناب

۵۔صحیح دلیل مل جائے تو اپنی رائے پرمبنی فتویٰ سے رجوع کرلے۔

۶۔مذہبی تعصب سے پرہیز

۷۔کسی امام، مجتہد اور مفتی سے غلطی ہو جائے تو اسے معذور سمجھے۔

۸۔اہلِ علم سے مشاورت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۹۔افتاء کے لیے طویل بحث وتمحیص، تلاش وجستجو اور عمیق فکر ونظر سے کام لیا جائے۔

۱۰۔مفتی کو چاہیے کہ مستند اور مدلل کتب پر اعتماد کرے۔''[۱]

مفتی حافظ عبدالستار حماد[۲] یوں مفتی کی شرائط بیان کرتے ہیں:

''مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، عاقل وبالغ اور شریعت کے متعلق وجہ البصیرت، گہرائی اور گیرائی رکھنے والا ہو۔یعنی بصیرت یہ اساسی اور بنیادی شرط ہے۔نیز اس کے لیے بلند اخلاق اور باکردار ہونا بھی ضروری ہے۔تاکہ لوگ اس کی بات پر اعتماد کریں۔الغرض مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ علومِ اسلامیہ پر پوری پوری دسترس اور گردوپیش کے حالات وظروف پر گہری نظر رکھتا ہو۔اس کے علاوہ عجز ونیاز کے ساتھ اللہ کے حضور جھکنے والا، احتیاط کے دامن کو تھامنے والا، لوگوں سے حسنِ سلوک کا معاملہ کرنے والا اور پیچیدہ مسائل میں دیگر اہلِ علم سے مشورہ کرنے والا ہو''[۳]

---

[۱] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، مقدمہ، ص 157-169

[۲] مفتی حافظ عبدالستار حماد، صاحب ''فتاویٰ اصحاب الحدیث'' ان کا مفصل تعارف باب سوم میں درج ہے۔

[۳] حماد، حافظ عبدالستار، فتاویٰ اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2009ء، 2:445

فصلِ دوم: برصغیر میں علمائے اہلِ حدیث کی مشہور کتبِ فتاویٰ ...تعارف و تحقیقی جائزہ

مبحث اول: فتاویٰ نذیریہ از میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (1220ھ/1805ء-1320ھ/1902ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ تین جلدوں ایک ہزار نو سو پینتیس (1935) صفحات اور نو سو تینتالیس (943) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1913ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن 1971ء میں لاہور سے، زیرِ نظر تیسرا ایڈیشن ادارہ نور الایمان، دہلی سے 1988ء میں شائع ہوا۔

اس مجموعہ کے مرتبین میں مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی، مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری اور مولانا شرف الدین دہلوی شامل ہیں۔ جب کہ مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کاوشوں سے عربی و فارسی کا اردو میں ترجمہ کیا گیا۔[1]

شخصی تعارف:

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی 1220ھ/1805ء کو سورج گڑھ، ضلع مونگیر (بہار) کے نواحی گاؤں بلتھوا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید جواد علی تھا۔ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کے اکثر افراد اہلِ علم و فضل میں سے تھے۔[2]

آپ نے ابتدائی تعلیم عظیم آباد پٹنہ میں مولوی شاہ محمد حسین سے حاصل کی۔[3] تعلیم کی تکمیل دلی میں کی اور ان اساتذہ سے مختلف علوم و فنون میں اکتسابِ فیض کیا: مولانا عبدالخالق دہلوی، ملا اخوند شیر محمد، مولانا جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی سید محمد بخش عرف تربیت خاں مہندس، مولوی عبدالقادر رام پوری، ملا محمد سعید پشاوری اور مولوی حکیم نیاز احمد سہوانی۔[4]

آپ علومِ متداولہ کی تکمیل کے بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی اختصاصی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مسندِ ولی اللہی کے وارث شاہ محمد اسحاق دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ تیرہ سال تک ان کی خدمت میں فیض یاب ہوئے اور 1258ھ میں ان سے حدیث میں سندِ اجازت حاصل کی۔[5]

1258ھ میں جب شاہ محمد اسحاق دہلوی نے مکہ مکرمہ ہجرت کی تو آپ ان کے جانشین ہوئے اور وفات تک علومِ اسلامیہ کی تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔[6]

---

[1] محمد نذیر حسین، سید، فتاویٰ نذیریہ، ادارہ نور الایمان، دہلی، 1988ء، 1:3

[2] تراجم علمائے اہل حدیث ہند، ص 134

[3] ایضاً، ص 135

[4] ایضاً، ص 137-138

[5] حیات نذیر، ص 31

[6] ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص 20

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے برصغیر میں مسلک اہلِ حدیث کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ کے تلامذہ نے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں تعلیم وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ذریعے مسلک اہلِ حدیث کی اشاعت کی۔ آپ کے نمایاں تلامذہ میں مولانا حافظ ابومحمد ابراہیم آروی موسس مدرسہ احمدیہ آرہ، حضرت شاہ عین الحق، علامہ شمس الحق ڈیانوی صاحب ''عون المعبود''، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، سید عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی اور آپ کے دوسرے بھائی مولوی امیر حسین محدث سہوانی، مولوی نواب وحیدالزماں، مولوی بدیع الزمان، مولوی محمد حسین لکھوی وغیرہ۔[1]

فتاویٰ نذیریہ اور معیار الحق آپ کی علمی یادگار ہیں۔[2]

آپ کی وفات 10 رجب 1320ھ/13 اکتوبر 1902ء کو دہلی میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔[3]

اہم خصوصیات:

۱۔ اس مجموعہ میں اٹھاون مختلف عنوانات جنہیں کتب کا نام دیا گیا ہے کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔

۲۔ اس مجموعہ میں چارسوستائیس مفتیوں کے فتاویٰ موجود ہیں۔[4]

۳۔ ہر فتویٰ کے آخر میں مفتیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

۵۔ فتاویٰ اگرچہ اردو میں لکھے گئے ہیں لیکن ان میں فارسی عبارت بھی ہے۔

۶۔ بعض فتاویٰ مکمل طور پر فارسی زبان میں ہیں۔

۷۔ حوالہ جات نامکمل ہیں۔ صرف کتاب کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ جدید اندازِ تحقیق کے مطابق جلد وصفحہ نمبر وغیرہ نہیں دیے گئے۔

۸۔ اکثر فتاویٰ میں قرآن وسنت، کتبِ تفاسیر اور شروحات حدیث کے حوالے ملتے ہیں۔

۹۔ احناف کی کتب فقہ وفتاویٰ جن میں قدوری، وقایہ، ہدایہ، درمختار وغیرہ شامل ہیں کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

مجموعہ فتاویٰ نذیریہ کے اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے متعلقہ فتاویٰ میں مذہب اہلِ سنت والجماعت کے منہج، جو کہ قرآن وسنت اور اجماع سلف پر مبنی ہے کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کے بیان میں تمثیل وتکییف اور تاویل وتحریف سے پرہیز کیا گیا ہے۔

۱؎ تراجم علمائے حدیث ہند، ص 144

۲؎ ایضاً، ص 147

۳؎ ایضاً، ص 155

۴؎ فتاویٰ نذیریہ 3:484-511

استواء علی العرش

اس ضمن میں اہلِ سنت والجماعت کے موقف کو یوں بیان کیا گیا ہے: ''قرآن مجید کی ایک نہیں بلکہ بہت سی آیتوں سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے اور اسی طرح بہت سی احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت ہمیں نامعلوم ہے۔''[1]

قرب و معیت

''قرب ومعیت وغیرہ صفات میں بہت اختلاف ہے، بعض بالذات مراد لے کر تاویلات کرتے ہیں اور بعض بالعلم لیتے ہیں لیکن تحقیق مذہب جمہور کا یہ کہ جملہ صفات باری تعالیٰ کا ایمان بغیر سوال کیف وتشبیہ لانا چاہیے۔''[2]

دنیا میں رویت باری تعالیٰ

''امام نووی کا قول ہے کہ تمام اہلِ سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ رویت باری تعالیٰ دنیا میں نہیں ہوسکتی، آخرت میں ہوگی۔''[3]

قرآن مجید بشمول الفاظ و معانی منزل من اللہ ہے اور غیر مخلوق ہے۔

''جو شخص یہ کہے کہ قرآن اللہ کا کلامِ حقیقی نہیں، بلکہ اللہ کا کلامِ نفسی ہے یا کہے کہ قرآن مخلوق ہے یا کہے کہ اللہ کا کلام کلمات اور حروف و... سے پاک ہے تو ایسے شخص کو علماء نے کافر بھی لکھا ہے۔''[4]

جبریہ کا رد

تقدیر کی بابت دو فرقے اہلِ اسلام میں بدعات کے موجب ہوئے۔ ایک منکرین قدر جو بعد میں قدریہ اور معتزلہ کے نام سے مشہور ہوئے، دوسرے جبریہ جو بشری قدرت واختیار کا مکمل طور پر انکار کرتے تھے مثلاً جہم بن صفوان[5] اور اسی قسم کے دیگر لوگ، یہ کہتے تھے کہ ارادہ مشیت سے مختلف کوئی چیز نہیں اور امر و نہی کے لیے ارادہ مستلزم نہیں۔ بنابریں آدمی کا اپنا فعل کوئی ہے نہیں، نہ ہی اس کا کوئی اختیار ہے بلکہ جو کرتا ہے وہ اللہ ہی کرتا ہے اور اسی کا اختیار چلتا ہے۔[6]

فتاویٰ نذیریہ میں اس عقیدے کا رد کیا گیا ہے: ''۔۔۔ اگر اس شخص مذکور کا یہ مطلب ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے اس کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 4:1

[2] ایضاً، 5:1

[3] ایضاً 64:1

[4] ایضاً 152:1

[5] جہم بن صفوان (م: 128ھ/745ء) فرقہ جہمیہ کا بانی تھا۔ اللہ کی صفات کا منکر تھا۔ اموی خلافت کے خلاف بغاوت کی اور قتل کر دیا گیا۔ (المنجد فی الاعلام، ص 219)

[6] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، ادارہ البحوث العلمیہ، الریاض، 1389ھ، 36:13

اس کی حرکات مثل جمادات کے ہیں تو یہ عقیدہ بالکل غلط و باطل ہے اور یہ عقیدہ فرقہ جبریہ کا ہے۔''[1]

قبر میں منکر ونکیر کے سوالات کے وقت رسول اللہ کی آمد

بعض علماء کا کہنا ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت جب فرشتے نبی اکرمؐ کے متعلق سوال کرتے ہیں تو اس وقت نبی کریمؐ کی صورت دکھلائی جاتی ہے۔[2]

اس کا ردیوں کیا گیا ہے۔''وقت سوال منکر نکیر کے حضرت ﷺ کا تشریف لانا کسی حدیث یا آثار سے ثابت نہیں، اور اعتقاد رکھنے والا اس کا گمراہ ہے۔''[3]

ترک صلوٰۃ کفر دون کفر ہے۔

تارک الصلوٰۃ کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور علماء کے نزدیک ان کا کفر دون کفر ہے۔[4] فتاویٰ نذیریہ میں بھی اسی رائے کو اختیار کیا گیا ہے:''تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے ملت، اسلام سے خارج ہو جائے اور مغفرت وشفاعت ودخول جنت کا مستحق نہ رہے، بلکہ تارک الصلوٰۃ کا کفر وہ کفر ہے جس کی وجہ سے نہ وہ ملتِ اسلام سے خارج ہوتا اور نہ استحقاق مغفرت وشفاعت ودخول جنت سے محروم ہوتا ہے۔''[5]

عبادات

''الفاظ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

بعض علمائے اہلِ حدیث کے نزدیک اذکار وادعیہ ماثورہ میں تبدیلی واضافہ حد اعتدال سے تجاوز ہے۔اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔[6] فتاویٰ نذیریہ میں اس سوال کے جواب کہ بعض مواقع پر صرف ''بسم اللہ'' ہی پڑھی جائے یا اضافہ کیا جائے؟ لکھا ہے:''الفاظ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''[7]

ذکرِ جہر کی شرعی حیثیت

صوفیا کے حلقوں میں ذکرِ جہر کا رواج ہے، جس میں اکٹھے ہو کر ذکر جہر کیا جاتا ہے۔اس حوالے سے یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ:''صحابہؓ اور تابعین

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 20:1

[2] روپڑی، حافظ عبداللہ، فتاویٰ اہل حدیث، مکتبہ احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا' 1994ء 114:2

[3] فتاویٰ نذیریہ، 146:1

[4] الزحیلی، وھبہ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، المکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، س ن' 658:1

[5] فتاویٰ نذیریہ 463:1

[6] فتاویٰ اصحاب الحدیث 191:2

[7] ایضاً 2:1

میں سے اکثریت ذکر جہر کے مکروہ ہونے کی قائل ہے۔تمام مذاہبِ تبعیہ کا اتفاق ہے کہ ذکر میں بلند آواز مستحب نہیں۔[1]

مال زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جمہور علماء کے نزدیک جہاد ہے۔[2] بعض علماء نے اس کو عام شمار کرتے ہوئے مدرسہ اسلامی کے مدرسین اور طلبا وغیرہ کی امداد کو روا قرار دیا ہے۔[3]

فتاویٰ نذیریہ میں اس حوالے سے یہ جواب دیا گیا ہے: ''مال زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں ہے۔ہاں مال زکوٰۃ سے غریب طلبا کو دینا جائز ہے۔''[4]

سرکاری یا کسی غیر مال کے ذریعے حج سے فریضہ ساقط ہو جائے گا

بعض دفعہ سرکاری خرچ یا کسی دوسرے ذریعے سے کسی کو حج کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو اس سے فریضہ حج ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اس حوالے سے یوں فتویٰ دیا گیا ہے: ''۔۔۔پس آیت وحدیث سے ثابت ہوا کہ مطلقاً استطاعت شرط ہے،اپنے مال سے یا غیر کے مال سے اس میں یہ شرط نہیں فرمائی گئی کہ اپنا مال ذاتی ہونا چاہیے بلکہ مطلقاً استطاعت شرط ہے۔پس جس وقت بیت اللہ تک پہنچ کر ارکان حج ادا کیا،فرض ساقط ہو جائے گا۔''[5]

معاملات

زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں

زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانے کے متعلق علمائے اہل حدیث میں اختلاف ہے۔جنہوں نے روا قرار دیا ہے وہ اس کو جانور کی سواری اور دودھ پر قیاس کرتے ہیں۔[6] جنہوں نے منع کیا ہے وہ اسے سود شمار کرتے ہیں۔[7] فتاویٰ نذیریہ میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اسے جانور کی سواری اور دودھ پر قیاس کرنے کو غلط قرار دیا ہے: ''۔۔۔تو معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین مرہونہ کا قیاس سواری کے جانور پر صحیح نہیں ہے۔''[8]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ،14:2

[2] الفقہ الاسلامی وادلتہ 1957:3

[3] لاہوری،عمران ایوب،زکوٰۃ کی کتاب،نعمانی کتب خانہ،لاہور 2006ء،ص 217

[4] فتاویٰ نذیریہ 90:2

[5] ایضاً 118:2

[6] عبدالستار،مولانا،فتاویٰ ستاریہ،المکتب الاسلامی،کراچی 1972ء 81:1

[7] احمد،ابوالبرکات،فتاویٰ برکاتیہ،جامعہ اسلامیہ،گوجرانوالہ 1988ء،ص 131

[8] فتاویٰ نذیریہ،271:2

مکان مرہون میں بلا کرایہ رہنا جائز نہیں۔

مرتہن کا مکان رہن میں بلا کرایہ کے خود رہنا یا کسی اور کو رکھنا شے مرہون سے نفع اٹھانا ہے اور شے مرہون سے باستثنائے سواری اور دودھ کے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔"[1]

زنا کے مرتکب مرد و زن کے باہمی نکاح کی شرعی حیثیت ؟

زنا کے مرتکب مرد وزن کا باہمی نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے دو مسائل قابل توجہ ہیں۔ایک زانی مرد وزن کے نکاح کی شرعی حیثیت، دوسرا حالت حمل میں مزنیہ کے نکاح کی شرعی حیثیت۔ان میں سے پہلی صورت کے بارے میں جمہور فقہا وعلماء کی رائے یہ ہے کہ اگر زانی اور زانیہ سچی توبہ کرلیں تو ان کا باہمی نکاح جائز ہے۔[2] دوسری صورت میں فقہائے مالکیہ، حنابلہ اور فقہائے حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ کا موقف یہ ہے کہ ایسی صورت کا نکاح خواہ اسی زانی سے کیا جائے یا کسی اور سے، یہ اس وقت تک درست نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو جائے۔فقہائے شافعیہ اور حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کا حالت حمل میں نکاح جائز ہے۔[3]

اہل حدیث علما کا اس حوالے سے اختلاف ہے۔بعض اہل حدیث علماء اسے ناجائز اور کار گناہ قرار دیتے ہیں[4] بعض اس کے جواز کے قائل ہیں۔مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں" عورت مذکورہ سے جس شخص نے زنا کیا ہے، جس کا حمل قرار پا گیا وہی مرد اس عورت سے نکاح کرے تو اس کو وضع حمل کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"[5] فتاویٰ میں اس کا جواز بیان کیا گیا ہے۔" بیوہ مذکورہ اپنا حمل میں اس شخص کے ساتھ جس سے اس کو حمل حرام کا ہے نکاح کرسکتی ہے۔کیونکہ دونوں زانی ہیں اور زانیہ کا نکاح زانی سے جائز ہے اور یہ شخص بعد نکاح اس بیوہ منکوحہ کے ساتھ وطی بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہ حمل اس شخص کا ہے، استبراء رحم کی کچھ حاجت نہیں ہے۔"[6]

قربانی کی شرعی حیثیت

عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا واجب ہے یا سنت؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔امام مالک اور امام شافعی کی رائے ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔۔۔امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ قربانی شہروں میں مقیم خوش حال لوگوں پر واجب ہے اور مسافروں پر واجب نہیں۔امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ ان کے مخالف ہیں۔ان کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے۔[7]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 271:2

[2] مبشر حسین، حافظ، جدید فقہی مسائل، مبشر اکیڈمی، لاہور 2008ء، ص 375

[3] ایضاً ص 367

[4] نور پوری، حافظ عبد المنان، احکام ومسائل، الکریمیہ، گوجرانوالہ 2003ء 313:1

[5] عظیم آبادی، شمس الحق، فتاویٰ، علمی اکیڈمی، کراچی 1989ء، ص 133-134

[6] فتاویٰ نذیریہ، ص 470:2

[7] ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد (مترجم: عبید اللہ فلاحی) دار التذکیر، لاہور 2005ء، ص 555

فتاویٰ نذیریہ میں اسے سنت موکدہ قرار دیا گیا ہے۔''مذہب صحیح وتحقیق یہی ہے کہ سنت موکدہ ہے اور یہی مذہب ہے۔جمہورؒ اور محدثین نے ایک باب اس کی سنیت کا منعقد کیا ہے۔''ہر متنفس کی طرف سے ایک جانور کی قربانی ضروری نہیں ہے۔ایک بکری بھی گھر کی طرف سے کافی ہوسکتی ہے۔''[1]

قرآن و حدیث کی تعلیم ،امامت وغیرہ پر اُجرت لینے کا جواز

فقہا کا اس ضمن میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔امام مالکؒ،امام ابویوسفؒ،امام محمدؒ،امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے فقہائے امت کے نزدیک تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔متاخرین علمائے احناف نے فتویٰ دیا ہے کہ تعلیم قرآن وغیرہ پر بقدر قناعت وکفایت اجرت لینا جائز ہے اور ایصال ثواب پر اجرت لینا قطعاً جائز نہیں ہے۔[2] فتاویٰ نذیریہ میں فقہاء کا موقف تفصیلاً بیان کرنے کے بعد اس کا جواز بیان کیا گیا ہے۔''۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ اجارہ تعلیم قرآن جو باتفاق علمائے متاخرین مذاہب اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک بھی یہ اجارہ صحیح ہے۔''[3]

اولاد کو ہبہ کرتے وقت مساوات ضروری ہے؟

اولاد کو ہبہ کرنے میں اختلاف ہے کہ ہبہ کرتے وقت ان میں تفریق کرے یا بعض اولاد کو پوری دولت ہبہ کرے اور بعض کو کچھ نہ دے۔جمہور فقہاء کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے لیکن اگر ایسا ہبہ ہو جائے تو جائز ہے۔علماء ظاہریہ کہتے ہیں کہ بعض اولاد کو پورا مال دینا تو جائز ہے لیکن ان میں تفریق کرنا بھی جائز نہیں ،امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اولاد کو ہبہ کرتے وقت کمی بیشی تو ہوسکتی ہے مگر بعض اولاد کو بالکل محروم کر دینا جائز نہیں ہے۔[4]

فتاویٰ نذیریہ میں ہبہ کرتے وقت اولاد میں مساوات کو راجح قرار دیا گیا ہے۔''صورت مسئولہ میں بندہ کو شرعاً یہ حق ہے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو مساوی حصہ دے کیونکہ ظاہر فیصلہ نبویؐ یہی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے تو بیٹے اور بیٹی کو مساوی حصہ دے ۔۔۔بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جب باپ اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے یا کچھ عطیہ دے تو بیٹے کو دو حصے دے اور بیٹی کو ایک حصہ دے جیسے کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹے اور بیٹی میں اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے مگر ظاہر الفاظ حدیث نعمان بن بشیرؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب باپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے تو بیٹا اور بیٹی کو حصہ برابر دے اور زندگی کی حالت میں باپ کے ہبہ اور عطیہ کو تقسیم ترکہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔''[5]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 245:3

[2] البرنی محمد عاشق الٰہی ،التسہیل الضروری لمسائل القدوری (مترجم :مسعود احمد) مکتبہ رحمانیہ، لاہور2006ء، ص 214

[3] فتاویٰ نذیریہ 214:2

[4] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ،ص 1037

[5] فتاویٰ نذیریہ 290:2

فتاویٰ نذیریہ --- منہج واسلوب

فتاویٰ نذیریہ مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے۔اس میں فتاویٰ زیادہ تر قرآن وسنت کے دلائل کی بنا پر دیے گئے ہیں۔فقہاء کی آراء سے استفادہ بھی کیا گیا ہے اوران میں سے اقرب الی الحق کا انتخاب کیا گیا ہے۔اجماع اور قیاس کے اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔فتاویٰ نذیریہ 'چونکہ اس دور میں معرض تحریر میں آیا جب مسلک اہل حدیث برصغیر میں تازہ تازہ فروغ پا رہا تھا۔اس لیے احناف سے تقلید کے موضوع پر بحث ومباحثہ جاری تھا۔فتاویٰ میں ایک باب ''رد تقلید'' کے موضوع کے لیے وقف کیا گیا ہے۔

جس میں تقلید کے رد میں شدت نظر آتی ہے مثلاً ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''۔۔۔ہاں! واضح رہے کہ بعض مقلدین کی تقلید مفضی الی الشرک (شرک تک پہنچانے والی) ہوتی ہے' سوایسے مقلدین کے پیچھے نماز جائز نہیں اور تقلید مفضی الی الشرک یہ ہے کہ کسی خاص مجتہد کی اس طرح تقلید کرے کہ جب کوئی صحیح حدیث غیر منسوخ اپنے مذہب کے خلاف پاوے تو اس کو قبول نہ کرے اور یہ سمجھے بیٹھا ہو کہ ہمارے امام سے خطا اور غلطی ناممکن ہے اور ان کا ہر قول حق اور ثواب ہے اور اپنے دل میں یہ بات جما رکھی ہو کہ ہم اپنے امام کی تقلید ہرگز نہ چھوڑیں گے اگرچہ ہمارے مذہب کے خلاف قرآن وحدیث سے دلیل قائم ہو۔پس جس مقلد کی ایسی تقلید ہو وہ مشرک ہے۔''[1]

عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔

مولانا نذیر حسین اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں، یعنی عمل بقول اس شخص کے کرنا کہ جس کا قول بدلیل شرعی کے حجت نہ ہو، اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں اور تقلید کی تعریف یہ ہے کہ عمل کے متعلق بغیر کسی دلیل کے کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے اور دلیل سے مراد وہی ادلہ اربعہ ہیں جن کی کتب اصول فقہ حنفیہ میں تصریح کی گئی ہے۔پس تقلید کی تعریف سے حسب اصطلاح مقلدین کے واضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربعہ یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ واجماع صحابہؓ ومجتہدین وقیاس صحیح مجتہد مسلم الاجتہاد سے خارج ہے اور یہ عمل تکلیفی شرعی اصلاً نہیں اور جو عمل بلا ادلہ اربعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں، وہ شرعاً مردود وباطل ہے۔پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا۔''[2]

اجماع اور قیاس کے اصول سے استفادہ

اجماع اور قیاس کے اصول کو فتاویٰ میں مسائل کے اثبات کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے' کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''جو مال کسب ودستکاری اور بیع وشرا ی سے بقدر نصاب کے حاصل ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔۔۔اجماعاً تو مکسوبہ تجارت میں بھی زکوٰۃ بلاشبہ واجب ہوگی، اسی واسطے اس پر بھی اجماع منعقد ہوا۔''[3]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 168:1

[2] ایضاً 184:1

[3] ایضاً 93:2

سونے چاندی کے برتنوں کے علاوہ سونے، چاندی کی حرمت کی اثر پذیری

''سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ان کے سوا دوسری چیزوں میں البتہ اختلاف ہے۔بعض اس کو حرام نہیں کہتے ،کیونکہ نص صرف کھانے اور پینے کے متعلق ہے اور بعض ہر طرح کے استعمال کو حرام کہتے ہیں اور اس پر اجماع کے مدعی ہیں لیکن بعض متاخرین نے دوسرے استعمالات میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ نص صرف کھانے پینے کے متعلق ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں ہے اور دوسری چیزوں کو قیاس سے ان کے ساتھ ملحق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں قیاس کے شرائط نہیں پائے جاتے۔''[1] فتاویٰ میں موخر الذکر رائے کو اختیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کو قیاساً غیر مخلوق ثابت کیا گیا ہے۔

''جب اللہ تعالیٰ قدیم ہوا تو اس کی صفات بھی قدیم ہوں گی ،تو بالاتفاق کلام اللہ' اللہ کی صفت ہے ،اس کے ساتھ قائم ہے تو کلام اللہ قدیم ٹھہرا اور جب اللہ کے ساتھ قائم ہے اور اللہ غیر مخلوق ہے تو اس کا کلام بھی غیر مخلوق ہے۔''[2] فقہ الاکبر از امام ابوحنیفہ کے حوالے سے کہا گیا ہے:

''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے کلام کے ساتھ متکلم رہا ہے اور کلام اس کی ازلی صفت ہے۔وہ اپنی تخلیق کے ساتھ خالق ہے اور تخلیق اس کی ازلی صفت ہے اور اپنے فعل کے ساتھ فاعل ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور مفعول مخلوق ہے اور اللہ کا فعل غیر مخلوق ہے اور اس کی تمام صفتیں ازلی ہیں ،حادث اور مخلوق نہیں ہیں۔۔۔قرآن پڑھتے وقت ہمارے اپنے الفاظ مخلوق ہیں۔ہماری کتابت اور تلاوت مخلوق ہے اور قرآن غیر مخلوق ہے۔''[3]

فقہائے مسالک اربعہ اور دیگر فقہا سے استفادہ

فتاویٰ نذیریہ میں اثبات عقائد و مسائل کے لیے فقہائے مسالک اربعہ اور دیگر فقہاء سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں بطور مثال مندرجہ ذیل فتاویٰ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

قرآن شریف اللہ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔

فقہ الاکبر از امام ابوحنیفہ کے حوالے سے امام جعفر صادقؒ[4] اور دیگر ائمہ کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں: ''امام جعفر صادقؒ سے مشہور ہے ۔

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 353:3

[2] ایضاً 154:1

[3] ایضاً 156:1

[4] امام جعفر صادق بن محمد باقر (80ھ-148ء) امامیہ مذہب کے چھٹے امام ہیں۔آپ کے اساتذہ میں امام محمد باقر،عروۃ بن زبیر،امام عطاء بن ابی رباح شامل ہیں جب کہ آپ کے تلامذہ میں امام مالکؒ،سفیان ثوریؒ،سفیان بن عیینہؒ اور یحیٰی القطان ایسے اکابر شامل ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ 636:2)

لوگوں نے ان سے قرآن کے متعلق سوال کیا کہ وہ خالق ہے یا مخلوق؟ تو آپ نے فرمایا نہ وہ خالق ہے نہ مخلوق، بلکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور حسن بصریؒ[1] اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے اور احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ان جیسے دیگر ائمہ اور ان کے متبعین کے اقوال قرآن کے متعلق مشہور ہیں۔''[2]

ریل گاڑی میں بغیر عذر نماز پڑھنا درست ہے۔

اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے بحر الرائق کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے: ''اگر بگھی یا ٹانگہ کا کچھ حصہ جانور کے اوپر بھی ہو خواہ وہ چلتا ہو یا ساکن ہو اس پر بغیر عذر کے نماز جائز نہیں ہے۔'' ریل گاڑی کو تخت کے حکم کے مشابہ قرار دیتے ہوئے ردالمحتار شامی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے: ''اگر بگھی کا کوئی جانور پر نہ ہو اور جانور اس کو رسی کے ذریعے کھینچتا ہو تو اس پر نماز بلا عذر جائز ہے کیونکہ وہ تخت کے حکم میں ہے جو زمین پر بچھا ہو۔''[3]

فوت شدہ والدین کے حصہ رکھنے سے سات حصے قربانی کے مکمل ہیں۔

اس سوال کہ ''گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اگر ان میں سے ایک آدمی ایک حصہ تو اپنا رکھے اور دو حصے اپنے مردہ والدین کی طرف سے تو یہ قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟'' کا جواب یوں دیتے ہیں: ''جائز ہے، چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ وان مات احد السبعه المشتركين فی البد نة وقال الورثة اذ بحوعنه و عنكم صحيح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل كذا فی الدر المختار ۔قال المصنف والتضحية الغير عرفت قربة لانه عليه السلام الصلوٰة ضحی عن امة كذا فی الطحطاوی و هكذا فی الهداية و غير ها من الكتب الفقه والحديث''[4]

اہل تشیع کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔

اہل تشیع کے ذبیحہ کو حلال قرار دیتے ہوئے فقہ کی معتبر کتابوں سے نقل کیا گیا ہے: ''چنانچہ ہدایہ و کفایہ و شرح وقایہ و کنز الدقائق و درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے: ''تقبل شهادة اهل الاهواء الا الخطابيه انتهىٰ ما فی الهدايه مختصر وفی الذخيرة: شهادة اهل الاهواء مقبولة انتهىٰ مافی الكفايه اور مراد اہل اہوا سے رافضی و خارجی و معتزلہ ہیں۔ پس اہل تشیع جب نزدیک اہل سنت کے اہل اسلام ٹھہرے تو ذبیحہ ان کا بے شک حلال ہوگا''۔[5]

---

[1] حسن بصری (21ھ-110ھ) آپ معروف تابعی ہیں۔ آپ کو عثمانؓ بن عفان اور عبداللہؓ بن عباس سے شرف ملاقات حاصل ہے۔ آپ کو احکام شریعت، تصوف، تدریس اور وعظ و تبلیغ میں شہرت حاصل ہے۔ (المنجد فی اعلام ص 236)

[2] فتاویٰ نذیریہ 158:1

[3] ایضاً 160:1

[4] ایضاً 254:1

[5] ایضاً 317:3

فقہی قاعدہ: کل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز (ہر وہ چیز جو حرام تک پہنچائے حرام ہے۔

اس فقہی قاعدہ کے تحت خصی ہونے والے مرد کو نوکر رکھنا منع قرار دیا گیا ہے: ''پس فقہ کی معتبر روایات سے ثابت ہوا کہ خصی ہونا حرام ہے اور ان کی کمائی بھی حرام اور مکروہ ہے اور فقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو حرام تک پہنچائے حرام ہے اور جس صورت میں خصی کو مستقل نوکر رکھنا منع ہے۔ اگر عورتوں کے پاس آمد و رفت کے لیے نوکر رکھا جائے تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا''۔[1]

[1] فتاویٰ نذیریہ 306:1

مبحث دوم: مجموعہ فتاویٰ: نواب سید محمد صدیق حسن خاں (1248ھ/1832ء ۔۔۔ 1307ھ/1890ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک سو چونتیس (134) صفحات اور بیالیس (42) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مطبع صدیقی، لاہور سے 1310ھ/1893ء میں شائع ہوا۔ جلد اول میں مختلف علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ ہیں۔ ہر فتوے کے آخر میں فتویٰ نگار کا نام اور اس کی تصدیق کرنے والے علماء کا نام درج ہے۔ جلد دوم نواب صدیق حسن خاں کی کتاب ''حل سوالات مشکلہ'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ جلد بیس (20) سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

شخصی تعارف:

نواب سید محمد صدیق حسن خان 1248ھ/1832ء کو بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔[1] آپ کے ابتدائی اساتذہ میں سید احمد حسن عرشی اور مراد بخاری اور محمد محب اللہ پانی پتی ہیں۔[2]

نواب سید صدیق حسن خان نے دینی علوم کی تکمیل مفتی مولانا صدرالدین سے کی۔ حدیث اور اجازہ حدیث شیخ زین العابدین، شیخ عبدالحق محدث بنارسی تلمیذ قاضی شوکانی، شیخ یحیٰی بن محمد الحازمی (قاضی عدن)، علامہ سید نعمان خیرالدین آلوسی زادہ (مفتی بغداد)، قاضی شیخ حسین عرب یمنی اور حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مہاجر مکی سے (بذریعہ خط) حاصل کی۔[3]

ریاست بھوپال میں آپ کو دینی و دنیاوی عروج حاصل ہوا۔ آپ کا نکاح ثانی نواب شاہ جہاں بیگم ''ملکہ بھوپال'' سے ہوا اور آپ کو ''نواب والاجاہ امیر الملک خان بہادر'' کا لقب ملا۔[4] نواب سید صدیق حسن خان کثیر التصانیف مصنف تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد دو سو بائیس (222) شمار کی گئی ہے۔ ان میں عربی، فارسی اور اردو زبان کی تصانیف شامل ہیں۔[5] آپ کی وفات 1307ھ/1890ء کو بھوپال میں ہوئی۔[6]

اہم خصوصیات:

۱۔ فتاویٰ کا انداز محققانہ ہے۔

۲۔ فتاویٰ کا اصل مدار قرآن وسنت کے دلائل پر ہے۔

۳۔ علمائے سلف وفقہاء کی کتب فقہ وفتاویٰ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند، ص 277

۲۔ ایضاً، ص 279

۳۔ ایضاً، ص 281

۴۔ ایضاً، ص 87-286

۵۔ ایضاً، ص 288

۶۔ ایضاً، ص 297

۴۔بعض فتاویٰ تفصیلی انداز میں لکھے گئے ہیں مثلاً ولدالزنا کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم[1]

جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتوں کا پڑھنا ممنوع ہے۔[2]

عورتوں کو سونے کا زیور پہننے کا حکم[3]

دوزخ کی ابدیت کے متعلق جواب[4]

فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا[5]

طاعون کی حقیقت اور اس کے دفع کے لیے قنوت نازلہ[6]

زمین کے سات طبقات اور ان کی مخلوق کے متعلق جواب[7]

مجموعہ فتاویٰ---اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

عقائد کا بیان

دوزخ کا عذاب ابدی اور غیر منقطع ہوگا۔

مذہب اہل سنت کے عقیدے کے مطابق کہ ''جنت اور دوزخ اللہ کی مخلوق ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔''[8]

نواب سید صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ''---دوزخ والوں کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے معنی ہیں کہ کبھی عذاب منقطع نہ ہوگا۔ چنانچہ [illegible]
آیات کلام اللہ اور دلائل سنت رسول اللہ اور مذہب جمہور علمائے اسلام سے تو یہی ثابت ہے۔''[9]

علم نجوم کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

اس ضمن میں علمائے اسلام کا موقف یوں بیان کیا گیا ہے: ''علم نجوم کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔''[10]

---

[1] محمد صدیق حسن خان، مجموعہ فتاویٰ، مطبع صدیقی، لاہور 1893ء 1:25

[2] ایضاً 1:56-66

[3] ایضاً 1:66-80

[4] ایضاً 2:2-7

[5] ایضاً 2:7-12

[6] ایضاً 2:30-36

[7] ایضاً 2:43-50

[8] الطحاوی، احمد بن محمد، عقیدہ طحاویہ (مترجم: محمود احمد) انصار السنہ المحمدیہ، لاہور س ن، ص 15

[9] مجموعہ فتاویٰ 2:2

[10] ایضاً 2:22

اس حوالے سے دو چیزیں ہیں: (۱) نمازی کا دعا کرنا جیسا کہ نمازی دعائے استخارہ وغیرہ کرتا ہے خواہ امام ہو یا مقتدی (۲) امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا کرنا۔ دوسری صورت کو بعض علماء نے، اگر مستقل اپنایا جائے تو بدعت قرار دیا ہے مثلاً ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہ ۱؎

نواب سید صدیق حسن خان انفرادی صورت میں فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھانے کے متعلق لکھتے ہیں: ''فرض نمازوں کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے رسولؐ اللہ کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے لیکن فرض کی کچھ تخصیص نہیں کہ خاص فرض ہی میں اٹھانے کا ثبوت ہو یا خاص فرض میں منع ہو۔ پس دلیلوں کا اطلاق اور عام ہونا فرض کو بھی شامل ہے، جب تک خصوصیت کی کوئی دلیل قائم نہ ہو'' ۲؎

بلا عذر فوت شدہ نمازوں کی قضائی

اس ضمن میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک ایسے شخص پر قضاء نماز واجب ہے۔ ۳؎ امام ابن تیمیہ، ابن حزم ۴؎ کے نزدیک قضاء واجب نہیں ہے۔ ۵؎

نواب صدیق حسن خان بھی اس صورت میں قضاء کے قائل نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''نماز فوتی کو قضاء کرنے میں جو بلا عذر فوت ہوئی ہو علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں قضاء واجب ہے اور داؤد ظاہری ۶؎ اور ابن حزم اور بعض شافعیہ کا مذہب قضاء نہ کرنا ہے۔۔۔ حدیث ''فدین الله احق ان یقضیٰ'' صحیح ہے اور اس میں عموم ہے جو مصدر مضاف سے نکلتا ہے وہ عموم اسباب کو بھی شامل ہے۔ غرض کہ جمہور کے پاس اس حدیث کے سوا کوئی اور دلیل نہیں اور اہل اصول میں اختلاف ہے کہ وجوب قضاء کے لیے وہی دلیل کافی ہے جس سے مقتضی کا وجوب نکلتا ہو یا نئی دلیل کی ضرورت ہے جس سے قضاء کا وجوب ثابت ہو اور حق یہ ہے کہ نئی دلیل ہونی چاہیے کیونکہ قضاء کا وجوب مستقل تکلیف ہے علاوہ تکلیف ادا کے۔'' ۷؎

۱؎ لاہوری، عمران ایوب، فقہ الحدیث ترجمہ وشرح ''الدرالبھیۃ'' للشوکانی، نعمانی کتب خانہ، لاہور 2004ء، 1:427

۲؎ مجموعہ فتاویٰ 2:7 (موجودہ علمائے اہل حدیث فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کو بدعت قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ اس کے لئے دلیل خاص طلب کرتے ہیں۔ فتاوی برکاتیہ، ص95)

۳؎ بدایۃ المجتہد، ص285

۴؎ فقہ الحدیث 1:520

۵؎ ابن حزم، علی بن احمد، (384-456) فقیہ، شاعر، مورخ و متکلم ہیں۔ ظاہری مذہب کے امام ہیں۔ کثیر التصانیف ہیں۔ جن میں ''المفصل فی الملل والاھواء والنحل'' اور ''المحلی'' وغیرہ شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام، ص9)

۶؎ امام داؤد بن علی بن داؤد (م: 270ھ) ظاہری مذہب کا بانی شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الایضاح، کتاب الافصاح اور کتاب الدعویٰ والبینات شامل ہیں (الفہرست، ص51)

۷؎ مجموعہ فتاویٰ 2:18

قربانی کرنا سنت موکدہ ہے۔

''اضحیہ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت موکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت موکدہ ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بخاری نے ایک باب اس کی سنیت کا منعقد کیا ہے۔''[1]

صدقہ فطر فرض عین ہے۔

صدقہ فطر جمہور علماء کے نزدیک فرض ہے۔ اصحاب مالک کے بعض متاخرین نے اسے سنت کہا ہے۔ یہی رائے اہل عراق کی ہے۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کا حکم آنے کے بعد منسوخ ہے۔[2] مجموعہ فتاویٰ میں اسے فرض عین قرار دیا گیا ہے: ''صدقہ فطر از روی آیت و [illegible] احادیث صحیحہ فرض عین ہے۔ حنفی مذہب میں صدقہ فطر واجب ہے۔ ہدایہ میں ہے: صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذا كان سالكا لمقدار النصاب''[3]

مجموعہ فتاویٰ۔۔۔ منہج و اسلوب

نواب صدیق حسن خان برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے نمایاں افراد میں سے ہیں جن کی کاوشوں سے برصغیر میں عمل بالحدیث کو فروغ ملا۔ وہ خود نوشت سوانح حیات ''ابقاء المنن بالقاء المحن'' میں اپنے مسلک و مشرب کی یوں وضاحت کرتے ہیں: ''ائمہ اربعہ کے مذاہب پر عبور حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے لیے دلیل کے اتباع کو پسند کیا ہے۔ یعنی دلیل کے اعتبار سے جو مذہب قوی اور صحیح ہو، میں اسے اختیار کرتا ہوں خواہ وہ مذہب حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی، میں کسی مذہب کو محض تعصب کے پیش نظر رد نہیں کرتا اور نہ کسی مذہب کو محض خواہش نفس کے مطابق اخذ کرتا ہوں۔''[4]

اجماع کے اصل سے استدلال

ادلہ اربعہ میں اجماع کے اصل سے استدلال کرتے ہوئے مسائل کا اثبات کیا گیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان فتویٰ دیتے ہیں: ''حضر میں بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کرنا بالاجماع ناجائز ہے اور جو آنحضرتؐ سے منقول ہے وہ جمع صوری پر محمول ہے''[5]

علماء و فقہاء کے اقوال سے استفادہ و استدلال

مجموعہ فتاویٰ میں اثبات مسائل کے لیے فقہاء کے اقوال و آراء سے استفادہ واستدلال کیا گیا ہے مثلاً

---

[1] مجموعہ فتاویٰ 2:1

[2] بدایۃ المجتہد، ص 379

[3] ایضاً 14:1

[4] ابقاء المنن بالقاء المحن، ص 67

[5] مجموعہ فتاویٰ 42:2

مفقود الخبر خاوند کی بیوی چار سال اور عدت کے بعد پہلے خاوند کو نہیں مل سکتی۔

اس ضمن میں امام مالکؒ اور شاہ ولی اللہ کی رائے کو نقل کیا گیا ہے: "قال مالک و ان تزوجت بعد انقضاء عدتها فدخل بها او لم یدخل فلا سبیل لزوجها الاول الیها ، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس کو مسوی میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔"[1]

ولی ابعد اگر خیر خواہ ہے تو ولی اقرب سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

مجموعہ فتاویٰ جلد اول میں مذکور ہے: "ولی ابعد اگر خیر خواہ ہے تو ولی اقرب سے زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ مقصود ولایت سے نفع صغیر ین ہے نہ کہ ضرر کما مر مفصلاً و مدلاً۔۔ علاوہ اس وہ فاسق بھی ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر باپ دادا فاسق ہوں تو ان کو ولایت نہیں ہے قاضی نکاح کر دے۔"[2]

---

[1] مجموعہ فتاویٰ 21:1

[2] ایضاً 40:1

مبحث سوم : فتاویٰ غزنویہ: مولانا عبدالجبار غزنوی (1268ھ/1852 ---1331ھ/1913ء)

یہ مجموعہ فتاویٰ ایک جلد، دوسو چھپن صفحات (256) اور ایک سو چھبیس (126) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مطبع انوار الاسلام امرتسر سے 1326ھ میں شائع ہوا۔ ان فتاویٰ کے جامع یحییٰ بن مولوی عبدالرحیم غزنوی اور عبدالودود بن مولوی محمد اسحاق ہیں۔

شخصی تعارف:

مولانا عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی 1268ھ/1852ء کو غزنی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دو بھائیوں مولانا محمد اور مولانا احمد سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی۔[1] تحصیل علم کے بعد آبائی مدرسے میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور مدرسہ کا نام ''مدرسہ غزنویہ'' سے بدل کر ''مدرسہ تقویۃ الاسلام'' رکھا۔ زندگی بھر اسی مدرسے میں طلبا کو علم حدیث پڑھاتے رہے۔[2]

آپ سے بے شمار طلبا نے استفادہ کیا جن میں سے نمایاں یہ ہیں: مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد حسین ہزاروی اور مولانا نیک محمد[3]

آپ کی وفات 25 رمضان المبارک 1331ھ (27 اگست 1913ء) کو جمعۃ الوداع کے دن امرتسر میں ہوئی۔[4]

اہم خصوصیات:

۱۔ فتاویٰ غزنویہ کا مکمل نام ''بستان المحققین بشارۃ السائلین، المعروف بمجموعۃ الفتاویٰ، الملقب بالعروۃ الوثقیٰ'' ہے۔

۲۔ ہر باب کا نام عربی میں ہے۔ کسی عنوان کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی ہے۔

۳۔ کئی سوال وجواب عربی وفارسی میں ہیں لیکن حواشی میں تمام عربی، فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

۴۔ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

۵۔ بعض فتاویٰ مفصل ہیں مثلاً

مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے[5]

خطبہ جمعہ عربی زبان کے علاوہ دینے کی ممانعت[6]

---

[1] حیات نذیر، ص 146

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً ص 147

[5] غزنوی، عبدالجبار، فتاویٰ غزنویہ، مطبع انوار الاسلام امرتسر، 1326ھ، ص 35-45

[6] ایضاً ص 64-85

خراجی زمین پر زکوٰۃ کی شرعی حیثیت[1]

اللہ تعالیٰ مستوی علی العرش ہے[2]

اموال تجارت میں زکوٰۃ کا وجوب[3]

فتاویٰ غزنویہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

فتاویٰ غزنویہ میں اصول دین وعقائد کی بابت اہل سنت کے منہج کو اپنایا گیا ہے مثلاً

اللہ تعالیٰ مخلوق سے مبائن اور عرش پر مستوی ہے۔

''ہم نے اپنے بعض ہم عصروں کے رسائل میں دیکھا کہ انہوں نے اہل سنت کے اس قول کو (کہ اللہ مخلوق اپنی مخلوق سے مبائن ہے اور عرش پر ہے از روئے ذات اپنی کے اور ہر جگہ ہے از روئے علم اپنے کے) رد کیا ہے اور اس بات کے قائل ہوئے کہ وہ ہمارے ساتھ [illegible] ذات اپنی کے جیسا کہ عرش پر ہے اور یہ قول مخترع اور مبتدع مخالف عقیدہ اہل سنت والجماعت کے ہے۔''[4]

اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

''کرامات سے انکار معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت وجماعت اس کے قائل ہیں۔''[5]

صدقات کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے۔

''صدقات کا ثواب باتفاق اہل سنت اور جماعت کے اموات کو پہونچتا ہے۔ بعض فرق ضالہ معتزلہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ کسی صدقات کا ثواب میت کو نہیں پہونچتا ہے۔''[6]

احکام الٰہیہ میں نسخ کے جواز پر اجماع ہے۔

''نسخ کے ثبوت پر تمام اہل اسلام سلف وخلف کا اتفاق ہے اور نسخ عقلاً بھی ٹھیک ہے اور نقل میں بھی آیا ہے اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔

---

[1] فتاویٰ غزنویہ 115-121

[2] ایضاً 123-155

[3] ایضاً 206-218

[4] ایضاً 123-124

[5] ایضاً ص 178

[6] ایضاً ص 179

[7] ایضاً ص 174

جرابوں پر مسح کی شرعی حیثیت

اکثر علمائے اہل حدیث کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔[1] فتاویٰ غزنویہ میں اس کے برعکس فتویٰ دیا گیا ہے: ”جورابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور مغیرہ کی حدیث جو ترمذی میں ہے۔۔۔ وہ حدیث ضعیف ہے۔۔۔ ہاں اگر جورابیں اون وسوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں۔ پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں اور اوپر مسح جائز ہے۔“[2]

مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے۔

علمائے اہل حدیث کی اکثریت کے نزدیک مدرک رکوع، مدرک رکعت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے دو فرض قیام اور قرأت فاتحہ ادا نہیں ہوئے۔[3] فتاویٰ غزنویہ میں اس کے برعکس فتویٰ دیا گیا ہے: ”مغرب کے حافظ ابو عمر بن عبد البر[4] نے استذکار شرح مؤطا میں کہا ہے کہ تمام فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا تو اس نے وہ رکعت پالی۔“[5]

غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ دینا خلاف سنت ہے۔

غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ برصغیر میں اب مسلک اہل حدیث کی پہچان بن چکا ہے۔ فتاویٰ غزنویہ میں اس کو خلاف سنت قرار دیا گیا ہے: ”خطبہ سارا یا بعض عجمی ہونے کے مکروہ اور خلاف سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے شروع زمانہ میں باوجود ضرورت کے خطبہ عجمی پڑھنا ثابت نہیں۔“[6]

معتبر جماعت و گروہ کے ساتھ عورتیں بغیر محرم کے حج کر سکتی ہیں۔

عورت کے سفر حج کے ضمن میں ابن رشد لکھتے ہیں: ”اس باب میں ایک اختلافی مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا عورت پر حج کے لیے واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم ہو جو سفر حج میں اس کا ساتھ دے سکے؟ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ وجوب کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ عورت حج کے لیے نکل سکتی ہے اگر اسے محفوظ رفاقت میسر آجائے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:274، احکام ومسائل 1:87

[2] فتاویٰ غزنویہ، ص 102

[3] فتاویٰ نذیریہ 1:496 فتاویٰ ثنائیہ 1:530 فتاویٰ اہل حدیث 1:502

[4] حافظ ابو عمر بن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی (368ھ-463ھ) آپ کبار مالکی فقہاء سے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ابوالقاسم خلف بن قاسم، عبد الوارث بن سفیان شامل ہیں۔ تصانیف میں ”التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید“ اور ”جامع البیان العلم وفضلہ“ شامل ہیں۔ (وفیات الاعیان 7:67-70)

[5] فتاویٰ غزنویہ، ص 44

[6] ایضاً ص 63

محرم کا وجود اور سفر میں اس کی رفاقت وجوب کی شرط ہے۔''[1]

فتاویٰ غزنویہ میں فتویٰ دیا گیا ہے: ''اگر معتبر عورتوں کی جماعت ہو اور ان پر فتنہ وفساد کا خوف نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ازواج مطہرات حج کے لیے آتی تھیں اور ان کے ساتھ ان کا کوئی محرم نہ ہوتا تھا۔ فقط معتبر اشخاص ان کی نگرانی میں رہتے تھے۔''[2]

زیور کی زکوٰۃ فرض ہے۔

سونے کے زیور کی زکوٰۃ کے متعلق اختلاف ہے۔ فقہائے حجاز، امام مالکؒ، امام لیثؒ[3] اور امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں جب کہ ان کا استعمال لباس اور زینت کے لیے ہو۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب ان میں زکوٰۃ کے قائل ہیں۔[4] فتاویٰ غزنویہ میں فتویٰ دیا گیا ہے: ''زیور کی زکوٰۃ میں بے شک علماء مختلف ہیں مگر از روئے حدیث صحیح نبویؐ، زیور سے زکوٰۃ دینا ثابت ہے۔۔۔ اور مخالف آثار احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں اثر واعتبار نہیں۔''[5]

فتاویٰ غزنویہ۔۔۔ منہج واسلوب

فتاویٰ غزنویہ میں فتاویٰ کا اصل مدار کتاب وسنت کے دلائل پر ہے۔ اثبات مسائل کے فقہاء سلف سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اجماع امت سے استدلال

فتاویٰ غزنویہ میں عقائد ومسائل کے اثبات کے ''اجماع امت'' کے اصل سے استدلال کیا گیا ہے مثلاً ''استواء علی العرش'' کے عقیدہ کے اثبات میں لکھتے ہیں: ''امام مالک صغیر یعنی عبداللہ بن ابی زید اپنی کتاب المفرد فی السنہ میں فرماتے ہیں: فصل ان مسائل دینی کے بیان میں جن پر امت کا اجماع ہے۔ پس ذکر کیا سب معتقدات کو یہاں تک کہ کہا اللہ اوپر آسمانوں کے عرش پر ہے نہ زمین پر اور وہ اپنے علم کے ساتھ ہر مکان میں ہے۔''[6]

وارث شرعی کے لیے وصیت

وارث شرعی کے لیے وصیت جائز نہیں۔ اس کا اثبات کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ماں باپ وارث ہیں اور وارث کے واسطے وصیت نہیں۔۔۔

---

1. بدایۃ المجتہد، ص 430
2. فتاویٰ غزنویہ، ص 122-123
3. امام لیث بن سعد (95ھ/175ھ) آپ کے اساتذہ میں عطاء بن ابی رباح، ابن شہاب زہری اور نافع مولیٰ ابن عمر شامل ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ھشیم بن بشیر، عبداللہ بن مبارک، عبدالوھاب بن وھب اور یحییٰ بن بکیر شامل ہیں۔ آپ کی کتب میں کتاب التاریخ اور کتاب مسائل الفقہ شامل ہیں۔ (وفیات الاعیان 4:518، الفہرست، ص 477)
4. بدایۃ المجتہد، ص 346
5. فتاویٰ غزنویہ، ص 202
6. ایضاً ص 147

والدین وارث ہوں پھر بھی ان کے واسطے وصیت کو فرض جاننا تمام اہل اسلام سے برخلاف چلنا ہے۔"[1]

فقہاء سلف سے استدلال

عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہ؟ اس حوالے سے فقہاء کی آراء سے استفادہ کیا گیا ہے: "ابوداؤد اپنے مراسیل میں اور بیہقی[2] سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیب سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا: "جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو، کیونکہ عورت اس فعل میں آدمی کی طرح پر نہیں ہے۔" اس کے بعد کتب فقہ کے حوالے دیے گئے ہیں۔ "شرح وقایہ و ہدایہ وغیر کتب حنفیہ میں لکھا ہے کہ عورت سجدوں میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے۔ ابن ابی زید مالکیؒ نے اپنے رسالہ میں جو مذہب امام مالکؒ میں متون و معتبرہ سے ہے لکھتے ہیں: اور عورت صورت نماز میں مرد کی صورت ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ عورت سمٹ کر رہے اور اپنے بازو اور رانوں کو کشادہ نہ کرے۔۔۔ امام نووی منہاج میں (جو فقہ شافعیہ میں معتمد متن ہے) لکھتے ہیں کہ عورت اور مخنث نماز میں سمٹ کر رہیں۔۔۔ شرح اقناع (جو حنابلہ کی معتمد کتاب ہے) میں لکھا ہے کہ عورت نماز میں مرد کی طرح ہے مگر عورت اپنے جسم کو رکوع اور سجدوں میں اور نماز کے تمام احوال میں اکٹھا کر کے رکھے۔"[3]

---

[1] فتاویٰ غزنویہ، ص 178-180

[2] امام البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین (384ھ-458ھ) آپ شافعی المسلک ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں امام حاکم اور امام ابو الحسن ... ہیں۔ آپ کی اہم کتب میں السنن الکبیر، السنن الصغیر، دلائل النبوۃ، السنن والآثار، شعب الایمان، مناقب الشافعی شامل ہیں۔ (وفیات الاعیان 1:80-81)

[3] فتاویٰ غزنویہ، ص 27-28

مبحث چہارم: فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی: مولانا شمس الحق عظیم آبادی

(1273ھ/1857ء۔۔۔1329ھ/1911ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، چار صد چھیاسٹھ (466) صفحات اور پچاس (50) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان فتووں کی جمع و ترتیب کا کام محمد عزیز شمس[1] نے انجام دیا اور یہ علمی اکیڈمی، کراچی سے 1989ء میں شائع ہوا۔

شخصی تعارف:

مولانا شمس الحق بن امیر علی 1273ھ/1857ء کو عظیم آباد (پٹنہ) کے محلہ رمنہ میں پیدا ہوئے۔[2] پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ڈیانواں ساتھ چلے گئے اور وہیں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لی۔[3]

آپ کے ابتدائی اساتذہ میں مولانا محمد ابراہیم، مولوی سید راحت حسین، مولانا لطف العلی بہاری اور مولوی عبدالحکیم شامل ہیں۔[4] بعد ازاں سید نذیر حسین محدث دہلوی سے آپ نے دوبارہ استفادہ کیا۔ پہلی بار محرم 1295ھ سے آخر محرم 1296ھ تک دہلی میں سید نذیر حسین سے مستفید ہوئے۔ میاں صاحب سے سند حدیث حاصل کی اور اپنے وطن واپس آئے۔ چھ سال بعد 1302ھ میں دوبارہ ان کے ہاں حاضر ہوئے اور دوسری دفعہ سند لے کر 1303ھ میں ڈیانواں واپس آ گئے۔[5] تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے اپنے آپ کو تدریس کے لیے وقف کر دیا۔ حدیث وعلوم حدیث سے خاص شغف تھا۔ کثیر تعداد میں طلبا نے آپ سے استفادہ کیا۔[6] تدریس کے ساتھ آپ وعظ و تذکیر، تصنیف وتالیف، فتویٰ نویسی اور کتب حدیث کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔[7]

مولانا شمس الحق عظیم آبادی ایک کامیاب مصنف تھے۔ آپ کی اہم تصانیف میں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد، عون المعبود علی سنن ابی داؤد اور التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی شامل ہیں۔[8]

---

[1] محمد عزیز شمس (پیدائش: 1957ء) بھارت نژاد اور فاضل اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ اور ام القریٰ مکہ مکرمہ ہیں۔ بہت سی تصانیف کے مصنف ہیں جن میں ''الجامع لسیرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'' اہم ہے۔ آج کل مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔ (بھٹی، محمد اسحاق، قافلہ حدیث، مکتبہ قدوسیہ، 2003ء، ص634-640)

[2] ہندوستان کے چالیس علمائے اہل حدیث، ص71

[3] دبستان حدیث، ص115

[4] چالیس علمائے اہل حدیث، ص71

[5] دبستان حدیث، ص116

[6] ایضاً ص117

[7] ایضاً ص119

[8] ایضاً ص126

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے 19 ربیع الاول 1329ھ/21 مارچ 1911ء کو چھپن سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔[1]

اہم خصوصیات:

۱۔اس مجموعہ کو مضامین کے لحاظ سے نہیں بلکہ ماٰخذ کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔اس کی ترتیب یوں ہے۔

☆ پہلے ان فتاویٰ کو رکھا گیا ہے جو قلمی مسودات کی صورت میں تھے۔

☆ پھر وہ فتاویٰ شامل کیے گئے ہیں جو فتاویٰ نذیریہ میں ہیں۔

☆ متفرق تحریریں جو الگ فتاویٰ کی صورت میں شائع ہوئی تھیں۔

☆ آخر میں پانچ فارسی اور تین عربی فتووں کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

۲۔فتویٰ نویسی کا اسلوب سہل ہے۔

۳۔اپنے فتویٰ کی تائید میں علمائے سلف کی کتب وفتاویٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔

۴۔مسالک اربعہ کے فقہاء سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵۔بعض فتاویٰ مفصل انداز میں تحریر کیے گئے ہیں مثلاً

طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد[2]

نماز عیدین کے بعد مصافحہ ومعانقہ کی شرعی حیثیت[3]

گاؤں میں نماز جمعہ کا ثبوت[4]

تعلیم نسواں کا شرعی حکم [5]

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

عقائد کا بیان

عقائد کے ضمن میں دیگر علمائے اہلحدیث کی مانند توحید کا پرزور اثبات اور بدعات کا رد کیا گیا ہے۔

علم غیب و حاضر وناظر ہونا خدائی صفات ہیں۔

''علم غیب اور حضوری ہر جاہ کی مخصوص ہے ساتھ اللہ تعالیٰ کے،سوائے اس کے اور کسی میں،خواہ نبی ہوں یا ولی،یہ وصف حاصل نہیں ...

۱۔چالیس علمائے اہل حدیث،ص80

۲۔فتاویٰ شمس الحق،ص92-96

۳۔ایضاً ص116-125

۴۔ایضاً ص207-232

۵۔ایضاً ص300-315

اعتقادان چیزوں کے ساتھ غیر خدا تعالیٰ کے رکھے وہ مشرک ہے۔''[1]

مشکل کشا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

''سوائے خدا کے اور کسی کو خواہ نبی ہو یا ولی مشکل کے وقت پکارنا اور ان سے مدد چاہنا اور ان سے امید نفع اور ضرر کی رکھنا شرک ہے۔''[2]

مروجہ رسومات مانند تیجا،دسواں ،بیسواں وغیرہ بدعات ہیں۔

''تیجا اور دسواں ،بیسواں ،چالیسواں ،چھ ماہی برسی اور گیارھویں اور فاتحہ،مروجہ شب برات کرنا اور اس طریقہ خاص سے مجتمع ہو کر قرآن اور کلمہ پڑھنا،خواہ مکان میں بیٹھ کر،خواہ قبر پر اور مردے کے دفن کے بعد جمعہ تک قبر پر بٹھانا یہ سب بدعت اور گمراہی ہے۔''[3]

عبادات ومعاملات

ادائے زکوٰۃ میں ''تملیک'' کی شرط ضروری نہیں ہے۔

جمہور فقہائے مذاہب اربعہ کی رائے میں ادائے زکوٰۃ میں ''تملیک'' کی شرط ضروری ہے۔[4] التسہیل الضروری مسائل القدوری میں اس سوال کے ''اگر زکوٰۃ کا مال اس کو دیا جو مدرسہ کے امور کا متولی ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟'' کے جواب میں لکھا ہے:''اگر مدرسہ کے منتظم کو زکوٰۃ کا مال دیا اور اسے وکیل بنایا کہ طلبا علوم میں سے فقراء اور مساکین پر خرچ کرے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ منتظم ان کو مالک بنائے۔پس ان کے لیے کھانا مباح کرنے سے اور مدرسہ کی عمارت بنانے سے اور مدرسین یا تنخواہ داروں کو ان کی ماہانہ تنخواہوں میں زکوٰۃ کا مال دینے سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔''[5]

مولانا شمس الحق عظیم آبادی تملیک کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے۔وہ لکھتے ہیں:''۔۔۔اور کل اصناف ثمانیہ میں تملیک کا تحقق نہیں ہے۔پس شرط تملیک لگا کر اور اس کو رکن قرار دے کر بناء مسجد وغیرہ کو مصرف زکوٰۃ قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ جس طرح مجاہد غازی فی سبیل اللہ کو مال زکوٰۃ اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ وہ امور متعلق غزوہ میں اس کو صرف کرے اور وہ اس کا محل ومصرف قرار دیا گیا ہے اور محض اس کی ذاتی منفعت کی غرض سے وہ مال نہیں دیا جاتا۔پس اسی طرح مہتمان مدارس علوم دینیہ کو اموال زکوٰۃ مفروضہ سے دینا بایں غرض کہ وہ ان کو طلبا اور دیگر مصارف مدرسہ میں صرف کریں یا کتب دینیہ خرید کر حوالہ کریں کہ اس میں طلبا پڑھیں بلاشک جائز ہو سکتا ہے اور محل مصرف زکوٰۃ قرار دیا جا سکتا ہے۔''[6]

---

[1] فتاویٰ شمس الحق،ص159

[2] ایضاً ص161

[3] ایضاً ص164

[4] الفقہ الاسلامی وادلتہ 1985:3

[5] التسہیل الضروری لمسائل القدوری،ص106

[6] فتاویٰ شمس الحق،ص80

ثیّبہ (شوہر دیدہ) خود بلا اذن ولی نکاح کر سکتی ہے۔

ابن رشد نے شرط ولایت کے بارے میں لکھا ہے: ''علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ ولایت صحت نکاح کے لیے شرط ہے یا نہیں۔امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا اور یہ صحت نکاح کے لیے شرط ہے۔امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔امام ابوحنیفہؒ،امام زفرؒ[1]امام شعبیؒ[2]اور امام زہریؒ[3] کی رائے ہے کہ اگر عورت نے بغیر ولی کے نکاح کر لیا اور کفو کے مسلہ پر عمل کیا تو جائز ہے۔امام داؤد نے کنواری اور شوہر دیدہ میں فرق کیا ہے۔یعنی کنواری لڑکی ہو تو ولی کی موجودگی شرط ہے اور شوہر دیدہ کا معاملہ ہو تو ولی کی موجودگی شرط نہیں ہے۔''[4] مولانا شمس الحق عظیم آبادی اس ضمن میں یہ فتویٰ دیتے ہیں: ''ولی کے بارے میں احناف کے ہاں ضرورت نہیں۔دوسرا مسلک امام شافعیؒ،امام احمدؒ اور اکثر محدثین کا ہے کہ اذن ولی صحت نکاح کے لیے شرط ہے۔مسلک سوم داؤد ظاہری کا ہے کہ عورت ثیبہ کے لیے شرط اذن ولی نہیں ہے اور باکرہ کا نکاح بغیر ولی درست نہیں۔۔۔ویمیل خاطری الی المسلک الثالث''[5]

زانیہ کا نکاح حمل میں مزنی سے کرنا

علمائے اہل حدیث کے ہاں اگر زانی اور زانیہ سچے دل سے توبہ کر لیں تو ان کا آپس میں نکاح جائز ہے لیکن زانیہ حاملہ ہو تو کیا زانی اس سے نکاح کر سکتا ہے تو اس میں اختلاف ہے۔مفتی حافظ عبدالمنان نورپوری اور حافظ عبداللہ روپڑی اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔[6]
مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے: ''اگر ایک شخص سے وہ عورت مبتلائے زنا تھی اور اب اسی مرد سے نکاح کرے تو اب اس کو استبراء رحم یا وضع حمل کے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں سقی الماء فی غیر زرع نہیں ہے۔''[7]

رضاعت صرف صغر سنی کے دو سالوں میں ہوتی ہے۔

ابن رشد رضاعت کی عمر کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''علماء کا اتفاق ہے کہ رضاعت کی اصل عمر جو حرمت قائم کرتی ہے وہ دو سال کے اندر اندر ہے۔بڑی عمر کی رضاعت کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔امام مالکؒ،امام ابوحنیفہؒ،امام شافعیؒ اور تمام فقہاء کی رائے ہے کہ بڑی عمر کی

---

[1] امام زفر بن ہذیل بن قیس (110ھ/158ھ) آپ فقاہت میں رائے اور اجتہاد کے منصب پر فائز تھے۔(الفہرست،ص 484)

[2] امام شعبی، عامر بن شراحیل (م:103ھ) آپ تابعی، محدث اور فقیہہ ہیں۔عبدالملک بن مروان سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔آپ سے امام ابوحنیفہؒ نے استفادہ کیا۔(المنجد فی الاعلام،ص 389)

[3] امام زہری، ابوبکر محمد بن مسلم (51ھ-124ھ) آپ نمایاں تابعی ہیں۔محدث اور فقیہہ تھے۔آپ سے امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ نے روایت کی ہے۔(وفیات الاعیان 4:555)

[4] بدایۃ المجتہد،ص 639

[5] فتاویٰ شمس الحق،ص 84-85

[6] احکام ومسائل 1:313،فتاویٰ اہل حدیث 2:439

[7] فتاویٰ شمس الحق،ص 134

رضاعت سے حرمت قائم نہیں ہوتی۔امام داؤد اور ظاہری علماء کہتے ہیں کہ قائم ہوتی ہے۔یہی حضرت عائشہؓ کا مسلک ہے۔جمہور کا مسلک حضرت ابن مسعودؓ،ابن عمرؓ،ابو ہریرہؓ،ابن عباسؓ اور تمام ازواج مطہرات کا مسلک ہے۔''[1] مولانا شمس الحق عظیم آبادی جمہور کے مسلک کے قائل ہیں:''رضاعت صرف صغرسنی کے دوسالوں میں ہوتی ہے۔''[2]

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی۔۔۔منہج واسلوب

مولانا شمس الحق عظیم آبادی برصغیر کے معروف اہل حدیث عالم دین ہیں۔انہوں نے فتویٰ نویسی میں علمائے اہل حدیث کے منہج واسلوب کو اپنایا ہے۔جس کے بارے میں مرتب فتاویٰ محمد عزیر شمس لکھتے ہیں:''ان فتاویٰ پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی فتویٰ نویسی کے وقت ہر مسئلہ میں پہلے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں،پھر علماء وفقہاء اور ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کرتے ہیں،ان کی جانچ پرکھ کے بعد جس قول کو کتاب وسنت کے موافق پاتے ہیں اسے راجح قرار دیتے ہیں اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ کسی امام کی تقلید کی بجائے سلف کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں۔''[3]

مولانا شمس الحق عظیم آبادی ''سبیل المومنین'' کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں مثلاً

مسلمانوں کا مقبرہ الگ ہونا چاہیے۔

اس ضمن میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:''۔۔۔اور قدیم الایام رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک یہی دستور اہل اسلامی رہا ہے کہ مسلمانوں کا مقبرہ غیر مسلموں کے مقبرہ سے علاحدہ رہے کیونکہ شارع نے اموات مسلمین کے احترام کا حکم دیا ہے اور اموات کفار کا کچھ بھی احترام نہیں ہے۔''[4]

عقیقہ اور ائمہ اربعہ

''عقیقہ کے استحباب پر ائمہ اربعہ کے علاوہ تمام اہل علم (صحابہ،تابعین،تبع تابعین اور فقہاء ومحدثین) متفق ہیں۔مجھے علم نہیں کہ کسی سے اس کے خلاف بھی کچھ منقول ہے۔ان کے درمیان اگر اختلاف ہے تو صرف اتنا کہ کچھ اس کے وجوب کے قائل ہیں اور کچھ سنت یا مستحب ہونے کے اس کے جواز کے سلسلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔''[5]

فقہاء کے اقوال سے استدلال

مولانا شمس الحق عظیم آبادی اثبات مسائل میں اقوال فقہاء سے استدلال کرتے ہیں۔اس سوال کہ ''ایک شخص نے مرض الموت میں اپنا وثیقہ

۱۔بدایۃ المجتہد،ص669

۲۔فتاویٰ شمس الحق،ص136

۳۔ایضاً،ص58

۴۔ایضاً،ص132

۵۔ایضاً،ص343

ہبہ بالعوض اپنی بعض اولاد کے نام سے لکھا اور بعض کو بالکل محروم رکھا۔ پس یہ ہبہ بالعوض بنام بعض اولاد کے صحیح ہوا یا نہیں؟[1] کے جواب میں لکھتے ہیں: ''یہ ہبہ اگر باجازت باقی ورثاء کے لیے ہے تو صحیح ہوا ورنہ صحیح نہیں ہوا۔ اس لیے کہ ہبہ بالعوض ایک فرد ہے جو مرض الموت میں واقع ہوا ہے اور ہبہ جو مرض الموت میں واقع ہو حکماً وصیت ہے۔ پس ہبہ مذکورہ حکماً وصیت ہے اور وصیت وارث کے لیے بلا اجازت ورثاء صحیح نہیں ہے اور پس یہ ہبہ مذکورہ بغیر اجازت باقی اولاد (اور اگر واہب کا کوئی اور بھی وارث ہو تو بغیر اجازت وارث مذکور) صحیح نہیں ہے۔ 'لا یجوز الوصیة للوارث عندنا الان یجیز ھا الورثة' درمختار برحاشیہ طحطاوی مطبوعہ مصر، جلد 4: 219''

---

[1] فتاوی شمس الحق، ص 141-142

مبحث پنجم: فتاویٰ ثنائیہ از مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

(1287ھ /1870ء۔۔۔1367ھ /1948ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں ایک ہزار چھ سو چودہ (1614) صفحات اور ایک ہزار چار سو ترانوے (1493) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ان فتاویٰ کو مولانا محمد داؤد راز نے ترتیب دیا۔مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی نے حواشی وتعلیقات کا اضافہ کیا، ادارہ ترجمان السنۃ لاہور سے 1972ء میں شائع کیا گیا۔

شخصی تعارف:

مولانا ثناء اللہ بن محمد خضر جو امرتسر میں 1287ھ/1870ء کو پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق کشمیری خاندان سے تھا۔ابتدائی تعلیم امرتسر ہی میں مولانا احمد اللہ سے حاصل کی۔۱ اس کے بعد حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے استفادہ کیا۔سید میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔دارالعلوم دیوبند میں معقولات ومنقولات کی کتابیں پڑھیں۔وہاں مولانا محمود حسن سے استفادہ کیا۔اس کے بعد دورہ حدیث کی تکمیل مدرسہ فیض عام کان پور سے 1310ھ/1893ء میں کی۔۲ تعلیم سے فراغت کے بعد امرتسر اور مالیر کوٹلہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں لیکن جلد ہی آپ تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔آپ نے اسلام مخالف فرقوں اور گروہوں کا ہر میدان میں بھرپور مقابلہ کیا، زیادہ معرکہ آرائی تین گروہوں سے ہوئی۔(۱) عیسائی (۲) آریہ سماج اور (۳) قادیانی

قادیانیوں کے مقابلہ میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔آپ سے مباہلہ کے نتیجے میں ہی مرزا غلام احمد قادیانی آپ کی زندگی میں 1908ء میں فوت ہوا۔۳

قومی وملی خدمات میں بھی آپ کا کردار نمایاں ہے۔ندوۃ العلماء کے تاسیسی اجلاس میں بھی آپ شریک ہوئے۔۴ دسمبر 1906ء میں آرہ (بہار) میں ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی۔مولانا عبداللہ غازی پوری صدر اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔۵ آپ کی اہم تصانیف میں تفسیر ثنائی، اسلام اور مسیحیت، ترک اسلام، مقدس رسولؐ، تاریخ مرزا اور اہل حدیث کا مذہب شامل ہیں۔۶ آپ کی وفات تقسیم ہند کے بعد سرگودھا میں 1948ء میں ہوئی۔۷

---

۱ چالیس علمائے اہل حدیث، ص180

۲ فتاویٰ ثنائیہ 1:24

۳ حیات نذیر، ص212

۴ چالیس علمائے اہل حدیث، ص191

۵ ایضاً ص183

۶ ایضاً ص203

۷ ایضاً ص211

اہم خصوصیات:

۱۔اس مجموعہ میں فتاویٰ کو بارہ ابواب میں، جن کو کتب کا عنوان دیا گیا ہے تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول: عقائد ومہمات دین، باب دوم: کتاب الصلوٰۃ، باب سوم: کتاب الصیام باب چہارم: کتاب الزکوٰۃ، باب پنجم: کتاب الحج، باب ششم: کتاب الجنائز، باب ہفتم: مسائل متفرقہ، باب ہشتم: کتاب نکاح، باب نہم: کتاب البیوع، باب دہم: کتاب الفرائض، باب یازدہم: کتاب الامارہ، باب دوازدہم: کتاب المتفرقات

۲۔ہر باب کے آغاز میں سوائے باب ہفتم اور دوازدہم جو متفرق مسائل کے لیے وقف ہیں، مولانا ثناءاللہ اور دیگر علمائے کرام کے تعارفی مضامین موجود ہیں۔

۳۔یہ فتاویٰ مولانا ثناءاللہ امرتسری کے دینی ہفت روزہ اہل حدیث (1903ء-1947ء) کے 45 سالہ فائلوں سے مولانا داؤد راز نے مرتب کیے ہیں۔

۴۔اس مجموعہ میں مولانا ثناءاللہ کے ذاتی فتاویٰ کے علاوہ ستائیس مفتیوں کے فتاویٰ شامل ہیں۔

۵۔مولانا ثناءاللہ امرتسری کے ذاتی فتاویٰ زیادہ تر مختصر ہیں جب کہ دیگر مفتیوں کے فتاویٰ زیادہ مفصل اور مدلل ہیں۔

۶۔ محشی شرف الدین دہلوی کے فتاویٰ ''شرفیہ'' کے عنوان سے شامل ہیں۔

۷۔اکثر فتاویٰ میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کے فتاویٰ کے بعد ''تعاقب'' یا ''تعاقب بر تعاقب'' کے عنوان سے کسی دوسرے مفتی کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے جس میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کے فتویٰ کا رد کرتے ہوئے مختلف اعتراضات کیے گئے ہیں، محسوس یہ ہوتا ہے کہ مرتب مولانا داؤد راز نے یہ تعاقبی فتاویٰ بذاتِ خود شامل کیے ہیں، کیونکہ مولانا ثناءاللہ امرتسری کی طرف سے ان کا جواب شامل نہیں ہے۔

۸۔فروعی مسائل (مثلاً رفع یدین، قرأت خلف الامام، آمین بالجہر، جماعت ثانیہ، رکعات تراویح طلاق ثلاثہ در مجلس واحد، جمعہ فی القریٰ وغیرہ) پر تفصیلی فتاویٰ ہیں۔

۹۔فتاویٰ کے علاوہ مختلف عنوانات پر مستقل مضامین بھی دیے گئے ہیں مثلاً ''مقصدِ مذہب'' از مولانا ثناءاللہ امرتسری[۱] اسلام اور معاشرتی مسائل از قاضی سلیمان منصور پوری[۲] مناسک حج از حافظ عبداللہ روپڑی[۳] وغیرہ

فتاویٰ ثنائیہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

مولانا ثناءاللہ امرتسری اصول دین وعقائد میں مذہب اہل سنت کے پابند ہیں اگرچہ صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں حافظ عبداللہ روپڑی و...

---

[۱] فتاویٰ ثنائیہ 1:74-86

[۲] ایضاً 1:685-687

[۳] ایضاً 1:770-790

غزنوی کی علماء کی طرف سے ان پر اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔جس کا جواب محشی ابوسعید شرف الدین دہلوی نے یوں دیا ہے:"جو جو اعتراضات ان کی تفسیر پر بعض علماء نے کیے وہ اکثر غلو یا غلط فہمی یا حسد پر مبنی ہیں اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی وجہ سے دین اللہ الاسلام یا مذہب اہل سنت والجماعت یا جماعت اہل حدیث سے اخراج لازم ہو" [1]

صفات باری تعالیٰ

صفات باری تعالیٰ کے حوالے سے مولانا ثناءاللہ امرتسری پر اعتراضات کیے گئے کہ وہ صفات باری تعالیٰ کی تاویل کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا:"میں بھی صفات باری تعالیٰ میں وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو سلف صالح نے کہا ہے:"امروھا کما وردت بلا کیف" ترمذی" [2] لیکن مناظرانہ طور پر مولانا تاویل صفات کے قائل بھی ہیں۔وہ کہتے ہیں،"میدان مناظرہ میں جہاں مخالفوں کے سامنے تفویض کافی نہیں ہوتی اور دوسرا مسلک (تاویل) بھی اہل علم بلکہ بعض محدثین سے منقول ہے اس لئے وہاں تاویل کیا کرتا ہوں"۔ [3]

معجزات کا اثبات

ایک سائل کے جواب میں؛ جس نے اعتراض کیا تھا کہ وہ معجزات کے منکر ہیں۔مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں:"میں معجزات کا منکر نہیں، میں اپنی دونوں تفسیروں (اردو اور عربی) میں خاص کر"ترک اسلام" میں جو آریوں کے جواب میں ہے، معجزات کا کافی ثبوت دیے"۔ [4]

نبی کریمؐ کا معراج بدنی تھا۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری اس ضمن میں لکھتے ہیں:"نبی کریم ﷺ کا معراج بدنی تھا"۔ [5]

صرف انبیاء ہی معصوم ہیں۔

مذہب روافض کا فرقہ اثناءعشریہ اپنے ائمہ کو معصوم مانتا ہے۔ [6] اس کا رد کرتے ہوئے مولانا ثناءاللہ رقم طراز ہیں:"امت میں کوئی معصوم (بے خطا) نہیں"۔ [7]

ہاروت،ماروت آدمی تھے۔

ہاروت،ماروت جو بنی اسرائیل کے فتنہ کا باعث بنے'ان کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے۔اکثر مفسرین نے انہیں فرشتہ قرار دیا ہے۔ [8] مولانا ثناءاللہ نے انہیں انسان قرار دیا ہے۔"ہاروت،ماروت آدمی تھے"۔ [9]

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ 1:17
[2] ایضاً 1:204
[3] ایضاً، 1:203
[4] ایضاً 1:207
[5] ایضاً 1:368
[6] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام 13:209
[7] ایضاً 1:177
[8] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر تفسیر قرآن العظیم (مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی) مکتبہ قدوسیہ 1994ء،ص 170
[9] فتاویٰ ثنائیہ 1:360

تارک الصلوٰۃ کا کفر، کفر اکبر نہیں ہے۔

تارک الصلوٰۃ کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک ان کا کفر، کفر دون کفر ہے۔ ۱ مولانا ثناء اللہ بھی اسی رائے کے قائل ہیں: ''۔۔۔ بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں۔ تارک الصلوٰۃ کو فاسق، فاجر سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ خاکسار کی تحقیق بھی یہی ہے۔'' ۲

قبر میں سوالوں جواب کے وقت آنحضرت ﷺ موجود نہیں ہوتے۔

قبر کے منقول سوال ''ما کنت تقول فی ھذا الرجل ؟ '' ۳ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مردے کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ تب مردے سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا اس ہستی کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس کا رد کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ''حدیث شریف میں ھذا کے ساتھ الذی بعث بھی آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ مبعوث سے سوال ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو شخص تم میں رسولؐ کر کے بھیجا گیا تھا اس کو کیا کہتے ہو۔ ھذا کے ساتھ جب الذی آئے تو وہاں موجود مراد نہیں ہوتا بلکہ موصول مع صلہ کی طرف کلام کا رخ ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ اَمن ھَذَا الذِی ھو جند لکم، اسی قسم سے ہے۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شکل دکھائی جاتی ہے یہ ان کا اپنا خیال ہے جس کے ذمہ دار وہی ہیں۔'' ۴

عبادات

قصر نماز عرفِ عام میں مسافت پر ہو سکتا ہے۔

قصر نماز کی مسافت پر اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ تین دن کی مسافت پر قصر کی جائے گی جب کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ چار برید (یعنی 48 ہاشمی میل) پر قصر کی جائے گی۔ ۵ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ رائے بیان کی ہے: ''قصر فرض واجب نہیں، حسبِ ضرورت ہے۔ سفر کی تعین نہیں آئی، عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر ہے۔'' ۶

مسبوق کی اقتداء جائز ہے۔

مسبوق کی اقتداء کے بارے میں علمائے اہل حدیث کے مابین اختلاف ہے۔ مولانا شرف الدین دہلوی کے نزدیک مسبوق کی اقتداء جائز

---

۱ الفقہ الاسلامی وادلتہ 658:1

۲ فتاویٰ ثنائیہ 465:1

۳ البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم الحدیث 1338 دارالسلام الریاض 1999ء

۴ فتاویٰ ثنائیہ 173:1

۵ بدایۃ المجتہد، ص 241

۶ فتاویٰ ثنائیہ 460:1

نہیں۔[1] مولانا عبدالعزیز ملتانی اس کے جواز کے قائل ہیں۔اس کی تائید سید میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے کی ہے[2] مولانا ثناءاللہ امرتسری نے بھی اس کی تائید کی ہے:''امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے،بہت سے اہل حدیث اس کے قائل ہیں۔''[3]

سنت موکدہ کے ترک سے مواْخذہ نہیں ہوگا۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری اس بارے میں یہ رائے دیتے ہیں:''سنتوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے،ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے۔مواْخذہ نہیں ہوگا'ان شاءاللہ۔''[4]

مستعمل زیور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔زیورات کی زکوٰۃ کے متعلق فقہاء کے چار اقوال منقول ہیں۔ایک یہ کہ زیورات میں زکوٰۃ فرض ہے(احناف اسی کے قائل ہیں)دوسرا یہ کہ ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے،یہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا قول ہے،تیسرا یہ کہ زیورات کی زکوٰۃ انہیں عاریتاً دینا ہے،چوتھا یہ کہ زیورات میں صرف ایک مرتبہ ہی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔[5]

مولانا ثناءاللہ یہ رائے دیتے ہیں:''مستعملہ زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے۔میرے ناقص علم میں واجب نہیں،دیوے تو اچھا ہے۔''[6] دیگر علمائے اہل حدیث میں ایسا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

زکوٰۃ کا مصرف ''فی سبیل اللہ''عام ہے۔

اس حوالے سے علماء میں اختلاف ہے۔جمہور علماء کے نزدیک''فی سبیل اللہ''سے مراد جہاد ہے۔[7] بعض علماء،جن میں نواب صدیق حسن اور امام شوکانی[8] شامل ہیں،اس کو عام کرتے ہیں۔خاص طور پر علماء اور مدارس پر خرچ کرنا[9]

---

1 فتاویٰ ثنائیہ 570:1

2 فتاویٰ نذیریہ 380:1

3 فتاوی ثنائیہ 570:1

4 فتاوی ثنائیہ 628:1

5 صنعانی،محمد بن اسماعیل،سبل السلام،المکتبۃ التجاریۃ،قاہرہ،س ن 135:2

6 فتاویٰ ثنائیہ 697:1

7 الفقہ الاسلامی وادلتہ 1957:3

8 الشوکانی،محمد بن علی،(م:1250ھ/1834ء)یمن کے مشہور فقیہہ ومجتہد تھے۔کثیر التصانیف ہیں جن میں''ارشاد الفحول''و''نیل الاوطار''قابل ذکر ہیں۔(المنجد فی الاعلام ص395)

9 زکوٰۃ کی کتاب،ص 217

مولانا ثناءاللہ امرتسری بھی اس ضمن میں رائے رکھتے کہ مدرسین کی تنخواہیں اس سے ادا کی جاسکتی ہیں۔''زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف ''فی سبیل اللہ'' بھی ہے۔''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر بعض علماء عام کرتے ہیں۔وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں۔نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔''[1]

قرأت قرآن کا ایصال ثواب ہوتا ہے۔

قرأت قرآن کے ایصال ثواب کے حوالے سے اختلاف ہے۔امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات مثلاً نماز،روزہ اور تلاوت قرآن پاک وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا۔حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اپنے ان نیک اعمال کا ثواب دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے،خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا صدقہ یا حج وعمرہ وغیرہ[2] مولانا ثناءاللہ امرتسری بھی قرآن کے ایصال ثواب کے قائل ہیں:''قرأت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے،بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی سے پڑھے۔''[3]

معاملات

جدید کھیل مثلاً فٹ بال ،ہاکی وغیرہ جائز ہیں۔

بعض اہل حدیث علماء اس حدیث کے پیش نظر:''کل ما یلھو بہ الرجل المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ اھلہ فانھن من الحق یعنی جس چیز کے ساتھ آدمی کھیلے وہ باطل ہے مگر اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا،اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور اپنی بیوی سے کھیلنا یہ چیزیں حق ہیں۔''[4] شریعت نے جن چیزوں کی اجازت دی ہے لڈو،فٹ بال،والی بال،کرکٹ اور گلی ڈنڈا وغیرہ ان میں شامل نہیں ہیں۔[5] مولانا ثناءاللہ امرتسری اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں:''یہ سب جسمانی صحت کے لیے ہیں۔حدیث شریف میں آیا ہے ولجسدک علیک حق،جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔اس حدیث کے ماتحت جسمانی ورزشیں جائز ہیں۔''[6]

کفار کی نوکری جائز اور روا ہے۔

علمائے اسلام نے حضرت یوسفؑ کی شاہ مصر سے درخواست کہ''مجھے خزانوں کا نگہدار بنادیں''[7] سے استدلال کرتے ہوئے کفار حکام کی

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ 702:1

[2] مودودی،ابوالاعلیٰ،تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور۔1996ء،215:5

[3] فتاویٰ ثنائیہ 39:2

[4] ترمذی،محمد بن عیسیٰ،الجامع،ابواب فضائل الجہاد،باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ،رقم الحدیث 1637،دارالسلام،الریاض 1999ء

[5] احکام ومسائل 462:1

[6] فتاویٰ ثنائیہ 75:2

[7] یوسف:55

اس نوکری وملازمت جس سے عامۃ الناس کو فائدہ ہو، جائز قرار دیا ہے۔[1] مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اسی موقف کو اپنایا ہے: ''کفار کی نوکری کا حکم کام کی نوعیت پر منحصر ہے' کام اگر جائز ہے تو نوکری جائز ہے، کام ناجائز ہے تو نوکری ناجائز ہے۔''[2]

ہر نکاح کے لیے ولی ضروری ہے۔

ائمہ اربعہ سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ کسی صورت میں بھی ولی کی اجازت ضروری نہیں۔ جمہور، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ ولی کی اجازت کے قائل ہیں۔ اہل ظاہر کہتے ہیں کہ کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے جب کہ شوہر دیدہ کے لیے نہیں۔[3] برصغیر کے علماء اہل حدیث بھی ولی کی اجازت ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی کہتے ہیں: ''ہر نکاح کے لیے ولی ضروری ہے۔''[4]

طلاق بدعی واقع ہو جائے گی

جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔[5] مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک بھی: ''طلاق بدعی واقع ہو جائے گی۔''[6]

اجارہ پر کھیت دینا درست ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں زمین کو بٹائی اور ٹھیکہ پر لینا دینا شرعاً درست ہے۔ ان کے نزدیک بٹائی کی وہ صورت ممنوع ہے جس میں خارج شدہ پیداوار کی بجائے زمین کے قطعے تقسیم کر لیے گئے ہوں۔[7]

مولانا ثناء اللہ امرتسری اس حوالے سے رقم طراز ہیں: ''زمین کو اجارہ یا گرو کے طریق پر لینا' جس میں مالک کو بھی حصہ دیا جائے جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایسا ہوا' بعض حدیثوں میں جو اجارہ پر زمین دینے سے ممانعت آئی ہے۔ اس سے مراد بالکلیہ ممنوع یا حرام نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی غریب مسلمان کو استعمال کے لیے زمین مفت دے دے تو افضل ہے۔''[8]

بندوق کی گولی سے کیا گیا شکار درست ہے۔

بندوق کی گولی سے کیے گئے شکار کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے۔ راجح قول یہی ہے کہ یہ حلال ہے کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھری کی

---

[1] القرضاوی، یوسف، علامہ، الحلال والحرام فی الاسلام (مترجم: شمس پیرزادہ) مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص 200

[2] فتاویٰ ثنائیہ 77:2

[3] بدایۃ المجتہد، ص 639

[4] فتاویٰ ثنائیہ 277:2

[5] بدایۃ المجتہد، ص 703

[6] فتاویٰ ثنائیہ 200:2

[7] احکام ومسائل 388:1

[8] فتاویٰ ثنائیہ 426:2

طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر، نیزہ اور تلوار سے بھی زیادہ تیزی سے نفوذ کر جاتی ہے۔[1] مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی اسی رائے کو اپنا تے ہوئے کہتے ہیں: ''جو علماء بندوق کو تیر کے حکم میں سمجھتے ہیں' ان کے نزدیک شکارِ بندوق حلال ہے۔ خاکسار کا بھی یہی خیال ہے۔[2]

حج کے لیے عورت کا غیر محرم کے سفر کرنا کیسا ہے۔

''ایک سفر میں حضرت عائشہؓ قافلے سے پیچھے رہ گئی تھیں تو ایک صحابیؓ جو اسی کام کے لیے مقرر تھا کہ قافلہ کے پیچھے آوے اور گمشدہ چیز وں کو اٹھا کر لاوے۔ وہ آیا تو حضرت عائشہؓ اس کے اونٹ پر سوار ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس قافلہ میں پہنچ گئیں۔ اس حدیث سے نکل سکتا ہے کہ محرم کے نہ ملنے کی صورت میں کوئی شخص نیک بخت، پارسا، قابل اعتماد ہو تو اس کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز ہے۔''[3]

فتاویٰ ثنائیہ۔۔۔ منہج واسلوب

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دیگر اہل حدیث علماء کی طرح فتاویٰ میں اصل مدار تو کتاب وسنت کے دلائل کو بنایا ہے۔ اجماع اور قیاس کے اصول سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ائمہ اربعہ وفقہاء سلف سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

اجماع اور قیاس

مولانا ثناء اللہ امرتسری ادلہ اربعہ میں سے اجماع اور قیاس کے حوالے سے اہل حدیث کا موقف یوں بیان کرتے ہیں ''پہلے تو ہم اس مسئلہ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ اہل حدیث قیاس اور اجماع کے منکر ہیں۔۔۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ علمائے اصول' خاص اصول حنفیہ والوں نے قیاس کے لیے جو شروط لکھی ہیں، اہل حدیث ان شروط کے ساتھ قیاس کو صحیح مانتے ہین۔ ان کے بغیر قیاس کے منکر ہیں جیسے علمائے اصول حنفیہ منکر ہیں۔۔۔ اسی طرح اجماع سے بھی اہل حدیث منکر نہیں، مگر وہ اجماع جس کو علمائے اصول نے اجماع کہا ہے۔ تفاق مجتھدی الامۃعلی سند شرعی''[4]

دلیل ''قیاس'' کا استعمال

حقہ نوشی کی ممانعت

''ایک حدیث میں آیا ہے: نھی رسول اللہ ﷺ من کل مسکرٍ ومفتر یعنی نشہ آور دماغ میں فتور لانے والی چیزوں سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ تمبا کو میں سکر نہیں مگر فتور دماغ ضرور ہے۔ جو شخص اس کو نہ پیتا ہو وہ پہلی دفعہ کھائے پیے تو اس کے دماغ میں سر چکر آتا ہے۔ پس اگر حدیث صحیح ہے تو کچھ شک نہیں کہ تمبا کو اس میں داخل ہے۔''[5]

---

[1] الحلال والحرام فی الاسلام، ص 83

[2] فتاویٰ ثنائیہ 132:2

[3] ایضاً 144:2

[4] ایضاً 787:2

[5] ایضاً 113:2

ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ سلف سے استفادہ

سحر کی حقیقت

سحر کی حقیقت کے متعلق امام نووی ؒ[1] کے حوالے سے سلف صالحین کی تحقیق کو یوں بیان کیا گیا ہے: ''یعنی امام نوویؒ کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس میں بنفسہٖ تاثیر ہے اور اسی پر جمہور اور علمائے عام نے بات کو طے کیا ہے اور صحیح حدیث مشہور اور قرآن پاک اس پر دلالت کرتے ہیں۔''[2]

''سکران ''کی وضاحت

حقہ نوشی کی ممانعت بوجہ سکر بیان کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے سکران کے بابت نقل کی گئی ہے: ''و قال ابو حنیفۃ السکران :ھوالذی لا یعقل مطلقا لا قلیلا ولا کثیرا ولا الرجل من المرأۃ... کما فی الھدایۃ و عند الشافعی یظھر اثرہ فی مشیہ و حرکاتہ و اطرافہ وھذہ خلاصۃ ما فی الشرح الوقایۃ''[3]

---

[1] امام نووی یحیٰی بن شرف (م 676ھ/1277ء) مشہور شافعی فقیہہ و محدث ہیں۔ ان کی مشہور کتب میں ''اربعون النوویۃ'' ''تہذیب الاسماء واللغات'' اور ''ریاض الصالحین'' شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام، ص 719)

[2] فتاویٰ ثنائیہ 1:193

[3] ایضاً 2:114

مبحث ششم: فتاویٰ اہل حدیث: حافظ عبداللہ روپڑی (1304ھ/1887ء۔۔۔1384ھ/1964ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک ہزار چار سو اٹھاسی (1488) صفحات اور ایک ہزار ایک سو پچیس (1125) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان فتووں کی جمع وترتیب اور اشاعت کے فرائض مولانا محمد صدیق تلمیذ حافظ عبداللہ روپڑی نے انجام دیے ہیں۔ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا سے 1994ء میں شائع ہوا۔

شخصی تعارف:

حافظ عبداللہ روپڑی 1304ھ/1887ء کو ضلع امرتسر کے قصبے کیمر پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام میاں روشن دین تھا۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ حفظ قرآن مجید میں آپ کے استاد مولوی عبداللہ تھے۔[1]

آپ نے تفسیر وحدیث اور فنون کی کتابیں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھیں اور بطور خاص مولانا عبدالجبار غزنوی سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں دہلی کا رخ کیا اور تین سال وہاں رہے، وہاں مولانا عبداللہ غازی پوری اور مولوی محمد اسحاق منطقی دہلوی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر ریاست رام پور چلے گئے اور وہاں سرکاری مدرسہ عالیہ سے تکمیل علوم کے بعد درس نظامی کی سند لی۔[3]

تکمیل تعلیم کے بعد 1915ء میں روپڑ ضلع انبالہ میں "دارالحدیث" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور 1938ء تک اس مدرسہ میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیا، پھر امرتسر کی جامع مسجد "مبارک" میں تشریف لے گئے اور درس وتدریس شروع کر دی جو تقسیم ہند تک جاری رہی۔ قیام پاکستان کے بعد حافظ عبداللہ روپڑی امرتسر سے لاہور تشریف لے آئے اور چوک "دالگراں" میں جامع مسجد "قدس اہل حدیث" تعمیر کی اور اسی مسجد سے ملحق "جامعہ اہل حدیث" میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جو ان کی وفات (1384ھ/1964ء) تک جاری رہا۔[5]

حافظ عبداللہ روپڑی تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد 55 ہے، جن میں سے نمایاں الکتاب المستطاب فی فصل الخطاب، تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح، اطفاء الشمعہ فی ظہر الجمعہ، طلاق ثلاثہ وغیرہ ہیں۔[6]

اہم خصوصیات:

۱۔ اس مجموعہ فتاویٰ کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں ایمان، طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، تجارت، ہبہ، وقف، نکاح وطلاق، رضاعت

۱۔ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 294

۲۔ فتاویٰ اہل حدیث 1:25

۳۔ چالیس علمائے اہل حدیث، ص 295

۴۔ ایضاً ص 296

۵۔ ایضاً ص 297

۶۔ ایضاً ص 300

پردہ، قسم اور نذر و غیرہ کے متعلق فتاویٰ شامل ہیں۔

۲۔اس مجموعہ میں صرف حافظ عبداللہ روپڑی کے فتاویٰ شامل ہیں۔

۳۔فتاویٰ کا انداز سہل اور آسان ہے۔

۴۔فتویٰ دیتے وقت زیادہ تر دلائل قرآن وسنت اور شروح حدیث سے دیتے ہیں۔حسب ضرورت احناف کی کتب فقہ وفتاویٰ سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔

۵۔یہ فتاویٰ مسلک اہل حدیث کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۶۔مخالفین مسلک اہل حدیث کا مفصل جواب دیتے ہیں۔

۷۔بعض فتاویٰ مفصل انداز میں لکھے گئے ہیں مثلاً

ہلکی داڑھی کے اندر پانی پہنچانا واجب ہے۔[۱]

بے نماز کے کافر حقیقی ہونے پر بعض شبہات اور ان کا جواب[۲]

مسبوق کی امامت[۳]

مدارس اسلامی میں مدرسین کا تنخواہ لینا[۴]

رضاعت سے حرمت کا مسئلہ اور نو مذاہب کا بیان[۵]

فتاویٰ اہل حدیث۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے متعلقہ فتاویٰ میں مذہب اہل سنت والجماعت کے منہج کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

ایمان کی تعریف

ایمان کی تعریف کے حوالے سے مذاہب اسلامیہ میں اختلاف ہے۔اہل سنت والجماعت کے ہاں ایمان میں اعمال بھی شامل ہیں جب کہ مرجیۂ کے ہاں نطق باللسان اور یقین بالقلب کا نام ہے۔[۶] حافظ عبداللہ روپڑی نے مذہب اہل سنت کی ایمان شرعی کی تعریف کو اپنایا ہے۔

---

[۱] فتاویٰ اہل حدیث 1:267-274

[۲] ایضاً 1:389-395

[۳] ایضاً 1:577-581

[۴] ایضاً 2:287-299

[۵] ایضاً 2:420-429

[۶] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام 3:151

''ایمان شرعی اعتقاد بالقلب،نطق باللسان،عمل بالارکان ان تین اجزاء کا نام ہے اور یہ تینوں اس کے لیے اجزاء حقیقیہ ہیں۔''

نماز ایمان میں داخل ہے۔

نماز کے تارک کے حوالے سے اختلاف ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے یا نہیں۔جمہور علماء کے نزدیک اس کفر، کفر دون کفر ہے۔ حافظ عبداللہ روپڑی اس کے ترک کو نواقص ایمان میں شامل کرتے ہیں۔'نماز ایسا رکن ہے کہ اس کے نہ پڑھنے سے ایمان ہی نہیں رہتا۔'

حدیث ''من قال لا الہ الا اللہ '' کا کیا مطلب ہے؟

عامۃ الناس اس حدیث سے یہ مراد لیتے ہیں کہ زندگی میں ایک دفعہ کلمہ طیبہ کہنے اور وفات کے وقت اس کو پڑھ دینے سے جنت کا داخلہ یقینی ہو جاتا ہے یعنی وہ اس کو کسی شرط کے بغیر تسلیم کرتے ہیں۔ مرتے وقت اس کلمے کا کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔اس حوالے سے حافظ عبداللہ رقم طراز ہیں: ''جس نے لا الہ الا اللہ کہا مگر مراد اس سے یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ اس کی آخری کلام ہو مثلاً مرنے کے وقت اس کی زبان پر لا الہ الا اللہ جاری ہو۔اس کے بعد اس نے کوئی کلام نہ کی اور لا الہ الا اللہ پر خاتمہ ہو گیا' وہ ضرور کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا کیونکہ اس وقت الہ الا اللہ پڑھنا یا تو نئے سرے ایمان لانا ہے یا پہلے ایمان کو تازہ کرنا ہے پس دونوں صورتوں میں دنیا سے بہتر حالت میں رخصت ہوا۔''

نبی کریمؐ کا معراج جسمانی حالت میں ہوا۔

مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا معراج روح اور بدن سمیت تھا۔۵ حافظ عبداللہ روپڑی بھی اس رائے کو اپناتے ہوئے کہتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ کو معراج جسمانی حالت میں ہوا۔جو شخص معراج جسمانی کو نہ مانے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔'' ۶

قبر میں منکر اور نکیر کے سوالات کے وقت نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس مکشوف ہوتے ہیں

حافظ عبداللہ روپڑی دیگر علمائے اہل حدیث کے برعکس، جن کا خیال ہے کہ نبی اکرمؐ کی طرف اشارہ غائبانہ ہوتا ہے۔ ۷ یہ رائے رکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ مکشوف ہو کر سامنے آتے ہیں: ''۔۔۔۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے وجود باوجود کو دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ خدا کا رسولؐ ہے۔۔۔پس ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں۔'' ۸

---

۱ فتاویٰ اہل حدیث 1:118

۲ الفقہ الاسلامی وادلتہ 1:658

۳ فتاویٰ اہل حدیث 1:116

۴ ایضاً 1:129

۵ عقیدہ طحاویہ، ص5

۶ فتاویٰ اہل حدیث 1:225

۷ فتاویٰ ثنائیہ 1:173

۸ فتاویٰ اہل حدیث 2 : 141

موٹی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

برصغیر کے اہل حدیث علماء کی اکثریت جرابوں پر مسح کی قائل ہے۔ بعض علماء موٹی جرابوں کی شرط لگاتے ہیں ۔۱ جب کہ بعض علماء اس شرط کے قائل نہیں ہیں ۔۲ حافظ عبداللہ روپڑی بھی جرابوں کے موٹا ہونے کی شرط لگاتے ہیں: ''ترمذی شریف میں ہے کہ اگر موٹی جرابیں ہوں تو مسح جائز ہے۔''۳

ناخن پالش لگا کر وضو کرنا جائز ہے۔

اکثر علمائے اہل حدیث کے نزدیک نیل پالش لگا کر وضو نہیں ہوتا کیونکہ نیل پالش لگنے سے ناخنوں پر تہہ لگ جاتی ہے اور ناخنوں پر پانی نہیں پہنچ پاتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ وضو کے وقت پالش اتاری جائے تاکہ اعضائے وضو کو اچھی طرح دھولیا جائے۔ اگر نیل پالش لگی رہی تو وضو نہیں ہوگا۔۴ حافظ عبداللہ روپڑی نیل پالش کو مہندی پر قیاس کرتے ہوئے جواز کے قائل ہیں: ''ناخن پالش مہندی ہی کی قسم سے ہے۔ مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے سے گاڑھا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے۔ ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیے''۔۵

تحیة المسجد مستحب ہے۔

اہل ظاہر اور امام شوکانی تحیة المسجد کے وجوب کے قائل ہیں جب کہ جمہور اس کو مستحب قرار دیتے ہیں ۔۶ حافظ عبداللہ روپڑی بھی استحباب کے قائل ہیں: ''۔۔۔ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تحیة المسجد مستحب ہے۔''۷

اجرت پر قرآن مجید تراویح میں سنانا جائز نہیں۔

علمائے اہل حدیث کی اکثریت کی رائے میں قرآن مجید کی تعلیم، خطبہ، امامت وغیرہ پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ۸ حافظ عبداللہ روپڑی کے نزدیک: ''اجرت پر قرآن مجید تراویح میں سننا یا اجرت پر قرآن مجید سنانا بالکل جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کے پیچھے تراویح ہی نہیں ہوتی۔''۹

---

۱ فتاویٰ برکاتیہ ص18

۲ فتاویٰ اصحاب الحدیث 67:1

۳ فتاویٰ اہل حدیث 284:1

۴ ربانی، مبشر احمد، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ قدوسیہ، لاہور 2004ء 73:3

۵ فتاویٰ اہل حدیث 351:1

۶ فقہ الحدیث 462:1

۷ فتاویٰ اہل حدیث 367:1

۸ آپ کے مسائل اور ان کا حل 144:1

۹ فتاویٰ اہل حدیث 346:1

کیا عورتیں الگ جمعہ پڑھا سکتی ہیں؟

عورتوں پر بنص حدیث ''ہر مسلمان پر جمعہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے مگر چار قسم کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں: غلام، عورت، بچہ اور مریض[1] اگر کوئی جمعہ پڑھ لے تو درست ہے۔ کیا عورتیں الگ سے جمعہ باجماعت پڑھ سکتی ہیں تو حافظ عبداللہ روپڑی نے اس کا جواز بیان کیا ہے: ''جمعہ کے متعلق خاص واقعہ ملنا تو بہت مشکل ہے۔ ہاں پانچ وقتی نماز سے استدلال ہوسکتا ہے۔۔۔ خاص کر جمعہ تو پانچ وقتی نماز میں شامل ہے کیونکہ ظہر کے قائم مقام ہے تو اس میں عورت کی امامت بدعت نہیں ہوسکتی۔''[2]

عورت محرم کے بغیر' اگر قابل اعتماد جماعت ہو تو حج کر سکتی ہے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ عورت پر حج کے وجوب کے لیے محرم کا ہونا شرط نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ محرم کا وجود اور سفر میں اس کی رفاقت وجوب کی شرط ہے۔[3] حافظ عبداللہ روپڑی کے نزدیک محرم کا وجود فتنہ کی روک تھام ہے۔ جو جماعت کے وجود سے میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے وہ قابل اعتماد جماعت کے ساتھ حج کر سکتی ہے''۔۔۔ پس اس کا لحاظ کرتے ہوئے جب خاوند یا محرم نہ ہوں تو قابل اعتماد جماعت کافی ہے۔''[4]

بھینس کی قربانی جائز نہیں۔

بعض علمائے اہل حدیث بھینس کے گائے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی قربانی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بھینس کی قربانی کی ممانعت نہیں آئی۔[5]

محتاط علمائے اہل حدیث کے نزدیک ان جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے جو سنت سے ثابت ہیں۔ حافظ عبداللہ روپڑی ''بھیمۃ الانعام'' سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''قرآن مجید میں ''بھیمۃ الانعام'' کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں: دنبہ، بکری، اونٹ، گائے۔ بھینس ان چار میں نہیں اور قربانی کے متعلق حکم ہے' بھیمۃ الانعام سے ہو، اس بنا پر بھینس کی قربانی جائز نہیں۔''[6]

معاملات

ادھار فرخت میں قیمت زیادہ ہو سکتی ہے۔

بعض علمائے اہل حدیث کے نزدیک ایسی صورت میں زیادہ قیمت سود شمار ہوگی جو کہ از روئے حدیث: ''نھی رسول اللہ ﷺ عن

---

1. سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ، رقم الحدیث 1067ء
2. فتاویٰ اہل حدیث 6:2
3. بدایۃ المجتہد، ص 430
4. فتاویٰ اہل حدیث 249:2
5. فتاویٰ ستاریہ 15:2
6. فتاویٰ اہل حدیث 2: 90

بیعتین فی بیعۃ"[1] منع ہے۔[2] حافظ عبداللہ روپڑی اسکے جواز کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "ادھار زیادہ قیمت پر سود نہیں کیونکہ نرخ بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔۔۔حنفیہ، شافعیہ سب اس کے قائل ہیں۔[3]

وقف میں تبدیلی اور تصرف کا حکم

وقف میں تبدیلی اور تصرف کے معاملے میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ وقف کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے کہ وقف شدہ چیز کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔ امام احمدؒ نے درمیانہ موقف اختیار کیا ہے کہ وقف کو فروخت کرنا یا اسے کسی اور چیز کے ساتھ بدلنا جائز نہیں البتہ اگر اس کا منافع معطل ہو رہا ہو تو پھر اسے فروخت کرنا اور کسی دوسری چیز سے تبدیل کرنا جائز ہے۔[4] حافظ عبداللہ روپڑی بھی امام احمدؒ کے موقف کے مطابق لکھتے ہیں: "کوئی شے بے کار چلی جائے اور ضائع ہو جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی کام پر لگا دی جائے اور اس سے کوئی فائدہ اٹھا لیا جائے۔ امام احمدؒ وغیرہ کا فتوی اسی اصول پر مبنی ہے۔۔ پس یہی مذہب راجح ہے۔[5]

مہر کا غیر مال ہونا

مہر غیر مال ہو سکتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ احناف کے ہاں مہر کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ مال کی قسم سے ہو، جس کی قیمت لگائی جا سکے۔[6] امام شافعیؒ، امام اسحاقؒ کے نزدیک مہر غیر مال (جیسے کہ غلامی سے آزادی) بن سکتا ہے۔[7] اہل حدیث علماء کے نزدیک کسی بھی نفع بخش چیز کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔[8] حافظ عبداللہ روپڑی اس حوالے سے لکھتے ہیں: "۔۔۔ان تین احادیث سے معلوم ہوا کہ مال کے علاوہ بھی مہر ہو سکتا ہے خواہ آزاد کرنا یا اسلام قبول کرنا یا قرآن مجید ہو یا کوئی اور شے ہو۔"[9]

بدعی طلاق کا وقوع

بدعی طلاق کے وقوع میں اختلاف ہے۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بدعی طلاق واقع ہو جائے گی۔[10] امام ابن قیمؒ، امام ابن حزمؒ اور امام

---

1 جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ، رقم الحدیث 1231

2 آپ کے مسائل اور ان کا حل 455:2

3 فتاوی اہل حدیث 264:2

4 فقہ الاسلام، ص 533

5 فتاوی اہل حدیث 344:2

6 اسلامی فقہ، ص 305

7 فقہ الاسلام، ص 592

8 ایضاً ص 592

9 فتاوی اہل حدیث 474:2

10 بدایۃ المجتہد ص 703

شوکانی ؒ کے نزدیک بدعی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔[1]

حافظ عبداللہ روپڑی نے بین بین موقف اپنایا ہے جو جمہور اور ابن تیمیہ وغیرہ کے بر عکس ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''۔۔۔خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کے دلائل مساوی ہیں۔اس لیے صاف فیصلہ کسی جانب نہیں ہوسکتا۔پس اس موقع پر مصلحت دیکھنی چاہیے، اگر خاوند ظالم ہے اور عورت طلاق چاہتی ہے تو جمہور کے مذہب پر عمل کیا جائے ورنہ مصالحت ہر صورت بہتر ہے۔''[2]

گندگی کھانے والے جانور کی ممانعت

حدیث میں جلالہ کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔[3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندگی خور جانور کھانا اور اس کا دودھ پینا حرام ہے کیونکہ اس کا دودھ اور گوشت نجاست سے ہی تیار ہوا ہے، البتہ اس کی حالت بدل جانے سے حرمت کا حکم بھی حلت میں بدل جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ تین دن گندگی خور مرغی کو قید رکھتے تھے اور پھر کھالیتے تھے۔[4]

حافظ عبداللہ روپڑی کے دور حیات میں برائلر مرغی کا تصور نہ تھا۔اس لیے انہوں نے گھریلو مرغی کی یہ خاصیت بیان کر کے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے: ''رہی مرغی تو یہ جلالہ میں داخل نہیں کیونکہ اس میں خدا نے ایسی حرارت رکھی ہے کہ اس سے اس کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔اس لیے یہ خواہ کتنی گندگی کھائے اس سے بدبو نہیں آتی اور اس کا گوشت بدستور لذیذ رہتا ہے۔''[5]

فتاویٰ اہل حدیث۔۔۔منہج واسلوب

حافظ عبداللہ روپڑی مسلک اہل حدیث کے پرچارک تھے۔ان کے فتاویٰ بھی اسی مسلک کے آئینہ دار ہیں۔مسلک اہل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں:

''خلاصہ یہ کہ ٹھیٹھ اسلام میں تین باتیں ہیں۔ایک یہ کہ قرآن وحدیث کا صاف فیصلہ ہوتے ہوئے کسی کے قول یا فتویٰ کی رعایت نہ رکھے۔دوسری یہ کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے فیصلہ نہ ملے تو وہاں پہلے لوگوں کے فیصلہ کو اپنی رائے پر مقدم کرے۔تیسری بات یہ کہ اگر خود قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو تو بغیر التزام تعیین مذہب کے کسی سے مسئلہ قرآن وحدیث کا پوچھ لے۔بس یہی ٹھیٹھ اسلام ہے اور یہی رسولؐ اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے اور اسی پر صحابہؓ کو چھوڑ کر رخصت ہوئے۔اب جتنا اس روش سے ہٹے گا اتنا ہی حق اس سے دور ہوگا اور جتنا اس سے نزدیک ہوگا اتنا ہی حق سے نزدیک ہوگا۔''[6]

---

[1] فقہ الحدیث 178:2

[2] فتاویٰ اہل حدیث 508:2

[3] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب النھی عن اکل الجلالۃ والبانھا، رقم الحدیث 3785

[4] فقہ الاسلام، ص 749

[5] فتاویٰ اہل حدیث 572:2

[6] فتاویٰ اہل حدیث 1: 64

ادلہ اربعہ کا استعمال

قرآن وسنت کو بطور دلیل استعمال کرنا تو فتاویٰ اہل حدیث میں واضح ہے۔ اجماع اور قیاس کو بھی بطور دلیل لایا گیا ہے اور ان کی بنیاد پر فتاویٰ دیے گئے ہیں۔

اجماع خود دلیل ہے۔

''جس مسئلہ پر اجماع امت ہو اس کی بابت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کسی دلیل سے ثابت ہے کیونکہ اجماع خود ایک زبردست دلیل ہے۔ ہاں البتہ انعقاد اجماع کے لیے کوئی مستند یا داعی ہونا ضروری ہے خواہ کوئی آیت وحدیث ہو یا قیاس ہو جب منعقد ہو جائے تو پھر خواہ اس مستند یا داعی کا ہمیں علم ہو یا نہ ہو، ہر صورت مسئلہ ماننا پڑے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''لا تجتمع امتی علی الضلالة یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔''[1]

دلیل 'قیاس' کا استعمال

بلوغ کے بعد جو نمازیں نہیں پڑھی گئیں ان کے اعادہ کا مسئلہ

''بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو ادا کر لی جائیں۔ اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہ ہی کافی ہیں۔ حیض والی کو نماز اس لیے معاف ہے کہ عموماً ہر ماہ میں حیض آتا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں حیض کی نماز کو دہرائے تو مشکل ہے۔ اس لیے شرع نے معافی دی ہے۔ پس اس سے تارک نماز کا حکم سمجھ لیں۔''[2]

فقہائے مسالک اربعہ سے استفادہ

حافظ عبداللہ روپڑی دیگر علمائے اہل حدیث کی طرح فتاویٰ میں اصل مدار کتاب وسنت کو بناتے ہیں لیکن بطور استشہاد احناف اور دیگر مسالک کی کتب فقہ وفتاویٰ سے بھی دلائل نقل کرتے ہیں مثلاً

زکوٰۃ کی مد ''فی سبیل اللہ'' کا مصرف

جمہور علماء کے نزدیک مصارف زکوٰۃ کی مد ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد ہے۔[3] لیکن ہر مجاہد پر زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ حافظ عبداللہ روپڑی اس ضمن میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے نقل کرتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ کا قول ہے کہ جنگ میں زکوٰۃ وہی شخص لے سکتا ہے جس کے پاس خرچ نہ ہو۔''

نافرمان اولاد کو محروم الارث کرنا کیسا ہے؟

''اولاد جب تک مسلمان ہے محروم الارث نہیں ہو سکتی، ہاں اگر مسرف ہو تو امام شافعیؒ کے مذہب پر بحکم آیت کریمہ: ''وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ

---

[1] فتاویٰ اہل حدیث 1:274

[2] ایضاً 1:415

[3] الفقہ الاسلامی وادلتہ 3:1957

اَمْوَالَكُم الّتيِ جَعَلَ الله لَكُم قِيَاماً" اس پر حجر ہوسکتا ہے یعنی اس کے تصرفات روکے جاسکتے ہیں۔ جب تک اس کی حالت قابل اطمینان نہ ہو اس کا حصہ ولی کے پاس محفوظ ہے۔"[1]

---

[1] فتاویٰ اہل حدیث 2: 370

مبحث ہفتم: فتاویٰ سلفیہ: مولانا محمد اسماعیل سلفی (1314ھ/1895ء۔۔۔1387ھ/1968ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، ایک سو بانوے (192) صفحات اور تئیس (23) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور سے 1991ء میں شائع کیا گیا۔

شخصی تعارف:

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بن مولوی حکیم محمد ابراہیم برصغیر کے معروف اہل حدیث عالم دین تھے۔ انہوں نے تقریر، خطابت، درس وتدریس، تحریر وانشاء اور تنظیم جماعت میں اپنی عمر عزیز کو صرف کیا۔ مولانا سلفی 1314ھ/1895ء کو وزیر آباد کے نواحی قصبے ڈھونیکی میں پیدا ہوئے۔[1] ابتدائی تعلیم آپ نے حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی کا رخ کیا اور مولانا عبدالجبار عمر پوری اور حافظ عبداللہ غازی پوری سے مستفید ہوئے۔[2] دلی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ امرتسر تشریف لائے اور مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مفتی محمد حسن امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ، لاہور) سے استفادہ کیا۔[3] مولانا سلفی تکمیل علم کے بعد 1929ء میں جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں، گوجرانوالہ میں خطیب وامام مقرر ہوئے اور پوری زندگی اسی مسجد میں درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور افتاء کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔[4]

مولانا سلفی ''جمعیت اہل حدیث پاکستان'' کے بانی ومؤسسین میں سے تھے اور پاکستان بھر میں اس کی تنظیم سازی اور فعالیت میں سرگرم رہے۔ پہلے اس کے ناظم اعلیٰ اور پھر (20 فروری 1968ء) وفات تک امیر رہے۔[5] مولانا سلفی ایک کامیاب مؤلف ومصنف بھی تھے۔ آپ کی اہم تصانیف میں تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی، رسول ﷺ کی نماز، حیات النبی ﷺ اور حجیت حدیث شامل ہیں۔[6]

اہم خصوصیات:

ا۔ اس مجموعہ میں مولانا اسماعیل کے ان فتووں اور مضامین کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا جو کہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں 1950ء سے 1968ء کے دوران وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔[7]

۲۔ ہر فتویٰ اور مضمون کے آخر میں تاریخ اور شمارہ نمبر درج ہے۔

---

[1] چالیس علمائے اہل حدیث، ص330

[2] ایضاً 331

[3] ایضاً 331

[4] ایضاً 331

[5] ایضاً 330

[6] ایضاً 333

[7] فتاویٰ سلفیہ، ص 4

۳۔فتاویٰ مروجہ محافل میلاد، نماز، نکاح وطلاق، احکام میت، جمعہ فی القریٰ اور رویت ہلال کے متعلق ہیں۔

۴۔بعض فتاویٰ مفصل اور تحقیقی ہیں مثلاً نماز میں آنحضرت ﷺ کا تصور اور میلاد کی شرعی حیثیت[۱]

جمعہ فی القریٰ کی تحقیق[۲]

ڈاڑھی کی مقدار[۳]

حدیث ثلاث کذبات کی تحقیق[۴]

۵۔اس مجموعہ میں فتاویٰ کے علاوہ مستقل مضامین اور مقالات شامل ہیں۔

رویت ہلال اور مشینی آلات[۵]

رویت ہلال اور خبر وشادت کی بحث[۶]

عائلی قوانین اور جمعیت اہل حدیث[۷]

اختلاف اور حدود ادب -----امام ابو یوسفؒ کا انداز بحث[۸]

نماز عیدین میں احناف کی اقتداء[۹]

اہل حدیث کی اقتداء[۱۰]

حب اہل بیت[۱۱]

ہماری سرگزشت[۱۲]

۱۔فتاویٰ سلفیہ،ص 5-20

۲۔ایضاً 75-99

۳۔ایضاً 99-112

۴۔ایضاً 128-137

۵۔ایضاً 40-46

۶۔ایضاً 46-56

۷۔ایضاً 56-63

۸۔ایضاً 67-73

۹۔ایضاً 73-74

۱۰۔ایضاً 112-127

۱۱۔ایضاً ص 137-146

۱۲۔ایضاً 146-169

قابل ضبط کتابیں۔۔۔بریلوی حضرات سے مؤدبانہ گزارش [1]

دینی جماعتوں کے اتحاد کے لیے جمعیت اہل حدیث کا طریق کار [2]

فتاویٰ سلفیہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کی بابت مذہب اہل سنت کی پیروی کی گئی ہے۔

توحید کا بیان

عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے۔توحید کے موضوع پر شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان کی پرزور تائید کی گئی ہے:"شاہ صاحب کا منشا یہ ہے کہ علوم غیبیہ کا استحضار اور ان پر کلی تصرف یہ اللہ کی خصوصیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ علوم نہ کسی کو عطا فرمائے ہیں نہ کسی کو بالذات حاصل ہیں۔جزوی طور پر اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جس کو چاہے عطا فرما دیتا ہے۔میں جانتا ہوں کہ یہ عقیدہ آپ کو ناگوار اور ناپسند ہے اس لیے آپ کے جذبات مجروح ہو سکتے ہیں---لیکن اس کا کیا علاج کہ قرآن عزیز شاہ صاحب کی پوری پوری تائید فرماتا ہے۔" [3]

عبادات ومعاملات

قرآن مجید بغیر وضو کے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک بغیر وضو کے قرآن کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ [4] مولانا اسماعیل سلفی اس بارے میں لکھتے ہیں:"قرآن مجید با وضو پڑھنا افضل ہے۔بغیر وضو بھی پڑھا جا سکتا ہے البتہ جنابت ہو تو مس درست نہیں۔" [5]

اہل حدیث احناف کی اقتداء بلا نکیر کر سکتے ہیں۔

بعض اہل حدیث علماء کی رائے یہ ہے کہ اہل حدیث احناف کی اقتداء نہیں کر سکتے بوجہ تقلید وعدم تعمیل سنت وغیرہ [6] مولانا محمد اسماعیل سلفی کی رائے اس ضمن میں یہ ہے:"---ایسے فروعی اجتہادی مسائل میں اپنے مسلک کی حمایت اور عملاً پابندی تو از بس ضروری ہے لیکن دوسرے کی اقتداء کے عدم جواز کا فتویٰ دینا ناروا جسارت ہے اور اہل تحقیق کے لیے قطعی نامناسب---اس لیے اہل حدیث کے لیے احناف کی اقتداء

---

[1] فتاویٰ سلفیہ،ص 169-187

[2] ایضاً ص 187-192

[3] ایضاً ص 171

[4] الجزیری،عبدالرحمٰن،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (مترجم:منظور احسن عباسی) شعبہ مطبوعات،محکمہ اوقاف پنجاب،لاہور 1971ء
197:1

[5] فتاویٰ سلفیہ،ص 28

[6] فتاویٰ ستاریہ 4: 21

بلانکیر درست ہے۔''[1]

شرعی معاملات میں مشینی آلات سے استفادہ

مولانا محمد اسماعیل سلفی کے دور میں باقاعدہ رؤیت ہلال کمیٹی کی تشکیل نہیں ہوئی تھی۔اس لیے چاند دیکھنے کے معاملے میں اختلاف ہوجاتا تھا۔بعض علماء نے خبر کے جدید ذرائع ٹیلی فون،تار،ریڈیو پر شک کا اظہار کیا تو مولانا سلفی نے یہ رائے دی:''جن لوگوں نے رمضان یا عید کے چاند کی اطلاع کو صرف اس لیے رد کیا ہے کہ ریڈیو،تار یا ٹیلی فون کے ذریعے سے یہ اطلاع آئی ہے،ان حضرات نے عقل و دانش سے جنگ لڑی ہے۔اب یہ ذرائع ہماری زندگی کا جزو بن چکے ہیں اور آئندہ روز بروز ان کا اعتبار بڑھ رہا ہے۔جب ٹیلی فون پر ایک آدمی کی آواز کو لوگ پہچانتے ہیں تو ٹیلی فون کی خبر پر بے اعتمادی کیوں کی جائے۔''[2]

فتاویٰ سلفیہ۔۔۔منہج و اسلوب

مولانا محمد اسماعیل سلفی دیگر اہل حدیث علماء کی طرح مذہب اہل سنت والجماعت کے قائل ہیں۔فتاویٰ و مضامین میں زیادہ تر دلائل قرآن و سنت سے پیش کرتے ہیں۔حسب ضرورت ائمہ سلف کی کتب سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ان کے فتاویٰ کا منہج و اسلوب ان کی رائے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلک اہل حدیث میں علماء کے فقہی اقوال حجت نہیں ہیں۔

''اہل حدیث علماء اور بزرگوں کے فقہی اقوال ہمارے ہاں اساس مذہب نہیں ہیں،نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں نہ ہی ان کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں-----

--واجب التعمیل ہمارے لیے صرف کتاب و سنت اور آثار سلف کے سوا کچھ نہیں۔آثار سلف میں اجماعی مسائل کی پابندی ہوگی۔باقی مسائل میں جہاں سلف مختلف ہوں گے ہم کسی کے پابند نہیں۔''[3]

اگر حدیث کے راوی کا فعل مروی حدیث کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل ہوگا۔

فقہاء احناف خبر واحد کی قبولیت کے لیے یہ شرط لگاتے ہیں کہ راوی کا عمل اس حدیث کے خلاف نہ ہو،جس کو اس نے روایت کیا ہے کیونکہ اس کا عمل اس کے منسوخ ہونے یا کسی دوسری دلیل کی بنا پر اس کے متروک ہونے کو بتلاتا ہے۔[4] مولانا محمد اسماعیل سلفی مسلک اہل حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں:''ائمہ حدیث اور جمہور ائمہ اسلام کے نزدیک مرفوع صحیح حدیث ہی معمول بہا ہوگی (خلافاً للجمہور الحنفیہ) امام شوکانی فرماتے ہیں:راوی کا عمل حدیث کے خلاف حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا (خلافاً للحنفیہ) ہم اتباع حدیث کے پابند ہیں فہم روایت

---

[1] فتاویٰ سلفیہ،ص74

[2] ایضاً ص49

[3] ایضاً ص127

[4] الوجیز فی اصول الفقہ،ص205

کے پابند نہیں (ارشاد الفحول)''[1]

دیہات میں نماز جمعہ کا قیام

فقہائے احناف نماز جمعہ کے قیام کے لیے ''مصر جامع'' کی شرط لگاتے ہیں۔ ان کے نزدیک گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔[2] مولانا اسماعیل سلفی نے مسلک اہل حدیث کے موقف کے مطابق اس رائے کا رد کیا ہے اور فقہائے سلف سے اس ضمن میں استفادہ کیا ہے ''مغنی ابن قدامہ کے شارح فرماتے ہیں (ترجمہ) اگر بستی اور شہر ایک فرسنگ کا فرق ہو تو ان کے لیے شہر جانا ضروری نہیں بلکہ ان کے ذاتی حالات پر فیصلہ ہوگا۔ اگر وہ چالیس ہوں تو ان میں جمعہ کی شرائط پائی جائیں گی۔ ان پر جمعہ فرض ہوگا۔ اگر پسند کریں تو شہر میں پڑھیں، افضل یہ ہے کہ گاؤں میں پڑھیں کیونکہ اگر کچھ شہر چلے جائیں تو باقی لوگوں کے جمعہ میں خلل واقع ہوگا۔ اگر وہ گاؤں میں پڑھیں تو سب لوگ جمع ہو جائیں گے۔ (الشرح الکبیر المغنی ابن قدامہ 48:2) ابن رشد مالکی شروط جمعہ کے ذکر میں فرماتے ہیں: 'طبری کا خیال ہے کہ ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو ان پر جمعہ فرض ہے۔ بعض نے فرمایا ہے امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو جمعہ فرض ہوگا۔۔۔ بعض نے کوئی عدد مقرر نہیں فرمایا لیکن ان کا خیال ہے کہ چالیس آدمی ضروری نہیں لیکن تین یا چار افراد سے جمعہ نہیں ہوگا۔ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے اور یہ تحدید اس لیے ہے کہ اس مقدار سے قریہ کا مطلب پورا ہو جاتا ہے۔ (بدایۃ المجتہد 144:1)''[3]

---

[1] فتاویٰ سلفیہ، ص 87

[2] الحداد، عاصم، فقہ السنہ، الفیصل، لاہور، 2003ء، ص 238

[3] فتاویٰ سلفیہ، ص 83

مبحث ہشتم فتاویٰ ستاریہ از مفتی ابومحمد عبدالستار بن محمد عبدالوھاب دہلوی

(1323ھ/1905ء----1386ھ/1966ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ چار جلدوں، آٹھ سو آٹھ صفحات اور سات سو فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل اور دوم مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی سے 1963ء میں اور جلد سوم اور چہارم المکتب الاسلامی جماعت غرباء اہل حدیث، کراچی سے شائع ہوئی۔ ان فتووں کی جمع ترتیب کا کام حافظ عبدالغفار سلفی نے سرانجام دیا۔ 1997ء سے فتاویٰ ستاریہ کا ضمیمہ جدیدہ چھپنا شروع ہوا۔ یہ ضمیمہ تین جلدوں آٹھ سو اٹھاون (858) صفحات اور آٹھ سو آٹھ (808) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ کی پہلی جلد مکتبہ اشاعت الکتاب والسنہ، کراچی سے 1997ء میں دوسری جلد 2002ء میں اور تیسری جلد 2008ء میں چھپی۔ جلد اول و دوم کے مرتب حافظ محمد ادریس سلفی جبکہ جلد سوم کے مرتب حافظ جاسم ادریس سلفی ہیں۔

شخصی تعارف:

مفتی ابومحمد عبدالستار کی پیدائش اوائل رجب 1323ھ/ستمبر 1905ء دہلی کی ہے۔ آپ کے والد گرامی مولانا محمد عبدالوہاب دہلوی (وفات: جولائی 1932ء) معروف اہل حدیث عالم دین اور جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی تھے۔[1] آپ کے ابتدائی اساتذہ حافظ احمد اور قاری حافظ عبدالغفور کرنالوی ہیں۔ تعلیم کی تکمیل والد گرامی کے مدرسہ ''دارالکتاب والسنۃ'' سے کی اور 1927ء کو سند فراغت حاصل کی[2] اور اسی مدرسہ میں تدریس شروع کر دی۔ والد گرامی کی وفات کے بعد مدرسہ کی جملہ ذمہ داریاں ان کے سپرد ہوئیں اور مدرسہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث بن گئے۔[3] تقسیم ہند کے بعد اہل و عیال سمیت کراچی آ گئے اور یہاں مدرسہ ''دارالسلام'' قائم کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔[4] ان کے والد گرامی مولانا عبدالوہاب نے جماعت غرباء اہل حدیث قائم کی۔ مولانا عبدالستار دہلوی ان کی وفات کے بعد ان کے امیر مقرر ہوئے۔[5] انہوں نے جماعت غرباء کا ترجمان ''صحیفہ اہل حدیث'' بھی جاری کیا۔ کتب کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ کی۔ خود بھی فتویٰ نویسی، ترجمہ و تفسیر قرآن اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ ان کی اہم تصانیف میں تفسیر ستاری، تفسیر سورۃ فاتحہ، نصرۃ الباری شرح بخاری شامل ہیں۔[6] ان کی وفات 29 اگست 1966ء کو کراچی میں ہوئی۔[7]

---

1. بھٹی، محمد اسحاق، کاروان سلف، مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد 1999ء، ص 155
2. ایضاً ص 158
3. ایضاً ص 158
4. ایضاً ص 159
5. ایضاً ص 160
6. ایضاً ص 164
7. ایضاً ص 167

اہم خصوصیات:

ا۔اس مجموعہ میں مختلف قسم کے فتاویٰ کو بغیر کسی ترتیب کے جمع کیا گیا ہے مثلاً جلد اول کا آغاز اس فتویٰ سے ہوتا ہے: ''سوال: زید وہندہ حقیقی بہن بھائی ہیں۔ ہندہ کے لڑکے کا زید کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یانہیں؟ شرط یہ ہے کہ ہندہ کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ صغر سنی میں پیا ہے۔ جواب: صورت مسئولہ میں بوجہ تعلق رضاعی کے ناجائز ہے۔''[1]

۲۔اکثر فتاویٰ کا تعلق عمومی نوعیت کے شخصی مسائل سے ہے۔

۳۔اکثر فتاویٰ کے جوابات مختصر ہیں۔

۴۔اعتقادات اور فروعی اختلافات سے متعلق فتاویٰ مفصل اور مدلل ہیں مثلاً

امامت کی شرعی حیثیت کے متعلق فتویٰ کافی طویل ہے۔[2]

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ[3]

بے نماز کا جنازہ[4]

مسئلہ استواء علی العرش کی محققانہ بحث[5]

کھانے پر فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت[6]

بشریت رسول[7]

مسئلہ توسل ووسیلہ[8]

۵۔اس مجموعہ میں مفتی ابومحمد عبدالستار کے علاوہ مولانا عبدالغفار سلفی، مولانا محمد عبدالجلیل سامرودی، مولانا عبدالقادر حصاری اور دیگر مفتیوں کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔

٦۔یہ فتاویٰ پہلے ''صحیفہ اہل حدیث'' میں چھپے تھے، بعد میں انہیں کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

1۔ فتاویٰ ستاریہ 3:1

2۔ ایضاً 53-36:1

3۔ ایضاً 138-128:1

4۔ ایضاً 147-142:1

5۔ ایضاً 106-82:2

6۔ ایضاً 133-112:2

7۔ ایضاً 102-91:3

8۔ ایضاً 148-116:3

خصوصیات ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ

۱۔جلداول میں زیادہ فتاویٰ ''عقائد اسلامیہ'' کے متعلق ہیں۔

۲۔ضمیمہ میں مختلف قسم کے فتاویٰ کو کسی ترتیب کے بغیر جمع کیا گیا ہے۔

۳۔جلداول میں فتاویٰ کے علاوہ مولانا عبدالستار کے ''صحیفہ اہل حدیث'' میں شائع شدہ مضامین متعلقہ عقائد کو شامل کیا گیا ہے۔

۴۔مولانا عبدالستار کے علاوہ شفیق پسروری ،محمد ولی الدین ،عبدالواحد اعوان ،رمضان سلفی وغیرہ کے مضامین بھی جلد اول میں شامل ہیں۔یوں جلداول میں فتاویٰ کم اور مضامین کا حجم زیادہ ہے۔

۵۔ضمیمہ جدیدہ میں زیادہ فتاویٰ حافظ محمد ادریس سلفی بن مولانا عبدالقہار سلفی (پیدائش:13 اکتوبر 1950ء) کے ہیں جو جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی اور مولانا مفتی عبدالستار کے بھتیجے ہیں۔

فتاویٰ ستاریہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول ودین وعقائد

اصول دین وعقائد کی بابت مذہب اہل سنت کی پیروی کی گئی ہے۔صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں تشبیہ وتعطیل کو رد کیا گیا ہے مثلاً

خدا کا عرش پر مستوی ہونا

اس بارے میں لکھا گیا ہے:''الغرض قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے خداوند قدوس کا عرش پر مستوی ہونا نصاً واشارتاً ثابت ہے۔اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی اس امر کی تخصیص وتائید موجود ہے،اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول ونامعلوم ہے''۔ ۱

مسئلہ امارت وامامت

مفتی ابومحمد عبدالستار کے والد گرامی مولانا عبدالوہاب دہلوی جماعت غرباء اہل حدیث کے بانی تھے۔ان کی وفات کے بعد مفتی عبدالستار اس جماعت کے امیر مقرر ہوئے۔جماعت غرباء اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ خلیفہ شرعی کی عدم موجودگی میں بھی جماعت کا قیام اور امیر کی بیعت ضروری ہے ورنہ جاہلیت کی موت کا خدشہ ہے۔

اس ضمن میں وہ غیر قریشی امام کی امارت کے بھی قائل ہیں۔فتاویٰ میں مرقوم ہے:''کیا حدیث من مات الخ کے ہوتے ہوئے بھی ضرورت امام میں کوئی شک یا جاہلیت کی موت مرنا اچھا ہے''۔ ۲

غیر قریش کی امامت وامارت کے متعلق یہ رائے دی گئی ہے:''سردار وامام کے لیے قریشیت کوئی شرط نہیں،قریش یا غیر قریش ''ما اقاموا الدین'' کا ہونا لابدی امر ہے''۔ ۳

---

۱ فتاویٰ ستاریہ 84:2

۲ ایضاً 39:1

۳ ایضاً 41:1

حجیت حدیث و سنت

سنت کی شرعی حجیت اہل سنت کے مابین متفق علیہ امر ہے۔اس حوالے سے بہت واضح موقف اختیار کیا گیا ہے:''۔۔۔۔جس فرقہ کا ایک آپ لوگوں کے قصبہ میں پہنچا اور اس نے یہ ترغیب دی کہ صرف قرآن ہی کو ماننا چاہیے،حدیث کو نہ ماننا چاہیے،وہ فرقہ بہت گمراہ،کافر اور خارج از اسلام ہے۔''[1]

تارک الصلوٰۃ کا کفر ،کفر دون کفر ہے یا نہیں؟

تارک الصلوٰۃ کے کفر کے بارے میں علماء اسلام میں اختلاف ہے۔جمہور علماء کے نزدیک اس کا کفر،کفر دون کفر ہے،خارج عن الملۃ نہیں[2] فتاویٰ میں اس بابت یہ موقف اختیار کیا گیا ہے:''تارک صلوٰۃ کے متعلق احادیث میں جو کفر کا اطلاق آیا ہے اس کا اصل معنی وہی ہے جو صحابہؓ کرام وتابعین عظام ومحدثین ذوی الافہام نے سمجھا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یعنی بے نماز ایسا پکا کافر ہے کہ جس کا حشر فرعون،ہامان،شداد وغیرہ کے ساتھ ہوگا،''[3]

عبادات

خون کا بہنا ناقض وضو نہیں۔

فقہائے احناف کی رائے میں جسم سے سبیلین کے علاوہ بھی کوئی چیز جیسے خون اور پیپ کے خارج ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔[4] فتاویٰ ستاریہ میں اس کے برعکس موقف اختیار کیا گیا ہے:

''سبیلین یعنی قبل ودبر اگر سے کوئی چیز خارج ہوتو وضوٹوٹتا ہے ورنہ نہیں۔''[5]

ماکول اللحم کا بول و براز پاک ہے۔

ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہونے میں اختلاف ہے۔شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک یہ نجس و پلید ہے۔[6] فتاویٰ ستاریہ میں سے پاک قرار دیا گیا ہے:''ماکول اللحم کا بول وبراز پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔طبعی کراہت تے دیگر ہے۔اگر دھولیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔''[7]

---

[1] فتاویٰ ستاریہ 10:1

[2] الفقہ الاسلامی وادلتہ 658:1

[3] ایضاً 161:1

[4] بدایۃ المجتہد،ص 79

[5] فتاویٰ ستاریہ 3:1

[6] الفقہ الاسلامی وادلتہ 312:1

[7] فتاویٰ ستاریہ 63:1

مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے۔

برصغیر کے علماء اہل حدیث کی اکثریت مدرک رکوع کی رکعت کو تسلیم نہیں کرتے۔ان کے خیال میں دو فرض قراءۃ فاتحہ اور قیام رہ جاتے ہیں۔[1]

صرف جماعت غرباء اہل حدیث کا یہ موقف ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے: "مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔"[2]

نماز جمعہ میں اگر امام کو قعدہ میں پائے تو چار رکعت پڑھے۔

اس صورت میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک جو شخص نماز جمعہ کے تشہد ہی میں شریک ہو وہ نماز جمعہ پوری کرے۔[3] مولانا عبدالرحمان مبارک پوری مؤلف تحفۃ الاحوذی کے نزدیک بھی مقتدی اس صورت میں بقیہ نماز جمعہ مکمل کرے۔ظہر نہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فأتموا[4] یعنی جتنی نماز تمہیں امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔"[5] فتاویٰ میں چار رکعت پڑھنے کا فتویٰ مرقوم ہے: "نماز جمعہ میں اگر امام کو قعدہ میں پائے تو چار رکعت پڑھے۔"[6]

ریل گاڑی میں فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

فقہاء احناف کی رائے میں ایسی سواری جسے ٹھہرانے کا اختیار ہے تو چلتی ہوئی سواری پر فرض نماز صحیح نہ ہوگی۔فرض نماز کا سواری پر بغیر مجبوری کے ادا کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ حرکت میں ہو یا کھڑی ہو۔[7] فتاویٰ میں فرض نماز کی ادائیگی کے لیے فقہاء احناف کی رائے کے مطابق فتویٰ دیا گیا ہے کہ مجبوری میں فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے:

"ریل گاڑی کی کوئی تخصیص نہیں۔عام سواری جو اپنے قبضہ وقدرت کی ہو نفلی نماز پڑھنا درست ہے۔۔۔۔اور جو اپنے قبضہ قدرت میں نہ ہو اس پر فرض ونفل دونوں پڑھنے جائز درست ہیں۔"[8]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ 1:496، فتاویٰ ثنائیہ 1:530

[2] فتاویٰ ستاریہ 1:53

[3] الکاسانی، ابوبکر علاء الدین، علامہ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (مترجم: محمود الحسن عارف) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور 1993ء، ص828

[4] بخاری، کتاب الاذان، باب لایسعی الی الصلوٰۃ ولیاتھا بالسکینۃ والوقار، رقم الحدیث 632ء

[5] فقہ الحدیث 1:541

[6] فتاویٰ ستاریہ 1:15

[7] اسلامی فقہ، ص104

[8] فتاویٰ ستاریہ 1:84

نماز جنازہ کی دعائیں مقتدی کے لیے بھی ضروری ہیں۔

اہل حدیث علماء جہراً نماز جنازہ کے قائل ہیں[1] لیکن یہ صورت کہ امام ادعیہ میں جہر کرے اور باقی لوگ صرف آمین کہتے رہیں یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔اس حوالے سے فتاویٰ ستاریہ میں یہ فتویٰ دیا گیا ہے:''نماز جنازہ کی دعائیں مقتدی کے لیے بھی ضروری ہیں۔''[2]

گھوڑے کی قربانی کا جواز

علمائے اہل حدیث گھوڑے کی حلت کے قائل ہیں۔[3] بخاری شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے:''نھی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر من لحوم الحمر ورخص فی الخیل یعنی رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔''[4] اس امر کو بنیاد مان کر گھوڑے کی قربانی کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے:''گھوڑا جن کے نزدیک حلال ہے ان کے نزدیک قربانی بھی جائز ہے۔''[5]

بھینس کی قربانی کا جواز

بھینس کی قربانی کے متعلق علمائے اہل حدیث میں اختلاف ہے۔محتاط علمائے اہل حدیث کے مطابق ان جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے جو سنت سے ثابت ہیں۔[6] فتاویٰ ستاریہ میں اس کا یوں جواز بیان کیا گیا ہے:''شرعاً گائے بھینس کا ایک ہی حکم ہے۔بھینس کے لیے علیحدہ کوئی خاص حکم نہیں آیا جیسے ہرن اور بکری کی قربانی جائز ہے۔اسی طرح گائے اور بھینس کی بھی جائز ہے۔حدیث میں بھینس کی قربانی کی کہیں ممانعت نہیں آئی۔''[7]

کیا ایک گائے سات بچوں کی طرف سے عقیقہ میں ہو سکتی ہے؟

اس حوالے سے مفتی ابوالبرکات فتاویٰ برکاتیہ میں لکھتے ہیں:''جس طرح اضحیہ کو احادیث میں نسکیہ کہا ہے۔اسی طرح عقیقہ کو بھی نسیکہ کہا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے لہٰذا سات آدمی ایک گائے کا عقیقہ کر سکتے ہیں۔شوافع کے نزدیک بھی اسی طرح کرنا جائز ہے۔نیز بعض دیگر علماء بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں لیکن اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔''[8]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 167:1

[2] فتاویٰ ستاریہ 92:1

[3] ربانی، مبشر احمد، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ قدوسیہ، 2004ء 220:1

[4] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، رقم الحدیث 4219

[5] فتاویٰ ستاریہ 147:1

[6] فتاویٰ اہل حدیث 90:2

[7] فتاویٰ ستاریہ 15:2

[8] فتاویٰ برکاتیہ، ص 87

فتاویٰ ستاریہ میں بھی اسی رائے کو اختیار کیا گیا ہے: ''ایک گائے شرعاً سات بکریوں کے قائم مقام ہوتی ہے ہذا ایک گائے تین لڑکوں اور ایک لڑکی یا صرف سات لڑکیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔''[1]

کیا دینی مدارس کے لیے زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے؟

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں ایک مصرف ''فی سبیل اللہ'' ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس سے مراد جہاد ہے[2] بعض علماء جن میں ابوبکر جابر الجزائری، نواب صدیق حسن خاں اور امام شوکانی وغیرہ شامل ہیں کی یہ رائے ہے کہ اس سے مراد وہ کام ہیں جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے موجب ہیں۔ اس مد میں وہ تمام شعبے آجاتے ہیں جو مصالح شرعیہ میں اپنا اپنا حصہ اور کردار ادا کرتے ہیں مثلاً مساجد، شفاخانے، مدارس اور یتامیٰ کے لیے پناہ گاہیں وغیرہ[3]

فتاویٰ ستاریہ میں دینی مدارس کو بھی فی سبیل اللہ میں شمار کیا گیا ہے: ''واضح ہو کہ دینی مدارس بھی فی سبیل اللہ کی ایک مد میں شمار ہیں۔''[4]

بلا عذر فوت شدہ نمازوں کی قضائی

اس ضمن میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک ایسے شخص پر قضاء نماز واجب ہے۔[5] امام ابن تیمیہؒ اور ابن حزمؒ کے نزدیک قضاء واجب نہیں ہے۔[6] فتاویٰ ستاریہ میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے: ''قضائے عمری بعض فقہاء حنفیہ وغیرہ کا مسلک ہے جو قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ اور عقل سلیم کے خلاف ہے۔ اس لیے نا قابل قبول ہے۔''[7]

مرغ کی قربانی

مرغ کی قربانی کے متعلق جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ جملہ علمائے اہل حدیث و غیر اہل حدیث کے برعکس ہے۔ ''شرعاً مرغ کی قربانی جائز ہے، کوئی غریب، نادار، مفلس شخص جو بکرا وغیرہ ذبح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اگر اس مسئلہ پر عمل کرے تو اس کو مورد الزام نہ بنانا چاہیے۔''[8]

اگر سر پر وگ ہو تو وگ اتار کر مسح کرنا چاہیے۔

عمامہ اور پگڑی کے اوپر مسح کرنے کا جواز ہے۔ کیا وگ بھی اس حکم میں شامل ہے؟ اس حوالے سے فتاویٰ ستاریہ میں یہ فتویٰ دیا گیا ہے: ''اگر

---

1. فتاویٰ برکاتیہ، ص 87
2. الفقہ الاسلامی وادلتہ 3:1957
3. زکوٰۃ کی کتاب، ص 217
4. فتاویٰ ستاریہ 4:62
5. بدایۃ المجتہد، ص 285
6. فقہ الحدیث 1:520
7. ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 1:53
8. فتاویٰ ستاریہ 1:72

سر پر مصنوعی بالوں کی وگ لگائی ہوئی ہو، اسے اتار کر مسح کرنا چاہیے۔ اس پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔ صرف عمامہ پر مسح کرنا ثابت ہے، وگ کو عمامہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔''[1]

پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔

پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنے کے اکثر علماء اہل حدیث قائل ہیں۔[2] فتاویٰ ستاریہ میں بھی اسی موقف کو اپنایا گیا ہے: ''آپ ﷺ نے درود شریف پڑھنے کے لیے کسی تشہد کو خاص نہیں کیا، لہٰذا دونوں میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ آخری تشہد کے لیے درود شریف کو خاص کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔''[3]

معاملات

نقد کی صورت میں کم اور ادھار میں زیادہ قیمت پر بیچا جا سکتا ھے۔

بعض علمائے اہل حدیث کے نزدیک ایسی صورت میں زیادہ قیمت سود شمار ہوگی[4] جو کہ از روئے حدیث: ''نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين فى بيعة یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔''[5]

فتاویٰ ستاریہ میں اس کا جواز بیان کیا گیا ہے: ''جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو ایک بیع سے دو بیعوں میں منع فرمایا ہے وہ نہی اس وقت ہے جب کہ بیع مہمل و مجمل ہو اور بیع مشتری کے درمیان ایک بات نقد یا ادھار کی مقرر نہ ہو اور اگر ایک بات طے ہو جائے مثلاً بائع نے کہا ہے کہ میں فلاں چیز نقد دو روپے کی اور ادھار چار روپے کی فروخت کرتا ہوں اور مشتری نے وہ چیز چار روپے کی ادھار کی شرط پر لے لی تو کوئی قباحت نہیں۔''[6]

پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت

پگڑی سے مراد وہ ناقابل واپسی رقم ہے جو دکان یا مکان کا مالک کرایہ دار سے ماہانہ کرایہ کے علاوہ یک مشت وصول کرتا ہے۔ اس کے بعد مالک برائے نام مالک رہ جاتا ہے۔ وہ دکان وغیرہ میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ ملکیت نامہ رکھنے کے باوجود نہ دکان خالی کروا سکتا ہے اور نہ دوسرے کو کرائے پر دے سکتا ہے تاوقتیکہ کرایہ دار اس پر آمادہ نہ ہو اور مالک مارکیٹ ریٹ کے مطابق کرایہ دار کو پگڑی ادا نہ کرے۔

---

[1] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ، 1:344

[2] احکام و مسائل 1:199

[3] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 2:80

[4] آپ کے مسائل اور ان کا حل 2:455

[5] جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجآء فی النہی عن بیعتین فی بیعۃ، رقم الحدیث 1231

[6] فتاویٰ ستاریہ 1:77

[7] ذوالفقار علی، حافظ، دور جدید کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور 2008ء، ص 94

بعض علماء نے اسے اجارہ کی شکل قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔[1] فتاویٰ ستاریہ میں بھی اسی رائے کو اختیار کیا گیا ہے: "یہ اجارہ کی ایک قسم ہے۔ بظاہر اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لہٰذا یہ جائز و درست ہے۔"[2]

جدید عصری مسائل

کیمرے اور ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر بھی حرام ہیں۔

دور جدید میں تصویر کشی بہت عام ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ دور جدید کی ایجاد ہے۔ اس لیے اس کا حکم بھی نیا ہوگا: علامہ قرضاوی، شیخ سائس، ڈاکٹر احمد شرباصی، شیخ ابن عثیمین اور شیخ عبدالرحمان عبدالخالق وغیرہ[3] لیکن روایت پسند علماء نے جدید طریقہ سے تصویر کشی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔[4] فتاویٰ ستاریہ میں بھی اسی موقف کو اپنایا گیا ہے: "واضح ہو کہ شرعاً فوٹو گرافی یا تصویر کشی کیمرے اور ہاتھ سے بنائی گئی تصاویر، تصویر سازی کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں اور حکم میں برابر ہیں۔"[5]

حکومت کو ٹیکس لینا روا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ یہ کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ اس کی خاص مدات ہیں جس میں اس کو صرف کیا جا سکتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کی کیا صورت ہو؟ اس ضمن میں فتاویٰ ستاریہ میں یہ رائے دی گئی ہے: "حکومت کو مملکت کے گوناگوں مصارف کی تکمیل کے لیے ٹیکس لینا جائز و درست ہے۔"[6]

پاکستان میں کوئی شخص اضطراری حالت میں اسلامی حدود اور منکرات سے تجاوز کر سکتا ہے؟

بعض لوگ یہ شبہ پیش کر کے کہ غیر اسلامی نظام میں اضطراری طور پر منکرات میں ملوث ہونے کا جواز ہے مثلاً بنک کی ملازمت، میڈیا کے فحاشی کے حامل اداروں کی ادارت وغیرہ تو اس کا رد کیا گیا ہے: "پاکستان وغیرہ اسلامی ممالک میں اضطراری شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ اگر اخبارات و رسائل میں نامحرم خواتین کی نیم عریاں تصاویر کوئی پبلشر جانتے بوجھتے شائع کرتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اور دنیا میں بھی سخت ترین عذاب و مصیبت سے دوچار ہوگا۔"[7]

---

[1] دور جدید کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ص 95

[2] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 52:3

[3] مدنی، حافظ حسن، ماہنامہ "محدث" لاہور، جون 2008ء، ص 17

[4] ایضاً ص 17

[5] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 199:1

[6] ایضاً 9:3

[7] ایضاً 204:1

فتاویٰ ستاریہ۔۔۔منہج واسلوب

فتاویٰ ستاریہ میں زیادہ تر دلائل قرآن وسنت سے پیش کیے گئے ۔حسب ضرورت اسلاف اور مسالک اربعہ کی کتب فقہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔مذہب اہل سنت کی پیروی کی گئی ہے۔ادلہ اربعہ میں سے اصل قیاس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قیاس

شے مرہونہ سے بشرط نفقہ نفع اٹھانے کو جائز قرار دے کر زمین مرہونہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے: ''شے مرہونہ سے بشرط نفقہ نفع اٹھانا جائز ہے۔زمیں مرہونہ سے بھی بصورت عدم استعمال بخوف خراب ہوجانے کے اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: الظهر یر کب بنفقته و لبن الدر بنفقتة اذا کان مرھونا' سے معلوم ہوتا ہے۔''[1]

فقہائے مسالک اربعہ ودیگر فقہاء سے استفادہ

فتاویٰ ستاریہ میں فقہائے مسالک اربعہ ودیگر فقہاء سے استفادہ کیا گیا ہے۔

رکوع کے بعد ارسال الیدین

رکوع کے بعد ارسال الیدین کے اثبات میں فقہاء کے اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔''کبیری شرح منیة المصلی میں ہے کہ رکوع سے اٹھ کر قومہ میں ہاتھ چھوڑنے پر ہمارے کل ائمہ کا اتفاق ہے اور بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے کہ شرح کی کتاب الصلوٰہ میں شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ وغیرہ ائمہ کا قول یہی ہے کہ رکوع اور سجدہ کے مابین قومہ میں نمازی ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو۔''[2]

آٹھ تراویح اور علمائے احناف

آٹھ تراویح کے اثبات میں علماء وفقہاء احناف کا حوالہ دیا گیا ہے: ''حنفیہ کے استاد مولانا انور شاہ صاحب[3] العرف الشذی میں لکھتے ہیں، کسی روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت علیہ السلام تہجد اور تراویح کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے بلکہ صرف تراویح کو لمبا کرتے تھے۔۔۔علامہ ابن الہمام[4] فتح القدیر میں اسی حدیث کو باب التراویح میں معرض استدلال میں لائے ہیں اور تراویح کی بیس رکعات والی روایت والی کو

---

[1] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 1:81

[2] فتاویٰ ستاریہ 2:7

[3] انور شاہ محدث کشمیری، انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ (1292ھ-1352ھ) معروف محدث اور فقیہ ہیں۔آپ کے اساتذہ میں مولانا محمود حسن، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مولانا محمد اسحاق امرتسری اور مولانا غلام رسول ہزاروی شامل ہیں۔آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ شامل ہیں۔اہم کتب میں فیض الباری، العرف الشذی اور انوار المحمود شامل ہیں۔(عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1996ء، ص370-398)

[4] علامہ ابن الہمام محمد بن عبدالواحد (م:861ھ) حنفی المسلک تھے۔آپ کی اہم تصانیف میں فتح القدیر شرح ہدایہ، التحریر فی اصول الشافعی والحنفیہ شامل ہیں۔(المنجد فی الاعلام، ص729)

مخالف قرار دے کر رد کیا ہے۔''[1]

دفن کے بعد قبر پر اذان اور اقوال فقہاء

دفن کے بعد قبر پر اذان کا رد کرتے ہوئے فقہاء سے استدلال کیا گیا ہے: ''فقہاء لکھتے ہیں کہ قبر کے نزدیک امر معہود سنت سے نہ ہو وہ مکروہ ہے' ویکر ہ عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود ههنا لیس الا زیارة والدعاء عنده قائماً کذا فی الفتح القدیر والبحر والنهر والعالمگیریة ''[2]

مقتدی کوچاہیے کہ وہ بھی رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔

اس ضمن میں امام محمد بن اسماعیل صنعانی کی رائے سبل السلام سے نقل کی گئی ہے: ''وظاهر قوله ثم یقول (سمع الله لمن حمده) انه یشرع ذلک لکل مصل من امام و ماموم اذ هو حکایة لمطلقِ صلوته صلعم'' [3]

دینی تعلیم پر اجرت اور اقوال و آراءِ فقہاء

دینی تعلیم پر اجرت لینے کو حلال قرار دیتے ہوئے فقہاء کے اقوال وآراء سے استفادہ کیا گیا ہے: ''بلوغ المرام میں حدیث ہے۔۔۔(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تحقیق بہت ہی لائق چیز جس پر تم مزدوری حاصل کرو اللہ کی کتاب ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے۔۔۔امام نوویؒ[4] کہتے ہیں: اس حدیث میں صاف صراحت ہے کہ فاتحہ اور ذکر الٰہی سے دم جھاڑا کر کے اجرت لینا جائز ہے اور حلال ہے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں اور اس طرح تعلیم القرآن پر اجرت لینا حلال ہے۔ یہی مذہب ائمہ دین شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ اور دیگر علماء سلف کا ہے۔''[5]

جمعہ کی ایک اذان سنت ہے۔

جمعہ کی ایک اذان سنت ہے' کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں (ترجمہ) جب جمعہ کے دن نبی منبر پر تشریف فرما ہو جاتے تو حضرت بلالؓ اذان دیتے اور جب آپؐ خطبہ جمعہ سے فارغ ہوتے تو وہ اقامت (تکبیر) کہتے تھے اور پہلی اذان بدعت ہے۔ امام شافعیؒ اپنی کتاب 'الام' میں لکھتے ہیں''واجب ان یکون الاذان یوم الجمعة حین ید خل الامام المسجدو یجلس علی المنبر

---

[1] فتاویٰ ستاریہ 158:2

[2] ایضاً 49:1

[3] ایضاً 54:3

[4] امام نووی، یحییٰ بن شرف (631ھ-676ھ) آپ محدث، فقیہ اور شافعی المسلک ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں اسحاق بن احمد، ابو اسحاق ابراہیم بن عمر الواسطی، عبدالرحمٰن بن اسماعیل شامل ہیں۔ آپ کی کتب میں ''الاربعون النویة''، ''تھذیب الاسماء واللغات'' اور ''ریاض الصالحین'' شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام، ص 719، الاعلام للزرکلی 149:8)

[5] فتاویٰ ستاریہ 3:74-75

فاذا فعل اخذالمؤذن فی الاذان ،فاذا فرغ قام فخطب لا یزید علیه "۔پھرانہوں نے دلیل کےطور پر سابقہ حدیث ذکر کی ہے۔امام الماوردی[1] فرماتے ہیں:"فاما الاذان الاول فمحدث فعله عثمان لیتأهب الناس لحضور الخطبة عند اتساع المدینه و کثرة اهلها (تفسیر قرطبی)"[2]

---

[1] ابوالحسن علی (991-1031ء) شافعی فقیہہ ہیں۔کثیر التصانیف ہیں جن میں "الاحکام السلطانیہ" اور "ادب الدنیا والدین" شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام،ص474)

[2] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 22:2

مبحث نہم :اسلامی فتاویٰ ازمولانا عبدالسلام بستوی (1327ھ/1909ء---1394ھ/1974ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، دوسوچھہتر (276) صفحات اور بیالیس (42) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔مولانا عبدالسلام بستوی نے بذات خود یہ فتاویٰ کومرتب کر کے کتب خانہ مسعودیہ اردو بازار، دہلی سے 1389ھ/1969ء میں شائع کرایا۔[۱]

شخصی تعارف:

مولانا عبدالسلام بستوی بن یادعلی (1327ھ/1909ء) میں ضلع بستی (انڈیا) کے ایک قصبہ ''بشن'' میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم ''مدرسہ مفتاح العلوم'' بھٹ پورہ اور ''مدرسہ حمیدیہ'' دہلی سے حاصل کی۔اس کے بعد ''مدرسہ مظاہر العلوم'' سہارن پور میں داخل ہوگئے اور پانچ سال اس مدرسہ میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔[۲]

بعدازاں ''دارالحدیث رحمانیہ دہلی'' میں شیخ الحدیث مولانا احمداللہ محدث پرتاب گڑھی سے صحاح ستہ اور علوم عقلیہ وعربی ادب میں استفادہ کیا۔اس کے بعد آپ نے لکھنو میں طب کی مکمل تعلیم حاصل کی۔طب کی تعلیم کی تکمیل کے بعد دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔[۳]

تعلیم سے فراغت کے بعد 1930ء میں ''مدرسہ علی جان دہلی'' میں حدیث کی تدریس پر مامور ہوئے اور 1947ء تک اسی مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔[۴]

تقسیم ہند کے بعد آپ نے ''مدرسہ ریاض العلوم دہلی'' میں درس وتدریس شروع کی اور وفات (1394ھ/1974ء) تک یہیں تدریس فرماتے رہے۔[۵]

مولانا عبدالسلام بستوی مصنف ومولف بھی تھے۔آپ کی اہم تصانیف میں اسلامی عقائد، اسلامی تعلیم، اسلامی خطبات اور انوار المصابیح ،ترجمہ شرح مشکوٰۃ المصابیح شامل ہیں۔[۶]

اہم خصوصیات:

۱۔اس مجموعہ کے شروع میں فتویٰ اور مفتی کے آداب وشرائط پر مفصل مقدمہ ہے جوکہ سوصفحات پر مشتمل ہے۔

۲۔مجموعہ فتاویٰ دوابواب: کتاب الایمان والعقائد اور کتاب الاعتصام بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ پر مشتمل ہے۔

۱۔چالیس علمائے اہل حدیث،ص339

۲۔ایضاً ص340

۳۔ایضاً

۴۔ایضاً

۵۔ایضاً ص341

۶۔ایضاً ص343

۳۔ باب اول ستائیس (27) اور باب دوم پندرہ (15) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

۴۔ اس مجموعہ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فتاویٰ شامل ہیں۔

۵۔ بعض فتاویٰ مفصل انداز میں لکھے گئے ہیں مثلاً

منکرین حدیث کا رد[۱]

کتابت حدیث وتدوین حدیث[۲]

اہل حدیث مسلک کی تاریخ اور اعتراضات کا رد[۳]

اسلامی فتاویٰ ۔۔۔ اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

''اسلامی فتاویٰ'' میں صرف اصول دین وعقائد کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔ اصول دین وعقائد کے ضمن میں مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی کی گئی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عرش پر مستویٰ ہے۔

''اللہ تعالیٰ کا ایک عرش ہے جس پر وہ بلا کیف مستویٰ ہے۔''[۴]

اللہ کی صفات بلا کیف و بلا تمثیل وبلا تشبیہ کے ہیں۔

''۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ صفات خدا تعالیٰ کے لیے بلا کیف و بلا تمثیل و بلا تشبیہ کے حاصل ہیں۔ ان کا لفظی ترجمہ تو معلوم ہے لیکن حقیقت خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔''[۵] ''ہم اہل سنت والجماعت (اہل حدیث) کہتے ہیں کہ جو صفات قرآن وحدیث میں آئی ہیں ان کے لفظی معنی معلوم ہیں لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں اور ان کو مخلوق کی صفتوں کے مشابہ نہیں کہتے، نہ ہم ان صفتوں کا انکار کرتے ہیں نہ تاویل، ہاں ان سب پر ایمان ویقین کر کے حقیقت وکیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔''[۶]

رویت باری تعالیٰ برحق ہے۔

''ہاں قیامت کے روز موحد مسلمان ان شاء اللہ ضرور دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے۔ قرآن مجید وحدیث شریف سے قیامت کے دن

---

[۱] چالیس علمائے اہل حدیث، ص 162-186

[۲] ایضاً ص 186-198

[۳] ایضاً ص 260-273

[۴] بستوی، عبدالسلام، مولانا، اسلامی فتاویٰ، کتب خانہ مسعودیہ، دہلی، 1969، ص 107

[۵] ایضاً ص 109

[۶] ایضاً ص 113

رویت باری تعالیٰ ثابت ہے۔''[1]

ایمان کا معنی و مفہوم

''ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور اور شرعی محاورہ میں تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور اعمال ارکانی کا نام ایمان ہے۔''[2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں ہے اور بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ جس کا عقیدہ ایسا ہے کہ یوسف نجار کے بیٹے تھے، غلط ہے۔ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔''[3]

خبر واحد بھی حجت ہے۔

''خبر واحد جس طرح نقلی حیثیت سے قابل حجت ہے، اسی طرح عقلی اعتبار سے حجت کے لائق ہے کیونکہ خبر واحد متوتر سے علم قطعی اور یقینی حاصل ہوتا ہے اور خبر واحد سے علم ظنی یعنی ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔''[4]

اسلامی فتاویٰ۔۔۔منہج واسلوب

مولانا عبد السلام بستوی، منہج واسلوب میں علمائے اہل حدیث کے ہم نوا ہیں۔ اپنے منہج واسلوب کی وہ خود ہی یوں وضاحت کرتے ہیں: بحمد اللہ موحد متبع سنت سلفی عقیدے کا ہوں، کسی خاص امام کا مقلد جامد نہیں ہوں۔ اسی لیے جوابات میں کتاب وسنت ہی کی پیروی کی ہے اور ان کی روشنی میں مدلل جوابات دینے کی کوشش کی ہے۔ فقہ کی کتابوں کا حوالہ بہت کم دیا ہے' ورنہ دلیل میں قرآن کی کوئی آیت اور حدیث شریف کی کتابوں سے صحاح ستہ وشروح صحاح ستہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ البتہ جو جواب مجھے ان اصولوں میں نہیں ملا وہ کسی امام کے قول کے مطابق جواب لکھا ہے جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہے۔''[5]

اجماع کے اصل کا استعمال

اثبات عقائد کے ضمن میں قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ اجماع کے اصل کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ رد المحتار میں سے ابن عابدین[6] کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''۔۔۔اکثر عام لوگ جو مردوں کی نذر نیاز کرتے ہیں چاہے نقدی ہو یا کوئی اور چیز، یہ نذر و نیاز سب علماء کے نزدیک

---

[1] اسلامی فتاویٰ، ص118

[2] ایضاً ص129

[3] ایضاً ص136

[4] ایضاً ص184

[5] ایضاً ص101

[6] محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین (1198ھ/1252ھ) معروف حنفی فقیہہ ہیں۔ آپ کی اہم کتب میں رد المحتار علی الدر المختار، العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ونسمات الاسحار علی شرح المنار شامل ہیں۔ (الاعلام للزرکلی 42:6)

بالاجماع حرام اور باطل ہے۔"[1]

فقہاء کے اقوال سے استدلال

صحابہؓ پر سب وشتم ایسے مکروہ عمل کو رد کرنے کے لیے فقہاء کے اقوال سے استفادہ و استدلال کیا گیا ہے۔ شرح مسلم کے حوالے سے لکھا گیا ہے:"اعلم ان سب الصحابه حرام و من اکبر الفوحش ومذهبنا و مذهب الجمهور انه یعزر و قال بعض المالکیة یقتل و قال القاضی عیاض سب احد هم من الکبائر فقد صرح بعض علمائنابانه یقتل من سب الشیخین"[2]

---

[1] اسلامی فتاویٰ، ص 211

[2] ایضاً ص 161

مبحث دہم: فتاویٰ رفیقیہ از مولانا محمد رفیق خان پسروری (1340ھ/1922ء ---- 1379ھ/1977ء)

یہ مجموعہ فتاویٰ تین حصوں، تین صد اناسی (379) صفحات اور چھیاسٹھ (66) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مکتبہ اہل حدیث پسرور سیالکوٹ سے شائع ہوا۔

شخصی تعارف:

مولانا محمد رفیق خان پسروری ضلع کرنال (انڈیا) کے قصبہ بابڑی میں 10 اپریل 1922ء کو پیدا ہوئے۔[1] والد چوہدری نتھے خان مسلکاً اہل حدیث تھے۔ ابتدائی تعلیم بابڑی میں خلیفہ جی ابراہیم سے حاصل کی۔ انہی کے مشورے سے دہلی کے مدرسہ دار الکتاب والسنہ میں داخلہ لیا جو بانی جماعت غرباء اہل حدیث مولانا عبدالوہاب دہلوی کا جاری کردہ تھا۔ وہاں انہوں نے حافظ عبدالستار، مولانا عبدالوہاب، مولانا محمد جوناگڑھی، مولانا عبدالجلیل، مولانا عنایت اللہ اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے استفادہ کیا۔[2]

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا محمد رفیق خان نے موضع جنڈیالہ گورو (ضلع امرتسر) کی جماعت اہل حدیث کی فرمائش پر وہاں خطبہ جمعہ دینا شروع کیا اور ارد گرد دیہات میں تبلیغی کاوشیں کیں۔[3]

تقسیم ہند کے بعد ضلع سیالکوٹ کے قصبہ پسرور میں رہائش اختیار کر لی۔ یہاں مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی اور مدرسہ قائم کیا اور مکتبہ اہل حدیث کے نام سے کتب خانہ کا انتظام سنبھالا۔[4] مولانا محمد رفیق خان اپنی وفات (23 فروری 1977ء) تک پسرور اور اس کے گرد و نواح میں مسلک اہل حدیث کے پرچارک رہے۔[5]

آپ کی اہم تصانیف میں اربعین قرآنی، اصلاح عقائد، حمایت توحید اور فتاویٰ رفیقیہ شامل ہیں۔[6]

اہم خصوصیات:

چونکہ حصہ اول مقالہ نگار کو دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس لیے حصہ دوم، سوم اور چہارم کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ حصہ دوم، چہارم میں پانچ پانچ اور حصہ سوم میں چھپن فتاویٰ ہیں۔

۲۔ اکثر فتاویٰ کا تعلق عقائد اور فروعی مسائل سے ہے۔

۳۔ فتاویٰ کا انداز مناظرانہ ہے۔

۱۔ کاروان سلف، ص 192

۲۔ ایضاً، ص 193

۳۔ ایضاً، ص 195

۴۔ ایضاً، ص 196

۵۔ ایضاً، ص 197

۶۔ ایضاً، ص [illegible]

۴۔ اکثر فتاویٰ محقق اور مفصل ہیں۔

۵۔ حصہ چہارم ایک ہی مسئلے، فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف اہل حدیث علماء کے فتاویٰ نقل کیے گئے ہیں جن میں مولانا محمد علی جانباز، حافظ محمد گوندلوی، مولانا عبدالقادر حصاری، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، قاری عبدالحکم کرم الجلیلی اور مولانا ابوعبدالرحمان عبداللہ زیروی شامل ہیں۔

۶۔ حصہ چہارم کے آغاز میں مولانا محمد رفیق خان کے قلم سے اجتماعی دعا کے متعلق مفصل مقالہ ہے۔[1]

فتاویٰ رفیقیہ۔۔۔اہم مسائل کا تحقیقی جائزہ

عقائد کا بیان

فتاویٰ رفیقیہ میں دیگر کتب فتاویٰ اہل حدیث کی طرح عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے اور بدعات کا رد کیا گیا ہے مثلاً

فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

''اصل اصول وہی ٹھہرا کہ انسان کسی فعل کی ابتداء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی اصول کے تحت صحابہؓ نے زور و شمشیر سے تلوار چلائی۔ خدا نے قتل کر ڈالے۔ رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کر کنکر کافروں کی طرف پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر ایک کی آنکھ میں ڈال دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ تم میرے سامنے عاجز و ناچار، ہو۔ میری امداد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔''[2]

نیک اعمال ہی عامل کے لیے اصل وسیلہ ہیں۔

''۔۔۔نتیجہ یہ کہ جس چیز کا وسیلہ جس طرح سارے نبی، اولیاء اللہ، بزرگان و فرشتگان پکڑتے رہے ہیں، اسی چیز کو اسی طرح ہمیں پکڑنا چاہیے اور وہ ہیں (اعمال حسنہ) نیک اعمال!۔۔۔پس صاف عیاں ہے کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے نیک اعمال کی ہی ضرورت ہے۔ نیک اعمال ہی عامل کے لیے اصل وسیلہ ہیں۔''[3]

عبادات و معاملات

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا

فرض نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کی اجتماعی دعا نبیؐ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ائمہ نے اسے بدعت قرار دیا ہے مثلاً امام ابن تیمیہ، ابن قیم، امام مالکؒ وغیرہ۔[4]

فتاویٰ رفیقیہ میں اجتماعی دعا' اگر التزام کے ساتھ کی جائے تو بدعت قرار دیا گیا ہے اور اس حوالے سے مختلف علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ

۱۔ پسروری، محمد رفیق، فتاویٰ رفیقیہ، مکتبہ اہل حدیث، پسرور، س ن 4:4-60

۲۔ ایضاً 2:30-31

۳۔ ایضاً 2:50

۴۔ فقہ الحدیث 1:427

نقل کیے گئے ہیں۔[1] مولانا محمد رفیق لکھتے ہیں: ''ہر فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہ فرض ہے اور نہ واجب ۔ ہمہ یہ فعل التزام کے ساتھ ضروری سمجھ کر کیا جائے جیسا کہ ہمارے احناف دوستوں کے ہاں مروج ہے تو بدعت ہے۔ التزام کے بغیر صرف ... کی حد تک درست ہے۔''[2]

بوقت نکاح مہر از حد ضروری ہے۔

اس حوالے سے ابن رشد[3] کہتے ہیں کہ ''مہر صحت نکاح کی شرط ہے اور اس کے ترک پر باہمی اتفاق کرنا جائز نہیں ہے۔''[4]

مولانا محمد رفیق اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''بوقت نکاح مہر از حد ضروری ہے خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو۔ اس کی غربت کے پیش نظر کم از کم مقرر کیا جا سکتا ہے۔۔۔ مجھے ایسی کوئی حدیث معلوم نہیں جس میں بغیر مہر مقرر کیے نکاح درست ہونے کا بیان ہو اور نکاح اسی طرح قائم ہو۔''[5]

نکاح کے لیے عورت ولی نہیں بن سکتی۔

ابن رشد لکھتے ہیں: ''ولایت نکاح کو واجب یا سلب کرنے والی صفات کے سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ ولایت کی صحت کے لیے تین شرطیں ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا

۲۔ بالغ ہونا اور

۳۔ مذکر ہونا''[6]

فتاویٰ رفیقیہ میں اسی کے مطابق فتویٰ دیا گیا ہے: ''عورت ولی نہیں بن سکتی۔ ولی صرف مرد بن سکتا ہے، خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیہ ہے: ''فالسلطان ولی من لا ولی له یعنی بادشاہ ولی ہے اس کا جس کا کوئی ولی نہیں (ترمذی، ابوداؤد)''[7]

طلاق غضب واقع نہیں ہوتی ہے۔

طلاق غضب وغصہ کے حوالے سے مولانا منہاج الدین مینائی لکھتے ہیں: ''ایسا غصہ جس میں عقل و ہوش باقی رہے اور زبان سے کہے ...

---

[1] فتاویٰ رفیقیہ 4:64-180

[2] ایضاً 4:39

[3] ابن رشد، قاضی ابوالولید محمد بن احمد قرطبی (م: 1198ء) فلسفی اور فقیہہ تھے۔ (المنجد فی اعلام، ص 10)

[4] بدایۃ المجتہد، ص 649

[5] فتاویٰ رفیقیہ 2:52

[6] بدایۃ المجتہد، ص 643

[7] فتاویٰ رفیقیہ 3:45

اپنے قول کو جانتا ہو، اگر بیوی کو طلاق دے دے تو بالاتفاق واقع ہو جائے گی، البتہ غصہ کی حالت جو عقل کو بے جان رکھے اور سے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے علاوہ تمام ائمہ کے نزدیک وہ مجنون کے حکم میں آئے گا اور اس کی دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی لیکن اگر وہ جو کچھ کہتا ہے اسے سمجھتا بھی ہے تو جمہور علماء کا خیال ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔"[1] مولانا رفیق پسروری اس کے بارے میں لکھتے ہیں: "واضح ہو کہ سائل کا سوال اگر درست ہے تو بوجہ جھگڑا فساد بحالت غصہ طلاق واقع نہیں ہوتی کہ غیظ وغضب کی حالت میں انسان دیوانہ ہوتا ہے اور دیوانے کا کوئی فعل ازروئے شرع قابل قبول نہیں۔"[2]

فتاویٰ رفیقیہ۔۔۔ منہج واسلوب

فتاویٰ رفیقیہ میں دلائل کا اصل مدار کتاب وسنت پر ہے۔ حسب ضرورت فقہاء کے اقوال سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قرآن مجید سے استدلال

فتاویٰ رفیقیہ میں اثبات مسائل کے لیے قرآن مجید سے بھرپور استدلال کیا گیا ہے مثلاً توسل اور وسیلہ کے متعلق فتویٰ لکھتے ہوئے مفتی مولانا محمد رفیق نے قرآن سے استدلال کیا ہے اور دس آیات کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔[3]

تسخیر چاند(کیا انسان چاند پر جا سکتا ہے؟)

اس کے متعلق اثبات میں فتویٰ دیتے ہوئے ان پانچ آیات کو بطور استدلال درج کیا ہے جن میں "تسخیر شمس وقمر" کا ذکر ہے۔[4]

حدیث نبوی ﷺ سے استدلال

فتاویٰ رفیقیہ میں فتاویٰ دیتے ہوئے اثبات مسائل کے لیے احادیث نبویؐ سے بھرپور استدلال کیا گیا ہے مثلاً بوقت نکاح مہر کو ضروری قرار دیتے ہوئے چار احادیث کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہے۔[5]

اجماع سلف سے استدلال

فتاویٰ میں اثبات مسائل کے لیے اجماع سلف کو بطور دلیل لایا گیا ہے مثلاً فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو رد کرتے ہوئے یوں اجماع سلف سے استدلال کیا گیا ہے:

"آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ وتابعین عظام اور ائمہ سلف ہیں جن کی معرفت ہمیں دین پہنچا ہے۔ نماز فرض کے بعد اجتماعی صورت پر امام و مقتدی کا یکساں ہاتھ اٹھا کر مروجہ طریق پر دعا مانگنے کا ثبوت ان سے بھی نہیں ملتا۔

---

۱ اسلامی فقہ،ص366

۲ فتاویٰ رفیقیہ 3:54-55

۳ ایضاً 2:49-55

۴ ایضاً 2:109-111

۵ ایضاً 2:52

چنانچہ علامہ شاطبیؒ[1] ''الاعتصام'' میں ائمہ سلف کے متعلق لکھتے ہیں: ''۔۔۔(ترجمہ) یعنی سلف میں جو ائمہ مساجد تھے وہ سلام پھیر کر اسی گھڑی کھڑے ہو جاتے تھے۔''[2]

فقہاء احناف سے استدلال

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو رد کرتے ہوئے فقہاء احناف کے اقوال و آراء سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسی دعا کو التزام کے ساتھ ضروری سمجھنے والے چونکہ احناف دوست ہیں، اس لیے ہم انہی کے محقق علماء سے اس کے غیر ضروری ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔''[3]

اس کے بعد فیض الباری سے مولانا انور شاہ کشمیری، فتاویٰ عالمگیری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے علامہ بدرالدین عینیؒ[4] اور سفر السعادۃ سے استدلال کیا گیا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا نبیؐ سے ثابت نہیں مثلاً علامہ بدرالدین عینی کی یہ روایت نقل کی گئی ہے: ''(ترجمہ) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس نماز کے بعد سنت وغیرہ پڑھی جاتی ہیں، ایسی نماز کے بعد دعا و اذکار کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور اگر ایسی نماز ہو جس کے سنت و نوافل وغیرہ نہیں ہوتے جیسے عصر اور صبح کی نماز ہے تو ایسی نماز کے بعد اختیار ہے چاہے بیٹھ کر دعا، ذکر، اذکار وغیرہ میں مشغول رہے یا اٹھ کر چلا جائے۔''[5]

---

[1] علامہ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ (م:790ھ) آپ مالکی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ فقیہہ اور مفسر تھے۔ تصنیفات میں ''عنوان التعریف''، ''الاعتصام''، ''الموافقات'' وغیرہ شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام، ص9)

[2] فتاویٰ رفیقیہ 57:4

[3] ایضاً

[4] عینی، علامہ بدرالدین، محمود بن احمد (م:855ھ) آپ مشہور حنفی فقیہہ، محدث اور مصنف تھے۔ بخاری شریف کی شرح ''عمدۃ القاری''، ہدایہ کی شرح ''بنایہ'' اور کنز الدقائق کی شرح ''رمز الحقائق'' لکھی۔ (المنجد فی الاعلام، ص499)

[5] فتاویٰ رفیقیہ 4:35-41

مبحث یازدہم: فتاویٰ برکاتیہ از ابوالبرکات احمد بن محمد اسماعیل

(1345ھ/1926ء---1412ھ/1991ء)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، تین صد اڑسٹھ (368) صفحات اور پانچ صد اٹھاون (558) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مولانا محمد یحییٰ طاہر اس کے مرتب اور ناشر ہیں۔ 1988ء میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے شائع ہوا۔[1]

شخصی تعارف:

ابوالبرکات احمد بن اسماعیل کی پیدائش ہندوستان کے صوبہ مدراس کے مشہور قصبہ چمناڈ میں 1345ھ/1926ء میں ہوئی[2] ابتدائی تعلیم علامہ محمد کا تنگاڈی کے مدرسہ سے حاصل کی۔ مسلکی اعتبار سے کا تنگاڈی شافعی تھے۔ ان کے بعد علامہ محمد جادی ایری سے استفادہ کیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے ''مدرسہ عالیہ عربک کالج'' مدراس سے سند فراغت حاصل کی۔[2]

تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے گوجرانوالا آ گئے اور یہاں بھی مختلف علماء سے استفادہ کیا۔ ابوالبرکات کے اساتذہ میں شوافع، احناف اور اہل حدیث مسالک کے اکابر علماء شامل ہیں جن میں نمایاں علامہ محمد ابوالصلاح، علامہ محمد جادی ایری، علامہ محمد کا تنگاڈی، علامہ مہر محمد، علامہ محمد عباس، شیخ الحدیث مولانا عبدالستار بن عبدالوہاب دہلوی اور مولانا حافظ محمد گوندلوی ہیں۔[3] تکمیل تعلیم کے بعد ''جامعہ اسلامیہ اہل حدیث'' گوجرانوالا سے وابستہ ہو گئے اور اس مدرسہ میں تاحیات درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ سے بہت سے طلباء نے استفادہ کیا جن میں نمایاں یہ ہیں: علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا محمود احمد میر پوری، مولانا بشیر احمد نعمانی، قاری نعیم الحق نعیم وغیرہ[4] آپ کی وفات 16 محرم 1412ھ/29 جولائی 1991ء کو گوجرانوالا میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔[5]

اہم خصوصیات:

۱۔ یہ مجموعہ آٹھ ابواب: نماز اور اس کے متعلقہ مسائل، زکوٰۃ اور وراثت، عقائد، نکاح اور طلاق، قربانی وعقیقہ، تعویذ اور ڈاڑھی، آداب اور متفرق مسائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ سب سے طویل باب نماز اور اس کے متعلقہ مسائل کے متعلق ہے جو کیانوے صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ فتاویٰ مختصر اور آسان زبان میں ہیں۔

۴۔ دلائل بہت کم ذکر کیے گئے ہیں۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''میں فتویٰ مختصر لکھا کرتا ہوں کیونکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ

۱۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص 2

۲۔ دبستان حدیث، ص 358

۳۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص 5

۴۔ دبستان حدیث، ص 391

۵۔ ایضاً ص 393

البالغہ میں لکھا ہے کہ مقالہ تو طویل ہوتا ہے۔جس میں دلائل کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے لیکن فتویٰ مختصر لکھا جاتا ہے اور دیس کی طرف توجہ نہیں دیتے، کیونکہ دلیل مفتی کے پاس محفوظ ہوتی ہے۔ مجھے ان کی بات پسند آئی، اس لیے میں فتویٰ مختصر لکھا کرتا ہوں۔[1]

۵۔قرآن مجید، صحاح ستہ، جلالین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر جامع البیان، الفتاویٰ، الکبریٰ لا مام ابن تیمیہ، حجۃ اللہ البالغہ، عون المعبود، ہدایہ، لسان المیزان اور راہ سنت کے حوالے ذکر کیے گئے ہیں لیکن حوالے نامکمل ہیں۔صرف کتاب کا نام لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۶۔اکثر فتاویٰ پر حافظ محمد گوندلوی کے تصدیقی دستخط ہیں۔

فتاویٰ برکاتیہ۔۔۔اہم مسائل کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

عقائد کی بابت فتاویٰ برکاتیہ میں واضح اور ٹھوس موقف اپنایا گیا ہے۔عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے اور بدعات کا رد کیا گیا ہے۔

توحید کا بیان

اس بابت ایک فتویٰ یوں ہے: ''جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی، ولی، عالم ما کان وما یکون ہیں اور ہر چیز پر قادر ہیں۔اگر ایسے عقیدے کا شخص دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنی جائز ہے کہ نہیں؟ کیا ایسے آدمی کو مشرک کہا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب: ایسا عقیدہ رکھنے والا انسان کافر ہے۔اس نے غیر اللہ کو اللہ کے اوصاف دیے ہیں۔''[2]

نبی اکرم ﷺ کا معراج جسمانی تھا۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا معراج جسمانی تھا۔[3] اس کی تائید یوں کی گئی ہے: ''قرآن وحدیث سے ظاہر ہے کہ آپ کا معراج جسمانی ہوا ہے۔''[4]

صحابہ کرامؓ کا قول وفعل ہمارے لیے دلیل شرعی ہے۔

اہل سنت فقہاء کے نزدیک جب قرآن، سنت اور اجماع میں شرعی حکم نہ ملے اور نہ ہی اسی مسئلہ میں کوئی معتبر دلیل میسر آئے تو اس حالت میں قول صحابیؓ پر عمل کرنا افضل ہے۔[5]

اس امر کو فتاویٰ میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے فی سبیل المومنین کی اتباع کو اہمیت دی ہے۔اس کی مخالفت کو جہنم رسید ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا جمہور صحابہؓ کا عمل وطریقہ ہمارے لیے سنت ہے۔۔۔اگر قرآن وحدیث میں مسئلہ نہیں اور صحابہؓ کے اقوال موجود

۱۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص263

۲۔ ایضاً، ص144

۳۔ عقیدہ طحاویہ، ص5

۴۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص166

۵۔ جامع الاصول، ص409

ہیں تو ایسی صورت میں اقوال صحابہؓ قیاس پر مقدم ہوں گے۔''۱

حجیت حدیث و سنت

اہل سنت کے ہاں حجیت حدیث و سنت معتبر و ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اس حوالے سے مفتی ابوالبرکات لکھتے ہیں: ''کسی امام نے حدیث کے خلاف اجتہاد نہیں کیا۔۔۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس پر عمل کرنے سے ضعیف حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے۔''۲

عبادات

جرابوں پر مسح کی شرعی حیثیت

برصغیر کے اہل حدیث علماء کی اکثریت جرابوں پر مسح کے جواز کی قائل ہے۔۳ اس ضمن میں مفتی ابوالبرکات لکھتے ہیں: ''موزوں پر مسح کرنے والی بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ علماء نے جرابوں پر مسح کرنے کو موزوں پر مسح کے ساتھ قیاس کیا ہے اور قیاس صحیح ہے۔۔۔ اقرب الی الصواب یہی ہے کہ موٹی جرابوں پر مسح کیا جائے۔ اس میں احتیاط ہے۔''۴

جو نمازی لا علمی کی وجہ سے نجاست لگے کپڑوں میں نماز پڑھ لے ؟

علماء کے نزدیک ایسے شخص کو چاہیے کہ نجاست کا علم ہونے پر اسے دھو لے۔ اس پر نماز دہرانا ضروری نہیں ہے۔ دلیل اس امر کی یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھ رہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو خبر دی کہ جوتوں پر گندگی لگی ہے تو آپ نے جوتے اتار دیے اور نماز نہیں دہرائی۔۵ اس پر قیاس کرتے ہوئے مفتی ابوالبرکات یوں رائے دیتے ہیں: ''اگر بھول کر پلید کپڑوں میں نماز پڑھ لی ہے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔''۶

اسبال ازار سے وضو ٹوٹنا

مفتی عبدالستار حماد کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ کسی بھی محدث و فقیہہ نے کتب حدیث و فقہ کے تراجم و ابواب میں اسے نواقض وضو میں شمار نہیں کیا ہے۔۷ مفتی ابوالبرکات یوں رائے دیتے ہیں: ''سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آدمی نے آکر نماز پڑھی۔ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ وضو کرایا تھا اور نماز بھی پڑھائی تھی۔ ظاہر یہی ہے کہ نماز بھی باطل اور وضو بھی، لیکن اس کو کئی

---

۱ فتاویٰ برکاتیہ، ص 108

۲ ایضاً، ص 306

۳ فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:67، احکام و مسائل 1:87

۴ ایضاً، ص 18

۵ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی النعل، رقم الحدیث 650

۶ فتاویٰ برکاتیہ، ص 85

۷ فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:111

فقیہ نے ناقص وضوقرار نہیں دیا۔اگر لاعلمی سے اتفاقاً تہ بند نیچے ہوا ہوتو خطرہ نہیں ہے۔اگر جان بوجھ کر کیا ہوتو خطرہ ہے۔احتیاط بہتر ہے کہ دوبارہ وضو کرلیں۔''[1]

معاملات

مزارعت کی صورت میں زمین کا کرایہ لینا جائز ہے۔

اہل حدیث علماء مزارعت کے قائل ہیں۔اس حوالے سے مفتی ابوالبرکات رقم طراز ہیں:''مزارعت کی صورت میں زمین کا کرایہ لینا جائز ہے۔حدیث میں یونہی مذکور ہے وہ نہی تنزیہی ہے۔یعنی اگر زمین فالتو ہوتو مفت ہی میں مزارعت کے لیے دینا افضل ہے''[2]

رہن شدہ زمین،دکان اور مکان سے فائدہ اٹھانے کی شرعی حیثیت

رہن شدہ جانور سے تو فائدہ اٹھانا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں منقول ہے:''الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا وعلى الذى يركب ويشرب النفقة یعنی رہن رکھے ہوئے جانے پر اخراجات ومصارف کے عوض سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے اور جو سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے وہی اخراجات کا ذمہ دار ہے۔''[3] لیکن اس کے علاوہ رہن شدہ اشیاء سے فائدہ اٹھانے میں اختلاف ہے۔اس حوالے سے مفتی ابوالبرکات کہتے ہیں:''حیوانات پر سوار ہونا اوران کا دودھ پینے کی شریعت نے اجازت دی ہے' وجہ یہ ہے کہ ان کی دیکھ بھال کرنا،ان کو چارہ دینا اس کے ذمے ہے۔اس کے عوض میں دودھ پینے کی اجازت ہے۔حیوانات کے علاوہ کسی رہن شدہ چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔اسی طرح زمین ،دکان اور مکان گروی لینے والا ان سے فائدہ نہیں حاصل کرسکتا۔فائدہ حاصل کرنے سے وہ سود میں شمار ہوگا''[4]

بندوق کی گولی سے کیے گئے شکار کی شرعی حیثیت

بندوق کی گولی سے کیے گئے شکار کی شرعی حیثیت کے بارے میں اختلاف ہے۔راجح قول یہی ہے کہ بندوق کی گولی سے کیا گیا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر،نیزہ،کیل یا کسی بھی تیز دھار آلہ کی طرح جسم کو پھاڑ کر نکل جاتی ہے[5] اس ضمن میں مفتی ابوالبرکات کی رائے یہ ہے:''اگر بندوق کی گولی سے کیا گیا شکار زندہ مل جائے تو ذبح کر کے کھالو،اگر مر جائے تو جائز نہیں کیونکہ گولی نوک دار نہیں ہے۔اگر نوک دار چیز سے مر جائے تو کھانا جائز ہے۔''[6]

---

[1] فتاوی برکاتیہ،ص20

[2] ایضاً،ص116

[3] بخاری،کتاب الرھن،باب الرھن مرکوب ومحلوب،رقم الحدیث2512

[4] فتاوی برکاتیہ،ص131

[5] فقہ الحدیث2:408

[6] فتاوی برکاتیہ،ص281

گردے اور کپورے کی حلت

فقہی قاعدے "الاصل فی الاشیاء الاباحة" کے تحت مفتی ابوالبرکات گردے اور کپورے کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "ان دونوں کے حلال ہونے کی دلیل یہی ہے کہ قرآن وحدیث نے ان سے منع نہیں کیا۔ ہر چیز کی اصل حلت ہے۔ اگر قرآن وحدیث میں کسی چیز کی حرمت بیان نہ کی گئی ہو تو وہ حلال ہوتی ہے"[1]

قرآن وحدیث کی تعلیم پر اجرت لینے کا جواز

بعض فقہاء کے نزدیک قرآن وحدیث کی تعلیم پر اجرت لینا مکروہ ہے۔ مفتی ابوالبرکات اس ضمن میں لکھتے ہیں: "صحیح بات یہ ہے کہ تعلیم کا معاوضہ بطور تنخواہ مطالبہ جائز نہیں ہے۔ معلمین کو چاہیے کہ فی سبیل اللہ پڑھائیں اور قوم کو چاہیے کہ ان کی معیشت کی کفالت اٹھائیں تا کہ تعلیم کے میدان میں مدرسین کو کوئی معاشی دقت پیش نہ آئے۔"[2]

جدید عصری مسائل

انتقال خون روا ہے۔

وہ علماء جنہوں نے انتقال خون کو روا قرار دیا ہے، اضطرار کی شرط لگاتے ہیں۔[3] لیکن مفتی ابوالبرکات نے مختلف موقف اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "شریعت نے خون پینے سے منع فرمایا ہے۔ ٹیکہ یا سرنج کے ذریعے اندر داخل کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے لہذا خون دینا جائز ہے"[4]

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

پوسٹ مارٹم کا مقصد اگر کسی موت کا سبب دریافت کرنا ہو یا میڈیکل کالج کے طالب علموں کو مختلف امراض کے اثرات سے آگاہ کرنا ہو تو بعض علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔[5]

لیکن مفتی ابوالبرکات نے اس کا علی الاطلاق رد کیا ہے: "پوسٹ مارٹم وغیرہ سب مغربی لوگوں کی پیداوار ہے اور میت کی بے حرمتی ہے اور اس کے اعضاء کو کاٹ کر نکالنا بڑا ہی ظلم وزیادتی ہے۔"[6]

اعضاء کی پیوند کاری کا جواز

علماء میں اعضاء کی پیوند کاری کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی "**مجلس المجمع الفقهي الاسلامي**" نے بعض

---

[1] فتاویٰ برکاتیہ، ص 306

[2] ایضاً ص 312

[3] جدید فقہی مسائل، ص 117

[4] فتاویٰ برکاتیہ، ص 322

[5] جدید فقہی مسائل، ص 203

[6] فتاویٰ برکاتیہ، ص 119

شرائط کے ساتھ اس کے جواز کی رائے دی ہے۔[1]

مفتی ابوالبرکات اس عمل کے قائل نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''شریعت نے پیوندکاری یعنی ایک کا عضو کاٹ کر دوسرے کو لگانا، سے منع کیا ہے کیونکہ حدیث میں موجود ہے کہ مردے کی ہڈی کو کاٹنا اس طرح ہے جس طرح زندوں کو کاٹنا ہے۔''[2]

اسلامی فوج کا جاسوس افشائے راز سے بچنے کے لیے خودکشی کر سکتا ہے

خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ مفتی ابوالبرکات نے اضطراری حالت میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ اسلامی فوج کا سپاہی افشائے راز سے بچنے کے لیے خودکشی کر سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''ایک مسلم کو اس قسم کے عظیم شر سے اسلامی مملکت کو بچانے کے لیے اس طرح اجازت ہونی چاہیے اگر خودکشی دنیاوی غرض کے لیے ہو تو یہ حرام ہے۔''[3]

فتاویٰ برکاتیہ۔۔۔منہج واسلوب

فتاویٰ برکاتیہ میں دیگر علمائے اہلحدیث کی کتب فتاویٰ کی مانند زیادہ تر دلائل قرآن وسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔

ادلہ اربعہ سے استفادہ

قیاس

فتاویٰ برکاتیہ میں قیاس کے اصول سے استفادہ کرتے ہوئے مسائل کا اثبات کیا گیا ہے مثلاً

جرابوں پر مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کیا گیا ہے۔

''علماء نے جرابوں پر مسح کرنے کو موزوں پر مسح کے ساتھ قیاس کیا ہے اور قیاس صحیح ہے۔''[4]

تمباکو نوشی اور اس کی تجارت

''سیدالانبیاء نے فرمایا کہ کل مسکر و مفتر حرام ہر نشہ آور اور ہر فتور پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کا استعمال درست نہیں ہے۔ اس کی تجارت بھی ناجائز ہے۔''[5]

فقہائے مسالک اربعہ سے استفادہ

اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کی کیفیت

اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کی کیفیت کیا ہو کہ ضمن میں لکھتے ہیں: ''اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے کہ

---

1. جدید فقہی مسائل، ص 171
2. فتاویٰ برکاتیہ، ص 322
3. ایضاً ص 334
4. ایضاً ص 18
5. ایضاً 157

نہیں، جمہور علماء کے نزدیک تندرست مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے۔''[1]

کیا بغیر بازو کے بنیان پہننے سے نماز ہوجاتی ہے؟

کیا بغیر بازو کے بنیان پہننے سے نماز ہوجاتی ہے؟ کے جواب میں امام نووی شافعیؒ سے استدلال کرتے ہیں: ''اگر زائد کپڑا موجود نہ ہو تو یقیناً ہوجاتی ہے۔ اگر زائد کپڑا موجود ہو تو پھر بعض علماء کہتے ہیں نماز نہیں ہوتی اور بعض کہتے ہیں کہ ہوجاتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''لیس علیٰ عاتکہ شیئ'' بے بازو بنیان کا کچھ حصہ کندھے پر آجاتا ہے لہٰذا کہہ سکتے ہیں، 'علیٰ عاتقہ شیئ' امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اگر زیادہ کپڑے نہ ملیں تو کوئی رسی ہی کندھے پر رکھ لیں کیونکہ حدیث میں جوشیٔ کا لفظ آیا ہے وہ رسی پر بھی بولا جا سکتا ہے''۔[2]

تراویح کی رکعت اور فقہائے احناف

تراویح کی رکعت تعداد کے بارے میں فقہائے احناف سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تہجد آنحضرت ﷺ سے زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعت ثابت ہے۔ علماء محققین احناف مثلاً علامہ عینی، علامہ انور شاہ، علامہ ابن الہمام اور عبدالحیؒ لکھنوی نے تسلیم کیا ہے کہ تراویح آٹھ رکعت سنت ہے۔ زائد جو پڑھی جاتی ہیں وہ نفل ہیں۔''[3]

عقیقہ اور گائے کے سات حصے

عقیقہ کی صورت میں کیا گائے کی قربانی کے مانند سات حصے کیے جاسکتے ہیں کے جواب میں ائمہ شوافع سے استفادہ کیا گیا ہے: ''جس طرح اضحیہ کو احادیث میں نسکیہ کہا ہے، اسی طرح عقیقہ کو نسکیہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ لہٰذا سات آدمی ایک گائے کا عقیقہ کرسکتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک بھی اسی طرح کرنا جائز ہے''۔[4]

گھر میں خواتین کا اعتکاف

کیا گھر میں اعتکاف کیا جاسکتا ہے؟ کے فتویٰ کے ضمن میں احناف کے علاوہ دیگر فقہاء سے استدلال کیا گیا ہے: ''امام ابوحنیفہ نے اس کمرے کو [جو گھر میں نماز کے لیے مخصوص کیا جائے] مسجد کہا ہے۔ اس کو باقی علماء اور ائمہ نے مسجد تسلیم نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے لیے جگہ کا وقف ہونا ضروری ہے لیکن وہ کمرہ نہیں ہے۔ جس وقت مکان فروخت کرتے تو کمرہ بھی فروخت ہوتا تھا تو جب وہ فروخت ہوگیا تو وہ مسجد کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس کمرے میں اعتکاف درست نہیں ہے اور یہی درست ہے۔''[5]

---

[1] فتاویٰ برکاتیہ، ص60

[2] ایضاً، ص 70-71

[3] ایضاً، ص80

[4] ایضاً، ص86

[5] ایضاً، ص90

غیر مسلم کو سلام کہنا

غیر مسلم ہندو کو سلام کہنا کیسا ہے؟ کے جواب میں لکھتے ہیں: ''سلف صالحین میں اس معاملے میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو جائز [illegible] تھے، کہتے تھے اور بعض سلام نہیں کہتے تھے۔ لہٰذا اگر ضرورت ہو تو سلام کہہ سکتے ہیں۔ فتح الباری میں حضرت ابن حجر کا قول نقل ہے۔ وہ [illegible] ہیں: ان سلمت فقد سلم السلف الصالحون وان ترکت فقد ترک الصلحون، معلوم ہوا دونوں صورتیں جائز ہیں۔''

---

۱ فتاویٰ برکاتیہ، ص 104

مبحث دوازدہم: دیگر فتاویٰ جات

ا۔فتاویٰ علمائے اہل حدیث مرتب: مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی (1330ھ/1912ء۔۔۔1407ھ/1987ء)

یہ مختلف علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ ہیں جو مولانا علی محمد سعیدی نے ان کی مطبوعہ کتب فتاویٰ اور جماعتی رسائل واخبارات سے جمع کیے۔اس کی نو جلدیں اور چودہ حصے طبع شدہ موجود ہیں۔ناشر جامعہ سعیدیہ،خانیوال ہے۔یہ اہم فتاویٰ نامکمل ہیں۔مولانا کی وفات (1987ء) کی وجہ سے مکمل نہ ہوسکے۔

شخصی تعارف:

مولانا علی محمد سعیدی ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے گاؤں ''صدروالا'' میں 1912ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ا آپ کے ابتدائی اساتذہ صوفی ولی محمد اور سید عبدالرحیم شاہ ہیں۔

باقاعدہ تعلیم کا آغاز مدرسہ غزنویہ سے کیا اور مولانا نیک محمد،مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا محمد حسین ہزاروی سے استفادہ کیا۔مرتسر میں مولانا ثناءاللہ امرتسری سے فیض یاب ہوئے۔۲

بعدازاں دہلی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی،مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی اور مولانا بشیر احمد دہلوی سے استفادہ کیا۔دہلی میں انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ ابوسعید شرف الدین سے کیا،جنہوں نے مدرسہ سعیدیہ قائم کیا ہوا تھا۔انہی سے مولانا علی محمد نے سند حدیث لی اور اسی مدرسے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا۔۳

تحصیل علم کے بعد مولانا علی محمد سعیدی 1939ء میں اپنے گاؤں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کرتے ہیں جو تقسیم ہند تک جاری رہتا ہے۔بعدازاں پاکستان میں میاں چنوں (ضلع خانیوال) کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کرکے مدرسہ سعیدیہ کے نام سے مدرسہ قائم کرتے ہیں جو ترقی کرکے خانیوال شہر میں جامعہ سعیدیہ کے نام سے موجود ہے۔۴

مولانا تصنیف وتالیف کا ذوق رکھتے تھے۔انہوں نے مختلف مسائل کے متعلق رسائل تحریر کیے جن میں مسائل تصحیح، قربانی کے مسائل،احکام صدقۃ الفطر من احادیث سید البشر وغیرہ شامل ہیں۔۵ مولانا علی محمد سعیدی نے 6 جولائی 1987ء (9 ذی قعد 1407ھ) کو وفات پائی۔۶

ا۔دبستان حدیث،ص359

۲۔ایضاً ص360

۳۔ایضاً ص360

۴۔ایضاً ص362

۵۔ایضاً ص363

۶۔ایضاً ص366

فتاویٰ علمائے اہل حدیث (اجمالی تعارف)

مولا اعلی محمد سعیدی کی فتاویٰ علمائے اہل حدیث کونو جلدوں اور چودہ حصوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

جلد اول: (دوحصوں میں) حصہ اول: کتاب الطہارۃ: طبع 1972ء

حصہ دوم: کتاب الصلوٰۃ: طبع مارچ 1973ء

جلد دوم (دوحصوں میں) حصہ سوم: کتاب الصلوٰۃ: طبع 1974ء

حصہ چہارم: کتاب الصلوٰۃ: طبع 1974ء

(کتاب الصلوٰۃ تین حصوں پر مشتمل ہے۔)

جلد سوم حصہ پنجم: کتاب الجنائز: طبع 1976ء

جلد چہارم حصہ ششم: کتاب الصوم: طبع 1977ء

جلد پنجم (دوحصوں میں) حصہ ہفتم: کتاب الزکوٰۃ: طبع 1978ء

حصہ ہشتم: کتاب الحج: طبع 1978ء

جلد ششم (دوحصوں میں) حصہ نہم: کتاب الایمان (۱): طبع 1979ء

حصہ دہم: کتاب الایمان (2): طبع 1980ء

(کتاب الایمان دوحصوں پر محیط ہے)

جلد ہفتم حصہ یازدہم: کتاب الاعتصام بالسنہ والاجتناب عن البدعۃ: طبع 1981ء

جلد ہشتم حصہ دوازدہم: کتاب العلم: طبع 1085ء

جلد نہم (دوحصوں میں) حصہ سیزدہم: کتاب الضحایا والعقیقہ: طبع 1986ء

حصہ چہاردہم: کتاب البیوع: طبع 1987ء

پاک و ھند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ

''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو کار دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

مرتب: مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی بن رحیم بخش (1256ھ/1840ء۔۔۔1338ھ/1920ء)

ایک صد اٹھاسی (188) صفحات پر مشتمل یہ متفقہ فتویٰ کتابی شکل میں ہے جو کہ 1305ھ/1888ء کے دوران جاری کیا گیا۔ اس فتویٰ کو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کیا۔ اس کا جدید ایڈیشن 1986ء میں دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور سے شائع کیا گیا۔

شخصی تعارف:

مولانا ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش بٹالہ میں پیدا ہوئے [1] مولانا محمد حسین بٹالوی کبار اہل حدیث علماء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم بٹالہ (گورداس پور) جو کہ ان کا آبائی وطن ہے، میں حاصل کرنے کے بعد دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں مفتی صدرالدین آزردہ اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی اور 1281ھ میں سند فراغت حاصل کی۔[2]

1282ھ میں مولانا سید نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہنے کے بعد حدیث کے علم میں تکمیل کی۔[3] تحصیل علم کے بعد وطن واپس آ کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور 1292ھ/1875ء میں ماہانہ ''اشاعت السنۃ'' جاری کیا جس کا مقصد اسلام اور اہلحدیث مسلک کی اشاعت تھی۔[4]

مولانا بٹالوی نے ادیان باطلہ کی تردید میں بہت کاوش کی۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے آپ نے برصغیر کے علماء کی کثیر تعداد سے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ حاصل کیا: ''مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور خارج از اسلام ہے۔''[5]

مولانا محمد حسین بٹالوی کا زیادہ تر قیام لاہور میں رہا۔ مسجد چینیاں والی کے خطیب رہے۔ آپ کی کاوشوں سے سرکاری دفاتر سے لفظ 'وہابی' کو منسوخ کیا گیا۔ آپ کی اہم تصانیف میں المنح الباری فی ترجیح البخاری، البیان فی رد البرھان، الاجتھاد والتقلید، الاقتصاد فی بیان الاعتقاد اور المفاتیح فی بحث التراویح شامل ہیں۔[6]

مولانا محمد حسین بٹالوی نے 29 جنوری 1920ء کو انتقال کیا۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے نماز جنازہ پڑھائی۔[7]

1۔ حیات نذیر، ص 159

2۔ ایضاً ص 159

3۔ ایضاً ص 159

4۔ ایضاً ص 160

5۔ ایضاً ص 160

6۔ ایضاً ص 160

7۔ ایضاً ص 161

تعارف متفقہ فتویٰ

یہ فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیس مفصل سوالات کے جواب میں لکھا گیا۔ فتویٰ کا جواب بنیادی طور پر میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی نے لکھا۔ فتویٰ کے اختتام میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہ رائے بیان کی گئی ہے:

''کتاب وسنت واقوال علماء امت اس فتویٰ کی صحت پر شاہد ہیں۔ اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہییں' نہ اس کی صحبت اختیار کریں نہ اس کو ابتداءً اسلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنونہ میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اگر انہی اعتقادات و اقوال پر یہ رحلت کرے۔''[۱]

اس فتویٰ کی تائید میں مندرجہ ذیل شہروں اور علاقوں کے علماء کرام کی دستخط ومواہیر درج کی گئی ہیں: علماء دہلی، آگرہ، حیدرآباد، بنگال، علماء کانپور، علی گڑھ، علماء بنارس، اعظم گڑھ، علماء آرہ، غازی پور، مہدانوالا، علماء رحیم آباد، علماء بھوپال، علماء لدھیانہ، علماء امرتسر وسوجانپور، علماء خاندان غزنویہ، علماء لاہور، علماء سجادہ نشین بٹالہ، علماء شہر پٹیالہ ریاست، علماء لکھو کے ضلع فیروز پور، علماء پشاور، علماء راولپنڈی و ہزارہ، علماء جہلم، علماء گجرات، علماء سیالکوٹ، علماء وزیرآباد، علماء کپورتھلہ، علماء دیوبند سہارن پور، علماء عظیم آباد ضلع پٹنہ، علماء کان پور، لکھنو[۲]

---

[۱] بٹالوی، محمد حسین، پاک وہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور 1986ء، ص 86

[۲] ایضاً ص 5-6

باب سوم

علمائے اہل حدیث کی عصری کتب فتاویٰ

فصل اوّل فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ و احکام و مسائل

مبحث اول فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ از مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی (1358ھ/1940ء ـــــ)

یہ مجموعہ فتاویٰ ایک جلد، آٹھ صد چھیاسی (886) صفحات اور چھ سو تیئس (623) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب حافظ عبدالشکور ہیں۔ دارالارشاد، لاہور سے 2005ء میں شائع ہوا۔

شخصی تعارف:

حافظ ثناء اللہ مدنی ضلع لاہور کے گاؤں ''کلس'' میں 15 جنوری 1940ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ''سرھالی کلاں'' ضلع قصور سے حاصل کی۔[1] حافظ عبداللہ روپڑی سے درس نظامی کی تعلیم مکمل کی اور اس کے بعد ''جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ''کلیۃ الشریعۃ'' سے سند فراغت امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔[2] آپ کے نمایاں اساتذہ میں حافظ عبداللہ روپڑی، شیخ محمد امین شنقیطی، حافظ محمد محدث گوندلوی، شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد ناصر الدین البانی شامل ہیں۔[3] تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے استاد حافظ عبداللہ روپڑی کی مسند تدریس سنبھالی، بعد ازاں ''جامعہ سلفیہ'' فیصل آباد اور آج کل بطور ''جامعہ لاہور الاسلامیہ'' میں شیخ الحدیث کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔[4] آپ کی اہم تصانیف میں جامع ترمذی کی عربی شرح ''جائزۃ الأحوذی فی التعلیقات علی سنن الترمذی'' ہے، جو زیر طبع ہے۔[5]

اہم خصوصیات:

۱۔ اس مجموعہ کے فتاویٰ 1970ء سے ''تنظیم اہل حدیث'' لاہور، ماہنامہ ''محدث'' لاہور میں شائع ہو رہے ہیں۔ 1990ء سے ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں بھی مولانا ثناء اللہ مدنی کے فتاویٰ تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں۔[6]

۲۔ یہ مجموعہ ''کتاب العقائد'' پر مشتمل ہے جس میں عقائد کے متعلقہ فتاویٰ کو یکجا کیا گیا ہے۔ دوسرے مسائل سے متعلقہ فتاویٰ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳۔ مجموعہ فتاویٰ کو موضوع کی مناسبت سے سینتیس (37) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۴۔ ملتے جلتے سوالات کو ایک باب کے تحت درج کیا گیا ہے۔

۵۔ بہ قول مرتب ''نیک شگون اور حصول برکت کی خاطر پہلا باب بسم اللہ کی جگہ کچھ اور پڑھنا یا لکھنا'' پر ہے اور آخری باب انسانی فطرت

۱۔ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 85

۲۔ ایضاً، ص 85

۳۔ ایضاً، ص 178

۴۔ ایضاً، ص 86

۵۔ ایضاً، ص 87

۶۔ ایضاً، ص 70

کے مطابق ''موت اور اس کے متعلقات'' پر ہے۔[1]

۶۔تمام احادیث و آثار اور دیگر حوالہ جات کی مکمل و مفصل تخریج و تحقیق حواشی میں کی گئی ہے۔

۷۔چیدہ چیدہ مقامات پر حافظ صلاح الدین یوسف اور قاری نعیم الحق نعیم کی جامع اور مفید تعلیقات موجود ہیں۔

۸۔مجموعہ فتاویٰ کی ابتدا میں حافظ عبدالرشید اظہر کا مفصل مقدمہ بہ عنوان ''اجتہاد و افتاء'' موجود ہے جو کہ سو صفحات اور پچیس عنوانات پر محیط ہے۔

۹۔مجموعہ فتاویٰ جدید مسائل مثلاً جی۔پی فنڈ، پرائز بانڈ، بولی اور نیلامی کی کمیٹی، بیمہ زندگی، خاندانی منصوبہ بندی، برائلر مرغیوں کا حکم، ہنڈی کا کاروبار، انسانی اعضاء کی دوسروں کو منتقلی، انجکشن کے ذریعے جانوروں کو حاملہ کرنا اور عورت کا گاڑی چلانا وغیرہ پر مدلل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔بعض فتاویٰ کے تفصیلی جوابات دیے گئے ہیں مثلاً

نبی مأمور بالجہاد اور غیر مأمور بہ میں کیا فرق ہے؟[2]

تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید کے مابین تقابلی جائزہ[3]

عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت[4]

موجود پارلیمانی نظام میں شرکت کا مسئلہ[5]

قصہ ہاروت، ماروت کی وضاحت[6]

۱۱۔بعض فتاویٰ پر تعاقب اور جواب تعاقب تفصیلی انداز میں ہے۔سب سے طویل تعاقب اور جواب تعاقب خطبہ مسنونہ کے الفاظ ''ونستعینہ ونتوکل علیہ'' اور ''یضلل'' کے متعلق ہے جو حافظ ثناء اللہ مدنی اور ابوالاشبال احمد شاغف کے مابین ہے، ایک سو سولہ (116) صفحات پر مشتمل ہے۔[7]

جی۔پی فنڈ کا سود وصول کرنے کے متعلق تعاقب، جواب تعاقب مابین حافظ ثناء اللہ مدنی، ڈاکٹر عطاء محسن اور حافظ عبدالسلام بھٹوی

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص80

[2] ایضاً ص269-273

[3] ایضاً ص448-470

[4] ایضاً ص620-623

[5] ایضاً ص633-637

[6] ایضاً ص764-767

[7] ایضاً ص300-415

[8] ایضاً ص647-675

مقدار لحیہ کے فتویٰ پر تعاقب اور جواب تعاقب[1]

عورت کے بال کٹوانے پر مذاکرہ علمیہ مابین مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا شاغف احمد بہاری[2]

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے ضمن میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کی پیروی کی گئی ہے۔صفات باری تعالیٰ کو بلا تشبیہ وتعطیل ماننا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہے۔

"اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہے، کما یلیق بجلالہ البتہ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔"[3]

قرآن مجید کلام اللہ اور غیر مخلوق ہے۔

اس حوالے سے شارح عقیدہ طحاویہ علامہ ابن ابی العز حنفی[4] کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:"جملہ اہل سنت، مذاہب اربعہ کے پیروکار اور دیگر سلف وخلف سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔"[5]

علیین اور سجین سے اعمال نامے اور روح دونوں کا تعلق ہوتا ہے۔

اس حوالے سے فتاویٰ عزیزی از شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ "علیین اور سجین سے اعمال نامے اور روح دونوں کا تعلق ہوتا ہے۔"[6]

مؤمن اور مسلم میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔

اس ضمن میں اختلاف ہے کہ مؤمن اور مسلم کا مصداق کون ہے اور ان میں باہمی تعلق کیا ہے؟ سورۃ حجرات کی آیت نمبر 14 کی وضاحت کرتے ہوئے بقول مولانا مودودی (م:1979ء):"۔۔۔بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ قرآن مجید کی زبان میں "مؤمن" اور "مسلم" دو متقابل اصطلاحیں ہیں، مؤمن وہ ہے جو سچے دل سے ایمان لایا ہو اور مسلم وہ ہے جس نے ایمان کے بغیر محض ظاہر میں اسلام

---

1 فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 783-786

2 ایضاً ص 791-803

3 ایضاً ص 189

4 علی بن محمد، ابن ابی العز الحنفی (731ھ-792ھ) تدریس اور افتاء کے ماہر تھے۔دمشق میں قاضی رہے۔آپ کی معروف تصنیف "شرح عقیدہ طحاویہ" ہے۔(زہیر الشاویش، مقدمہ شرح العقیدہ الطحاویہ، المکتب الاسلامی، بیروت، 1988ء 3:87)

5 فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 207

6 ایضاً ص 239

قبول کرلیا ہو۔''[1]

مفتی حافظ ثناءاللہ مدنی نے دونوں کو عام استعمال میں مترادف قرار دیا ہے: ''ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں۔ انفرادی صورت پر ایک کا دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے لیکن جب دونوں جمع ہو جائیں تو ایمان کا تعلق باطنی دور سے ہوتا ہے جب کہ اسلام کا ظواہر سے۔ علامہ خطابی رقم طراز ہیں: حق بات یہ ہے کہ مؤمن اور مسلم میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ پس ہر مؤمن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مؤمن نہیں۔''[2]

عقل و شعور اور تدبر وفہم کا اصل محل اور مقام بنی آدم کا دل ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعمَى الاَبصَارُ وَلٰكِن تَعمَى القُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ[3]

''حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' کے ضمن میں مولانا مودودی (م:1979ء) کے اس تصور کا کہ ''خیال رہے کہ قرآن سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ یہاں خواہ مخواہ ذہن اس سوال میں نہ الجھ جائے کہ سینے والا دل کب سوچا کرتا ہے۔ ادبی زبان میں احساسات، جذبات، خیالات بلکہ قریب قریب تمام ہی افعال دماغ، سینے اور دل ہی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔''[4] کا رد کیا گیا ہے اور مختلف مفسرین کے حوالہ جات کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ: ''عقل وشعور اور تدبر وفہم کا اصل محل اور مقام بنی آدم کا دل ہے۔۔۔ اور جن متجددین اور فلاسفہ نے عقل کا ابتدائی اور استقراری تعلق صرف دماغ سے تسلیم کیا ہے وہ سعی موہومہ اور تحصیل لاحاصل کا شکار ہیں۔۔۔ یاد رہے اس مسئلہ میں مولانا مودودی سے لغزش ہوئی ہے۔''[5]

اسم جلالہ ''اللہ'' کی جگہ لفظ ''خدا'' استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دینی حلقوں میں گذشتہ چند برسوں سے یہ بحث چل رہی ہے کہ لفظ ''خدا'' فارسی الاصل ہے۔ اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بعض افراد تو اس کو الحاد بھی قرار دیتے ہیں کہ ان کے خیال میں اس سے دو خداؤں کا تصور جھلکتا ہے۔ (آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق دو خدا ہیں۔ ایک خالق خیر ہے اسے یزداں کہتے ہیں۔ دوسرا خالق شر ہے جسے اہرمن کہتے ہیں۔ شیطان)[6] بعض سلفی علماء اس کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ اس فتویٰ سے ظاہر ہے: ''جو شخص عربی زبان کو نہیں سمجھتا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ترجمہ دیگر زبانوں میں کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح دین سمجھانے کے لیے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا ترجمہ دیگر زبانوں میں کرنا جائز ہے بشرطیکہ ترجمہ کرنے

---

[1] تفہیم القرآن 100:5

[2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 223

[3] سورۃ الحج: 46

[4] تفہیم القرآن 236:3

[5] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 208-209

[6] محمد اقبال، علی اکبر، حسن اللغات (فارسی، اردو) اورینٹل بک سوسائٹی، لاہور، س ن، ص 77

والا دونوں زبانوں پر عبور رکھتا ہو۔''[1]

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی اس سے پرہیز ہی کو بہتر بتاتے ہیں: ''۔۔۔اس مختصر جامع بحث سے معلوم ہوا کہ لفظ ''اللہ'' میں بے انتہا گہرائی، وسعت اور جامعیت ہے جو کسی بدل میں ممکن نہیں۔ جب کہ لفظ خدا وسعت سے قاصر اور محدود معنی پر دال ہے جس سے باسلوب احسن احتراز کی سعی و تدبیر ہونی چاہیے۔''[2]

''اختلاف امتی رحمة'' بے اصل روایت ہے۔

بعض دینی حلقوں کی طرف سے مذہبی رواداری پیدا کرنے کے لیے اس روایت کو پھیلایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''حدیث 'میرے صحابہ کا اختلاف رحمت ہے' اور حدیث 'میری امت کا اختلاف رحمت ہے' تو اول الذکر سخت ضعیف من گھڑت ہے، ثانی الذکر بے اصل روایت ہے۔''[3]

پیری مریدی کی بیعت کا شرع میں وجود نہیں۔

''بیعت ارشاد' صوفیاء کے ہاں مسلّم رہی ہے اور اس کا تاریخی ثبوت ملتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں لکھتے ہیں: ''تو جو یہ ہے بیعت چند قسم پر ہے۔ بعضی بیعت خلافت کی، بعضی بیعت اسلام لانے کی اور بعضی بیعت تقویٰ کی رسی پکڑنے کی اور بعضی بیعت ہجرت اور جہاد کی اور بعضی بیعت جہاد میں مضبوط رہنے کی۔''[4]

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''جو بیعت صوفیوں میں متوارث ہے وہ کئی طریق پر ہے۔ پہلا طریقہ بیعت توبہ ہے معاصی سے اور دوسرے طریقے بیعت تبرک ہے یعنی بقصد برکت صالحین کے سلسلے میں داخل ہونا بمنزلہ سلسلہ اسناد حدیث ہے کہ اس میں البتہ برکت ہے اور تیسرا طریقہ بیعت تاکد عزیمت یعنی عزم مصمم کرنا واسطے خلوص امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔''[5]

حافظ ثناء اللہ مدنی اس قسم کی بیعت کے قائل نہیں ہیں: ''محض پیری مریدی کی بیعت کا شرع میں کوئی وجود نہیں۔ بیعت کا اصل تعلق نبی ﷺ کی ذات سے ہوتا ہے جو اللہ کے ساتھ پابندی عہد کی صورت میں ضمانت ہے یا پھر خلافت کی صورت میں جو اس کا قائم مقام ہو، اس کی بیعت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام میں بیعت کا کوئی تصور نہیں۔''[6]

---

[1] فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء السعودیة بحوالہ ''سہ ماہی ایقاظ'' ج 4 ش 3 جولائی تا ستمبر 2006ء، ص 150

[2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 186

[3] ایضاً ص 293

[4] شاہ ولی اللہ، القول الجمیل (مترجم: مولوی خرم علی) مکتبہ تھانوی، کراچی، 1954ء، ص 16

[5] ایضاً ص 29

[6] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 775

عبادات

تسبیح صرف داہنے ہاتھ پر پڑھنی چاہیے۔

اس ضمن میں حافظ ثناء اللہ مدنی رقم طراز ہیں: ''تسبیح صرف داہنے ہاتھ پر پڑھنی چاہیے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ تسبیح کی گرہ لگاتے تھے۔راوی حدیث ابن قدامہ نے کہا، داہنے ہاتھ کے ساتھ گرہ لگاتے تھے۔[1] نیز حدیث ''کان یحب التیمن'' [2] کے پیش نظر آغاز چھوٹی انگلی سے ہونا چاہیے۔''[3]

''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' کے بعد مقتدی کا جواب دینا

قرآنی آیات کے جواب دینے کے مسئلے میں علمائے اہل حدیث میں اختلاف ہے۔ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ میں بادلائل جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔[4] حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''آیت کریمہ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' کے بعد مقتدی کے لیے ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنا کسی مرفوع متصل روایت سے ثابت نہیں۔اسی طرح بعض آیات کے جوابات مقتدی کے لیے ثابت نہیں ہو سکے۔''[5]

معاملات

والدین کی طرف سے ہبہ کی صورت میں مساوات ضروری ہے۔

اولاد کو ہبہ کرتے وقت ان میں تفریق کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔علمائے ظاہریہ کہتے ہیں کہ بعض اولاد کو پورا مال دینا تو کجا ان میں تفریق کرنا بھی جائز نہیں ہے۔[6]

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی کے نزدیک ''راجح مسلک کے مطابق 'ہبہ' کی صورت میں لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوتا ہے۔قصہ نعمان بن بشیر میں ہے اکل ولدک نحلت مثلہ [7] یعنی نعمان بن بشیر کا کہنا ہے کہ جب میرے والد نے مجھے ایک غلام ہبہ کر کے رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ بنانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا: ''کیا تمام اپنی اولاد کو تو نے اسی کے مثل ہبہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا، اس ہبہ سے رجوع کرلے۔۔۔اولاد کا اطلاق لڑکے اور لڑکیوں سب پر ہوتا ہے۔''[8]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب التسبیح بالحصی، رقم الحدیث 1502
[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضو، باب التیمن، رقم الحدیث 167
[3] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 230
[4] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 168:2
[5] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 230
[6] بدایۃ المجتہد، ص 1037
[7] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب الرجوع فی الہبہ، رقم الحدیث 3539
[8] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 708

وعدہ معاف گواہ کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں۔

جدید عدالتی نظام میں مجرموں سے کوئی ایک وعدہ معاف گواہ بن کر چھوٹ جاتا ہے اور باقی مجرموں کو سزا مل جاتی ہے۔ اس کی شرعی حیثیت و واضح کرتے ہوئے حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''وعدہ معاف گواہ کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ وعدہ معاف گواہ بہت بڑا مجرم ہونے کے باوجود خود ساختہ قانون کی نظر میں بڑا پاک صاف ہے۔''[1]

عاق کرنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

آئے روز اخبارات میں جائیداد سے عاق کرنے کے اشتہارات نظر آتے ہیں۔ اس کی شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''عامۃ الناس کے ہاں ''عاق'' کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قریبی تعلق دار کو نافرمانی کی بنا پر وراثت سے محروم کر دینا لیکن شریعت کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''[2]

ہومیو پیتھی طریقہ علاج الکوحل کی وجہ سے مشکوک ہے۔

ہومیو پیتھی طریقہ علاج اب آہستہ آہستہ فروغ پا رہا ہے۔ چونکہ اس کی بنیاد و فروغ غیر مسلموں کے ہاتھوں ہوا ہے، وہ اس میں الکوحل کو بطور محلل (solvent) استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے علمائے اسلام نے اس کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا ہے۔ مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی بھی شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں: ''ہومیو پیتھی ادویات کے ذریعے طریقہ علاج جن مراحل سے گزرتا ہے وہ قابل اطمینان و تسلی بخش نہیں ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس میں الکوحل کی آمیزش جزو لاینفک ہے، اگرچہ مختلف مراحل میں بعض تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود اس کے جواز کا قائل ہونا مشکل امر ہے۔''[3]

عورت کے لیے عہدہ قضاء پر فائز ہونا شرعاً جائز نہیں۔

عہدہ قضاء چونکہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اس لیے علماء نے اس کی شرائط بیان کی ہیں جو کہ یہ ہیں: ''جائز قاضی کی مشروط صفات یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، عاقل و بالغ مرد ہو اور عادل ہو۔۔۔ قاضی کے مرد ہونے میں بھی اسی طرح علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک فیصلہ کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت مالیات کی قاضی ہو سکتی ہے۔ امام طبریؒ کہتے ہیں کہ عورت ہر معاملہ میں بغیر قید و شرط کے فیصلہ کر سکتی ہے۔۔۔ جن فقہاء نے عورت کے قاضی ہونے کو مسترد کیا ہے، انہوں نے اسے امامت کبریٰ کے مشابہ قرار دیا ہے اور عورت کی حرمت اور عزت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے غلام پر بھی قیاس کیا ہے۔''[4]

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے: ''اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جج کے لیے مرد ہونا

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص869

[2] ایضاً، ص865

[3] ایضاً، ص224

شرط ہے، سوائے حنفیہ کے، انہوں نے حدود کو مستثنیٰ قرار دیا ہے (یہ مرد کے ساتھ مخصوص ہے، البتہ مالی معاملات میں حنفیہ کے نزدیک عورت کی قضاء جائز ہے) اور ابن جریر کے نزدیک علی الاطلاق جواز ہے۔ جمہور کی دلیل صحیح حدیث ہے کہ جو قوم اپنے معاملات کا ذمہ دار عورت کو بنادے وہ ناکام ہے اور اس لیے بھی کہ جج کو کمال رائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ عورت کی رائے ناقص ہے بالخصوص مردوں کی محفل میں۔"[1]

عورت کا گاڑی چلانا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

جدید ذرائع مواصلات کی وجہ سے فاصلے سمٹ گئے ہیں تو کیا اس دور میں عورت کو اجازت ہے کہ وہ بغیر محرم کے خود سفر کرے۔ اکثر سعودی علماء جن میں شیخ ابن باز سرفہرست ہیں، اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے بھی اس کو سختی سے رد کیا ہے: "۔۔۔ حاصل علی رغم انوف متاثرین اور مقلدین مغرب و استعمار، اسلام میں عورت کو قطعاً گاڑی چلانے کی اجازت نہیں۔ مذکورہ (بالا) دلائل و براہین کی روشنی میں بلا تردد کہا جا سکتا ہے کہ مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (م:1999ء) کا فتویٰ عدم جواز مبنی برحق و صواب ہے۔"[2] موجودہ دور کے بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن پر کما حقہ شریعت سازی کا عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکا۔ یہی ان میں سے ایک مسئلہ بھی ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ مزاج کا فرق ہے۔ علما کی اکثریت روایتی مزاج کی حامل ہے اس لئے وہ جدید مزاج کو در خور اعتنا نہیں جانتی۔

جانوروں کی نسل کشی کا جواز ہے۔

اس حوالے سے مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے خچر کے وجود سے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، استدلال کیا ہے کہ جب خچر کی پیدائش کے ذریعے اختیار کیے جا سکتے ہیں تو دوسرے مصنوعی ذرائع کیوں نہیں استعمال کیے جا سکتے۔ وہ لکھتے ہیں: "جانوروں کی نسل کشی کا فعل جائز ہے۔ بشرطیکہ دوسری جنس کے سلسلہ نسل کو کلی طور پر نیست و نابود یا صریح نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خچر کا تذکرہ بطور امتنان و احسان فرمایا ہے (ترجمہ) گھوڑے، خچر، گدھے سواری کے لیے اور تمہاری زینت کے لیے ہیں۔ النحل:8"[3]

انتخاب امیر کے لیے عوام سے رائے طلب کرنا شریعت سے ثابت ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے بہت الجھاؤ پایا جاتا ہے۔ جدید مفکرین مثلاً مولانا مودودی نے "جمہوری خلافت" کا نظریہ پیش کر کے مغربی جمہوریت کے مقابل اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ ان کے الفاظ میں: "اسلامی نظریہ سیاسی کسی ایک شخص یا خاندان یا طبقے کو خلیفہ قرار نہیں دیتا ہے بلکہ اس پوری سوسائٹی کو خلافت کا منصب سونپتا ہے جو توحید اور رسالت کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کر کے نیابت کی شرائط پوری کرنے پر آمادہ ہو۔ ایسی سوسائٹی بحیثیت مجموعی خلافت کی حامل ہے اور یہ خلافت اس کے ہر ہر فرد کو پہنچتی ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے اسلام میں "جمہوریت" کی ابتدا ہوتی ہے۔۔۔ البتہ جو چیز اسلامی جمہوریت کو مغربی جمہوریت سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کا نظریہ سیاسی "جمہوری حاکمیت" کا قائل ہے اور اسلام "جمہوری خلافت" کا۔ وہاں اپنی شریعت جمہور بناتے ہیں۔ یہاں ان کو اس شریعت کی

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص256

[2] ایضاً، ص691 [3] ایضاً، ص697

پابندی کرنی ہوتی ہے جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سے دی ہے۔"[1]

پاکستان میں روایتی دینی حلقے اس حوالے سے کوئی واضح نظریہ نہیں رکھتے۔ وہ جمہوری نظام حکومت پر تنقید تو کرتے ہیں لیکن اس کی اصول بنیاد ہی نہیں بیان کرتے۔ مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی کا جواب بھی مجمل نظر آتا ہے: "انتخاب امیر کے لیے عوام سے رائے طلب کرنا تو شریعت میں ثابت ہے، البتہ مغربی جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے ہاں مروجہ نظام جمہوریت اسلام سے متصادم ہے۔"[2]

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ۔۔۔منہج واسلوب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ میں دیگر کتب فتاویٰ اہل حدیث کی طرح اصل مدار تو کتاب وسنت کے دلائل پر ہے۔ شروحات کتب حدیث اور تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مسئلہ تقلید کو بنیادی مسئلہ کے طور پر بیان کر کے اس کا رد کیا گیا ہے اور مسلک اہل حدیث کی راجحیت کو بیان کیا گیا ہے: "کسی کا قول بغیر دلیل لینے کا نام تقلید ہے اور یہ حرام ہے۔۔۔ اسی بناء پر بے شمار نصوص میں ائمہ عظام نے اپنی تقلید سے روکا ہے۔ تقلید کو واجب قرار دینا دراصل اپنے کو "شرک فی الرسالت" کا مرتکب ٹھہرانا ہے۔ جب کہ بقول شاہ ولی اللہؒ عہد رسالت سے صدیوں بعد کی پیداوار ہے تو پھر واجب کیسے ہوگی۔"[3]

"اجماع اور قیاس" کے اصول سے استفادہ

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے اثبات مسائل میں اجماع سلف صالحین اور قیاس کے اصول سے استفادہ کیا ہے۔

'غلاف کعبہ 'سلف کے تواتر عملی سے ثابت ہے۔

"کعبہ کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اغلب ادوار میں اس پر بہتر سے بہتر غلاف چڑھایا گیا۔ اہل علم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ بالخصوص سلف صالحین جن کے افعال واقوال کو منارہ ہدایت سمجھا جاتا ہے، بلکہ فعل ہذا کو بنظر استحسان دیکھا گیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ[4]، قاضی زین الدین عبدالباسط کے بارے میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اس نے غلاف کی بے انتہا تحسین وتزیین کی کہ بیان کرنے والا اس کے بیان اور توصیف سے قاصر ہے۔۔ اللہ تعالیٰ اس محسن کو بہترین بدلہ سے نوازے۔ (فتح الباری' 3:460) اس سے معلوم ہوتا ہے انفاق ہذا اسراف وتبذیر کے زمرہ میں داخل نہیں کیونکہ اس پر بتواتر عملی اجازت موجود ہے۔"[5]

---

[1] مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور' 1995ء، ص 350-351

[2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 709

[3] ایضاً ص 506

[4] ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی (773ھ-852ھ) آپ مشہور محدث اور فقیہ ہیں۔ آپ کی معروف تصانیف میں "فتح الباری" اور "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام ص 9)

[5] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 199

بوقت ضرورت انجکشن کے ذریعے گائے وغیرہ کا دودھ حاصل کرنے کا جواز ہے۔

اس ضمن میں سیرت سے ایک واقعہ نقل کر کے اس پر دودھ حاصل کرنے کو قیاس کیا گیا ہے: ''بوقت ضرورت انجکشن کے ذریعے گائے وغیرہ کے دودھ کو حاصل کرنے کا جواز ہے بشرطیکہ مالک نے جانور کو چارہ کا حق پورا ادا کیا ہو۔ کتب احادیث میں موجود ہے کہ نبی سے ایک اونٹ نے شکایت کی تھی کہ مالک چارہ کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ اس پر آپ نے مالک کو تنبیہ فرمائی تھی۔ (مشکوٰۃ، باب المعجزات) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حق کی ادائیگی کی صورت میں انسان ہر ممکنہ صورت میں جانور سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔''[1]

ائمہ سلف سے استفادہ

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے اثبات مسائل کے ضمن میں ائمہ سلف کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔

فقہاء حنفیہ سے بے شمار نصوص مردوں کے عدم سماع کی تصریح میں منقول ہیں

''فقہاء حنفیہ نے بے شمار نصوص میں مردوں کے عدم سماع کی تصریح کی ہے۔ بطور امثلہ چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن الہمام ''فتح القدیر'' کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں: هذا عند اكثر مشائخنا وهو أن الميت لا يسمع عندهم على ماصرحوا به في كتاب الايمان في باب اليمين باضرب لو حلف لا يكلم فلانافكلمه ميتالا يحنث۔ اور ''فصول فی علم الاصول'' میں ہے: لو حلف لا يكلم فلاناو كلمه بعد الموت او ضربه بعد الموت لا يحنث بعدم معنى الافهام والاعلام۔ ۔۔۔ اور بدر کے مقتولین سے نبی ﷺ نے جو خطاب فرمایا تھا۔ اس کا جواب بعض حنفیہ نے یوں دیا ہے: ولئن ثبت فهو مختص بالنبي ﷺ ويجوزان يكون ذلك بوعظ الاحياء لا على سبيل الخطاب للموتى''[2]

قرآن مجید کو پڑھوا کر ایصال ثواب کا طریقہ کار کتاب و سنت وسلف صالحین سے ثابت نہیں۔

''قرآن مجید کو پڑھوا کر ایصال ثواب کا طریقہ کار کتاب وسنت وسلف صالحین کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔۔۔ فقہاء شافعیہ وحنفیہ نے بھی عمل ہذا کو مکروہ بدعت لکھا ہے۔ مولانا عبدالحق حنفی دہلوی فرماتے ہیں: (سلف کی) یہ عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے قرآن خوانی و دیگر ختموں کا اہتمام کریں، نہ قبر پر نہ کسی اور جگہ، یہ تمام چیزیں بدعت ہیں اور الشیخ علی المتقی حنفی صاحب ''کنز العمال'' نے کہا ہے: میت پر قرآن خوانی کے لیے بالخصوص قبرستان یا مسجد یا گھر میں اجتماع قابل مذمت بدعت ہے۔''[3] جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ اس سے مختلف ہے۔ ''بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم و رواج کی پابندی سے پڑھے''[4]

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 714

[2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 754-755

[3] ایضاً، ص 574-575

[4] فتاویٰ ثنائیہ 2:39

مبحث دوم: احکام ومسائل از حافظ عبدالمنان نور پوری (1362ھ/1942ء۔۔۔۔)

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں، ایک ہزار چار صد پچاسی (1485) صفحات اور ایک ہزار چھ صد پچپن (1655) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ ان فتوؤں کی جمع، ترتیب اور تبویب کا کام ابوانس محمد مالک بھنڈر نے انجام دیا ہے۔ دونوں جلدیں المکتبہ الکریمیہ، گوجرانوالا سے شائع ہوئی ہیں۔

شخصی تعارف:

حافظ عبدالمنان نور پوری معروف اہل حدیث عالم دین ہیں۔ جامعہ محمدیہ گوجرانوالا میں مدرس ہیں۔ آپ کی پیدائش 1362ھ/1942ء میں نور پور چہل کے گاؤں میں ہوئی جو ضلع گوجرانوالا میں ہے۔[1] ابتدائی تعلیم آپ نے گاؤں میں حاصل کی۔ ابتدائی اساتذہ میں مولوی چراغ دین نور پوری، مولوی غلام رسول اور ماسٹر نذیر احمد شامل ہیں۔[2] مولوی چراغ دین کے مشورے سے آپ مولانا محمد اسماعیل سلفی کے مدرسہ محمدیہ گوجرانوالا میں داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبداللہ گجراتی، مولانا عبدالحمید ہزاروی اور مولانا محمد وزیر پونچھی سے استفادہ کیا۔[3] مدرسہ محمدیہ گوجرانوالا سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے میاں چنوں میں مولانا داؤد ارشد کے مدرسہ میں فن قرأت وتجوید کی تکمیل کی۔ 1963ء کی سالانہ تعطیلات میں حافظ عبداللہ روپڑی کے ہاں لاہور میں دورہ تفسیر کیا۔ بعد ازاں گوجرانوالا میں حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری کا درس لیا۔[4] تکمیل تعلیم کے بعد سے آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالا ہی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔[5] حافظ عبدالمنان نور پوری تصنیف وتالیف کا ذوق بھی رکھتے ہیں۔ اہم کتب ورسائل میں ارشاد القاری الی نقد فیض الباری، مرأۃ البخاری، فصل الخطاب فی تفسیر فاتحۃ الکتاب اور مرأۃ التفسیر شامل ہیں۔[6]

اہم خصوصیات:

۱۔ مجموعہ فتاویٰ ان استفساراتی خطوط کے جوابات پر مشتمل ہے جو حافظ عبدالمنان نور پوری کو موصول ہوئے۔

۲۔ جلد اول میں 1985ء تا 2000ء اور جلد دوم میں 2001ء تا 2004ء کے خطوط کے جوابات شامل ہیں۔

۳۔ مجموعہ فتاویٰ کو مختلف ابواب کے تحت مرتب کیا گیا ہے، جنہیں کتب کا عنوان دیا گیا ہے۔ ہر باب ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔

۴۔ حافظ عبدالمنان نور پوری مختصر انداز میں جوابات دیتے ہیں۔

۵۔ آپ کے فتاویٰ کا انداز تحریر سہل اور سادہ ہے۔

۱۔ دبستان حدیث، ص538

۲۔ ایضاً ص538

۳۔ ایضاً ص539

۴۔ ایضاً ص541

۵۔ ایضاً ص550

۶۔ ایضاً

۶۔سوال کا جواب معلوم نہ ہونے کی صورت میں کہہ دیتے ہیں: ''مجھے علم نہیں ہے۔''

۷۔فتاویٰ میں وارد احادیث وآثار کی تخریج کی گئی ہے۔

۸۔بعض فتاویٰ تفصیلی انداز میں ہیں جو مکالمے کی شکل اختیار کر گئے ہیں مثلاً

اسلام اور زمین کا ذاتی حق ملکیت[۱]

مدرک رکوع کی رکعت[۲]

مسئلہ تقلید پر تحریری گفتگو[۳]

جماعت المسلمین کی بابت سولہ خطوط کے جوابات[۴]

۹۔مجموعہ فتاویٰ میں بعض علماء کے مضامین بھی اپنے موقف کی تائید میں شامل کیے گئے ہیں مثلاً

''دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا'' از ارشاد الحق اثری[۵]

''بیع بالقسط'' از حافظ عبدالسلام بھٹوی[۶]

''جہاد کی تیرہ اقسام'' از ابن قیم[۷]

احکام ومسائل۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں فرق ہے۔

''جبر وقدر'' امت مسلمہ میں معرکۃ الآراء مسئلہ رہا ہے۔ایک گروہ انسان کو مجبور محض تو دوسرا اپنی تقدیر کا آپ مالک قرار دیتا ہے۔[۸] ایک وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں فرق نہیں کیا جاتا۔اس حوالے سے حافظ عبدالمنان لکھتے ہیں: ''مشیت، ارادہ اور چاہنا اور چیز ہے اور راضی ہونا اور چیز ہے۔عام طور پر دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔حالانکہ یہ دونوں ایک نہیں مثلاً ابوبکر کے ایمان میں اللہ تعالیٰ کے

---

[۱] فتاویٰ احکام ومسائل 1:76-80

[۲] ایضاً ص 1:164-172

[۳] ایضاً ص 1:582-603

[۴] ایضاً ص 1:604-627

[۵] ایضاً ص 1:205-212

[۶] ایضاً 1:373-376

[۷] ایضاً 1:674

[۸] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام 13:36

ارادہ اور اس کی رضا دونوں جمع ہیں اور ابو جہل بن ہشام کے ایمان میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں ہے اور رضا ہے اور ابوجہل بن ہشام کے کفر میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، رضا نہیں ہے۔"[۱]

خبر واحد عقائد میں بھی حجت ہوتی ہے۔

خبر واحد کو ظنی قرار دیکر بعض علماء عقائد کے اثبات میں اسے قبول نہیں کرتے ہیں مثلاً مولانا مودودی لکھتے ہیں"۔۔۔خبر واحد پر کسی چیز کی بنا نہیں رکھی جاسکتی، جسے مدارِ کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں ان سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین"[۲] حافظ عبدالمنان اس ضمن میں یہ موقف بیان کرتے ہیں "خبر واحد عقائد میں بھی حجت ہوتی ہے بشرطیکہ پایہ ثبوت تک پہنچ جائے۔"[۳]

وحی میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال بھی شامل ہیں۔

امت مسلمہ کے بعض گروہ صرف قرآن وسنت ہی کو وحی الٰہی قرار دیتے ہیں اور سنت کی خود ساختہ تعریف کرتے ہیں اور وحی خفی (حدیث) کو رد کرتے ہیں۔[۴] اس حوالے سے حافظ عبدالمنان نے مسلک اہل حدیث کا یہ موقف بیان کیا ہے: "اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ اقوال اور اعمال جن کا وحی نہ ہونا کتاب وسنت میں آچکا ہے۔ ان کے علاوہ آپ کے تمام اقوال اور اعمال وحی پر مبنی ہیں۔"[۵]

تقلید ناجائز ہے۔

مسئلہ تقلید چوتھی صدی ہجری سے مسلمانوں کے مختلف مذاہب و مسلک میں باعث نزاع رہا ہے۔ تقلید کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے "کسی شخص کی رائے کو اس کی دلیل اور قوت دلیل کے جانے بغیر قبول کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔"[۶] بعض علماء نے کچھ شرائط کے ساتھ اس کے جواز کی رائے دی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ تقلید کے جواز کے قائل ہیں لیکن وہ اس میں افراط کرنے والے چار قسم کے افراد کی تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں۔

۱۔ وہ شخص جسے خود یک گونہ اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو خواہ ایک ہی مسئلہ ہو۔

۲۔ جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم یا ممانعت صاف ظاہر ہو جائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے، پھر بھی وہ حدیث کے خلاف کرے۔

---

[۱] احکام ومسائل 46:1

[۲] مودودی، ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص 121

[۳] احکام ومسائل 67:1

[۴] غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد، لاہور، 2008ء، ص 15

[۵] احکام ومسائل 571:1

[۶] جامع الاصول، ص 623

۳۔وہ عامی شخص جو کسی معین فقہ کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے کہ اس سے خطا ممکن نہیں اور دلیل اس کے خلاف بھی ظاہر ہو جائے تب بھی اس کا قول ترک نہ کرے۔

۴۔جو شخص یہ جائز نہ سمجھتا ہو کہ مثلاً کوئی حنفی کسی شافعی سے مسئلہ پوچھ لے یا اس کی تقلید کرے۔اسی طرح اس کے برعکس۔[1] برصغیر کے علمائے اہل حدیث کا احناف سے بنیادی اختلاف بھی اسی امر پر رہا ہے۔حافظ عبدالمنان نے تقلید کی یوں تعریف کی ہے اور پھر سے ناجائز قرار دیا ہے:''تقلید یعنی کتاب وسنت کے منافی قول وفعل کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ناجائز ہے۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

دنیاوی زندگی میں رؤیت باری تعالیٰ ناممکن ہے۔امام ابن تیمیہؒ نے اہل سنت کے مذہب کو یوں بیان کیا ہے:''وہ تمام احادیث جن میں یہ آتا ہے(ان محمدا رای ربه بعینه فی الارض) کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو بعینہ دیکھا تو وہ سب جھوٹی ہیں۔۔۔اس طرح ہر وہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپؐ نے وفات سے پہلے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے تو اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اس کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ ان سب کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی مؤمن موت سے پہلے اپنی ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔''[3]

حافظ عبدالمنان بھی اس رائے کی توثیق کرتے ہیں:''۔۔۔ان آیات واحادیث سے وضاحت ہوگئی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔''[4]

قبر یا برزخ میں ثواب یا عذاب،روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

امت مسلمہ میں سے بعض منحرفین کا کہنا ہے کہ عذاب قبر کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ روح کا جسم سے تعلق مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔[5] اس کا رد کرتے ہوئے حافظ عبدالمنان لکھتے ہیں:''قبر یا برزخ میں ثواب یا عذاب،روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔''[6]

عبادات ومعاملات

وضو کے پندرہ(15) فرائض ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک وضو کے چار فرائض ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔[7] امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک وضو

---

[1] عقد الجید،ص105-112

[2] احکام ومسائل1:581

[3] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام3:386

[4] احکام ومسائل2:86

[5] دامانوی،ابو جابر عبداللہ،قبر کا عذاب حق ہے''ماہنامہ محدث''لاہور،ج27ش6جولائی1996ء،ص64

[6] ایضاً1:67

[7] المائدہ:6

کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا، چہرہ دھوتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک وضو میں ترتیب، امام ملکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وضو میں موالات (اعضاء کا یکے بعد دیگرے پے در پے دھونا) امام مالکؒ کے نزدیک وضو میں اعضاء کا ملنا، امام احمدؒ اور اسحاق بن راھویہؒ کے نزدیک کانوں کا مسح بھی فرض ہے۔ یہ سب چیزیں اکثریت سلف کے نزدیک سنت ہیں۔[1]

حافظ عبدالمنان نور پوری نے ان تمام امور کو جمع کر کے، فرض قرار دے کر ایک ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض اور سنت کی تعریف کے معاملے میں وہ فقہائے سلف اور علمائے اہل حدیث سے الگ رائے رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر صحیح و حسن حدیث سے ثابت شدہ امر فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ وضو کے فرائض بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''بندہ نے جس قدر احادیث مبارکہ بیان کی ہیں ان میں کوئی بھی حدیث حسن لغیرہ سے کم درجہ کی نہیں۔''[2]

وضو کے پندرہ فرائض ہیں۔

۱۔ نیت واخلاص ۲۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا ۳۔ کلی کرنا ۴۔ ناک میں پانی چڑھانا ۵۔ ناک جھاڑنا ۶۔ ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ ۷۔ چہرہ دھونا ۸۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا ۹۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا ۱۰۔ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا ۱۱۔ سر کا مسح کرنا ۱۲۔ کانوں کا مسح کرنا ۱۳۔ ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا ۱۴۔ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا ۱۵۔ دائیں جانب سے ابتدا کرنا[3]

دوسری صف میں اکیلا مقتدی نماز دہرائے گا۔

صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز کے بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر وہ اکیلا ہے تو اسے اکیلے ہی پڑھ لینی چاہیے اور یہ نماز کافی ہو جائے گی۔ امام احمدؒ کے نزدیک صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوگی۔[4]

حافظ عبدالمنان نور پوری کہتے ہیں: ''اگر صف مکمل ہو جائے تو مقتدی اکیلا صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ اگر کوئی آدمی ساتھ مل جائے تو فبہا ورنہ جتنی رکعات اکیلا پڑھے اتنی امام کے سلام کے بعد اٹھ کر پڑھ لے۔ صف سے آدمی کھینچنے والی روایت کی سند کمزور ہے۔''[5]

قصر کی مسافت اور مدت

سفر کی کم از کم کتنی مقدار ہے جس میں قصر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان بھی اس بارے میں کوئی ایک رائے نہیں ہے۔

مختلف صحابہؓ نے نبی ﷺ کے مختلف سفروں کے پیش نظر مختلف قیاسات کیے ہیں۔ امام ابن منذر اور دوسرے علماء نے اس بارے میں سلف کے

---

[1] الحداد، عاصم، فقہ السنہ، الفیصل، لاہور 2003ء، ص 59

[2] احکام و مسائل 1:82

[3] ایضاً 1:81-82

[4] فقہ الحدیث 1:502

[5] احکام و مسائل 1:140

بیس سے زیادہ مسلک نقل کیے ہیں۔یہی کیفیت قصر کی مدت کے متعلق ہے۔[1]

حافظ عبدالمنان نور پوری اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''قصر نماز کی مسافت تیئس (23) کلومیٹر ہے کیونکہ حدیث میں نو میل وارد ہے اور یہ میل انگریزی میل سے بڑے تھے اور مدت قصر چار روز ہے۔''[2]

نماز کی قضاء کے وقت فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی ادا کی جائیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک: ''کوئی نفل نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھنا صحیح نہیں ہے سوائے فجر کی دو سنتوں کے جن کی قضا طلوع آفتاب کے بعد سے زوال کے وقت تک پڑھ لینی چاہیے۔''[3] حافظ عبدالمنان نور پوری لکھتے ہیں: ''فرض بھی پڑھے اور سنتیں بھی پڑھے۔رسول اللہ ﷺ کی ظہر کی بعد والی سنتیں رہ گئیں تھیں تو آپؐ نے انہیں عصر کے بعد پڑھ لیا تھا۔''[4]

اگر نفلی عبادت خود ختم کرے تو دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک نفل نماز شروع کر کے توڑ دی گئی ہو تو اس کی قضاء لازم ہے۔[5] حافظ عبدالمنان نور پوری کی رائے یہ ہے: نفلی نماز، روزہ کو شروع کرنے کے بعد ان کا اتمام بھی نفل ہی ہے، واجب والا قول بے دلیل ہے۔''[6]

معاملات

رضاعت کے لیے بچپن کے دو سال میں پانچ رضعات ضروری ہیں۔

رضاعت کی مدت، عمر اور تعداد میں اختلاف ہے۔جمہور علماء امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی دودھ پی لے حرمت ثابت ہو جائے گی۔خواہ ایک مرتبہ ہی پیے۔امام شافعیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کے نزدیک پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح رضاعت کی مدت میں اختلاف ہے۔جمہور علماء کے نزدیک دو سال ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی سال اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہے۔[7]

حافظ عبدالمنان نور پوری کی اس ضمن میں رائے ہے: ''رضاعی رشتہ ثابت ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔

ا۔ دودھ پینے والا بچہ دو سال کی عمر کے اندر اندر دودھ پیے۔

---

[1] فقہ السنہ، ص 286

[2] احکام و مسائل 236:1

[3] اسلامی فقہ، ص 147

[4] احکام و مسائل 262:2

[5] اسلامی فقہ، ص 147

[6] احکام و مسائل 422:2

[7] فقہ الحدیث 235:2

۲۔صحیح مسلم میں ہے: پانچ رضعات محرم ہیں، تو اگر دودھ پینے والا بچہ پانچ رضعات سے کم مقدار میں دودھ پیے گا تو بھی رضعی رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔''۱

مرتہن ارض مرہونہ سے فائدہ حاصل کر سکتاہے۔

رہن شدہ جانور سے تو بنص حدیث۲

فائدہ اٹھانا جائز ہے لیکن اس کے علاوہ رہن شدہ اشیاء سے فائدہ اٹھانے میں اختلاف ہے۔اس حوالے سے حافظ عبدالمنان نور پوری لکھتے ہیں:

''سواری اور لویری مرہون ہوں تو ان سے سواری اور دودھ والا فائدہ اٹھانا بعوض خرچہ کا تو نص میں ذکر موجود ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مرہونہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ فائدہ سود نہ بنے۔زمین مرہون ہو تو اس کا یہی حکم ہے۔''۳

''بیع تقسیط ''میں جب نقد اور ادھار کا فرق ہو،ناجائز ہے۔

ادھار یا قسطوں پر خریداری کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔نقد اور ادھار دونوں صورتوں میں ایک ہی قیمت ہو۔ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔تاہم اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

۲۔ادھار میں نقد سے زیادہ قیمت وصول کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ چیز نقد سو روپے اور ادھار ایک سو دس کی ہوگی تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔جمہور فقہاء و محدثین کی رائے میں یہ جائز ہے۔۴

ادھار میں نقد سے زیادہ قیمت وصول کی جائے تو بعض علماء اہل حدیث کے نزدیک بنص حدیث ناجائز ہے:''نھیٰ رسول الله ﷺ عن بیعتین فی بیعة ۵ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔''۶

حافظ عبدالمنان نور پوری بھی دوسرے موقف کے حامی ہیں:''قسطوں پر بیع کی صورتیں دو ہیں۔ایک قسطوں میں جو قیمت وصول کی جائے وہ نقد قیمت کے برابر ہو نہ کم نہ زیادہ، دوسری قسطوں میں جو قیمت وصول کی جائے وہ نقد قیمت سے زیادہ ہو۔پہلی صورت درست و جائز ہے جب کہ دوسری صورت نادرست و ناجائز ہے۔''۷

۱احکام و مسائل 322:1

۲بخاری، کتاب الرھن، باب الرھن مرکوب و محلوب، رقم الحدیث 2512

۳احکام و مسائل 363:1

۴دور حاضر کے معاملات کا شرعی حکم، ص 101

۵جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجآء فی النھی عن بیعتین فی بیعة، رقم الحدیث 1231

۶آپ کے مسائل اور ان کا حل 455:2

۷احکام و مسائل 558:2

انشورنس اور پریمیم بوجه سود اور جوا حرام ہیں۔

برصغیر کے علمائے اہل حدیث کی متفقہ رائے ہے کہ انشورنس کا کاروبار بوجہ سود اور جوئے کے مرکب ہونے کے حرام ہے۔[1] حافظ عبدالمنان نورپوری بھی اس رائے کے قائل ہیں: ''انشورنس کا کاروبار اور پریمیم بوجہ سود اور جوا حرام ہیں۔''[2]

بنک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھلوانا بھی جائز نہیں ہے۔

بعض علماء نے مجبوری کے پیش نظر بنک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھلوانے کی اجازت دی ہے۔ان کی رائے میں رقم کی حفاظت وغیرہ کے لیے یہ مجبوری ہے۔[3] حافظ عبدالمنان نورپوری اس رائے کو رد کرتے ہیں: ''واضح رہے کہ سودی بنکوں میں کرنٹ اکاؤنٹ والے سودی کاروبار میں بنک کے معاون ہیں۔''[4]

رائج جمہوریت اور الیکشن کتاب وسنت سے ثابت نہیں

پاکستان کے بعض علماء نے رائج جمہوریت اور الیکشن میں حصہ لینے کو روا قرار دیا ہے جن کی ایک دلیل یہ ہے کہ پاکستانی دستور میں حاکمیت الٰہی کا اثبات کیا گیا ہے۔دوسری دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ تبدیلی اقتدار کے لیے یہ پرامن طریقہ ہے۔اقتدار کے ایوانوں کو فساق کے لیے خالی چھوڑنا بہتر نہیں ہے۔[5] حافظ عبدالمنان نورپوری کی رائے یہ ہے: ''رائج جمہوریت والیکشن کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔''[6]

احکام ومسائل۔۔۔منہج واسلوب

''احکام ومسائل'' میں فتاویٰ کا مدار اصلاً قرآن وسنت کے دلائل ہیں۔بہت کم فتاویٰ میں مسالک اربعہ کی کتب فقہ وفتاویٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔

ادلہ اربعہ سے استفادہ

قیاس کے اصول کا استعمال

امام کو غیر نمازی لقمہ دے سکتا ہے۔اس حوالے سے درج ذیل حدیث پر قیاس کیا گیا ہے: ''حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ نماز پڑھیں۔پوری حدیث کتاب سے پڑھ لیں اور اس حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔پھر وہ نماز پڑھ لینے کے بعد نکلا تو نماز عصر کے وقت میں انصار کی ایک قوم پر اس کا گزر ہوا۔وہ بیت المقدس

---

[1] فتاویٰ برکاتیہ،ص295،فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ،ص632

[2] احکام ومسائل 372:1

[3] عثمانی،مولانا محمد تقی،فقہی مقالات،میمن اسلامک پبلشرز،کراچی،1999ء 24:3

[4] احکام ومسائل 495:2

[5] مدنی،حافظ ثناء اللہ،'پارلیمنٹ کی رکنیت اور سرکاری عہدے''ماہنامہ محدث''لاہور،ج28 ش2 جنوری 1997ء،ص53-55

[6] احکام ومسائل 692:2

کی طرف منہ کیے نماز پڑھ رہے تھے تو اس آدمی نے کہا کہ وہ خود گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کعبہ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے تو انصار کی اس قوم نے اپنے منہ پھیر لیے۔ حتیٰ کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔''[1]

سگریٹ، حقہ اور تمباکو کی حرمت

سگریٹ، حقہ اور تمباکو کی حرمت کو قیاساً ثابت کیا گیا ہے۔ اس سوال ''کہ چائے بھی تو ایک نشہ کی طرح ہے۔'' کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سگریٹ، حقہ اور تمباکو میں تو نشہ ہے، چائے میں کوئی نشہ نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اول الذکر تینوں چیزیں انسان کے حواس اور عقل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے: عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''والخمر ما خامر العقل''[2]

''استمناء بالید'' کے ضمن میں امام شافعیؒ کا استدلال

''ناکح الید ملعون'' کیا حدیث ہے؟ استمناء بالید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جواب میں لکھتے ہیں: ''ان لفظوں ''ناکح الید ملعون'' سے مجھے حدیث نہیں ملی، البتہ حافظ ابن کثیر نے سورۃ المومنون کی آیت (فَمَنِ ابتَغیٰ وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاولٰئِکَ ھُمُ العَادُون) کی تفسیر میں لکھا ہے ''قد استدل الامام الشافعی رحمة الله تعالیٰ و من وافقه علی تحریم الاستمناء بالید''.... امام شافعیؒ وغیرہ کا آیت کریمہ سے استدلال درست ہے۔''[3]

---

[1] بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلہ، رقم الحدیث 384

[2] احکام و مسائل 1:456

[3] ایضاً 1:491

فصل دوم فتاویٰ اصحاب الحدیث و آپ کے مسائل اور ان کا حل

مبحث اول: فتاویٰ اصحاب الحدیث از ابو محمد حافظ عبدالستار حماد (1371ھ/1952ء-----

فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلد، ایک ہزار تین (1003) صفحات اور ایک ہزار اٹھارہ (1018) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جلد اول 2006ء اور جلد دوم 2009ء میں مکتبہ اسلامیہ، لاہور سے شائع ہوئی۔

شخصی تعارف:

حافظ عبدالستار حماد بن مہتاب دین 16 اپریل 1952ء کو میاں چنوں کے نواحی گاؤں میں پیدا ہوئے۔[1] ابتدائی تعلیم جامعہ سعیدیہ، خانیوال سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالحدیث محمدیہ، جلال پور پیروالا، شجاع آباد سے مستفید ہوئے۔ تکمیل تعلیم جامعہ سلفیہ، فیصل آباد سے کی۔ انہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔[2] آپ کے اساتذہ میں عبدالقادر حلیم زیروی، مولانا محمدی تحیی فیروز پوری اور مولانا سلطان محمود نمایاں ہیں۔[3] مدینہ یونیورسٹی میں آپ کو شیخ محمد ناصر الدین البانی، شیخ عبدالمحسن عباد اور شیخ محمد بن حماد انصاری سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔[4] تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آج کل چیچہ وطنی (ساہیوال) میں مدرس ہیں۔[5] حافظ عبدالستار حماد تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی اہم کتب میں ترجمہ و تشریح مختصر بخاری از زین الدین احمد بن عبداللطیف، آئینہ جمال نبوت ترجمہ الرسول کا نک تراہ اور حجیت حدیث شامل ہیں۔[6]

اہم خصوصیات:

۱۔ یہ فتاویٰ پہلے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور میں چھپتے رہے ہیں۔ جلد اول میں مارچ 2001ء تا جنوری 2005ء اور جلد دوم میں فروری 2005ء تا دسمبر 2007ء کے فتاویٰ شامل ہیں۔

۲۔ فتاویٰ کا اسلوب عام فہم اور آسان ہے۔

۳۔ دلائل زیادہ تر قرآن مجید، کتب ستہ اور حدیث کی دوسری کتب و شروح سے دیے گئے ہیں۔

۴۔ بقول مفتی ابو محمد عبدالستار حماد ''استنباط مسائل میں 'سبیل المومنین' کا التزام کیا گیا ہے۔''[7]

---

[1] دبستان حدیث، ص555

[2] ایضاً ص562

[3] ایضاً ص558

[4] ایضاً ص561

[5] ایضاً ص571

[6] ایضاً ص568

[7] فتاویٰ اصحاب الحدیث 38:2

۵۔فتویٰ دیتے ہوئے نرمی اور آسانی کے اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

۶۔جدید مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷۔بعض فتاویٰ تفصیلی انداز میں لکھے گئے ہیں مثلاً

فتنہ تکفیر[۱] تبرکات نبوی ﷺ کی شرعی حیثیت[۲]

قادیانیوں سے تعلقات کی شرعی حیثیت[۳]

نمازوں کے اوقات[۴]

نماز کے دوران سترہ کی شرعی حیثیت[۵]

بیع بالاقساط[۶]

دوران تشہد انگشت شہادت کو حرکت دینے کی شرعی حیثیت[۷]

عشر کی مقدار اور احکام[۸] خصی جانور کی قربانی[۹]

فتاویٰ ''اصحاب الحدیث'' کے اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے ضمن میں مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی کی گئی ہے۔صفات باری تعالیٰ کو بلا تشبیہ وتکییف بیان کیا گیا ہے۔توحید کا پرزور بیان اور بدعات کا رد کیا گیا ہے۔

اللہ کی صفات کا بیان

اللہ کی صفات کا بیان مذاہب اسلامیہ میں معرکہ آراء مسئلہ رہا ہے۔ان کی تاویل وتوجیہہ کے ضمن میں مختلف گروہ وجود میں آتے رہے

۱۔فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:36-38

۲۔ایضاً 1: 42-48

۳۔ایضاً 1:57-60

۴۔ایضاً 1:74-75

۵۔ایضاً 1:92-95

۶۔ایضاً 1:230-236

۷۔ایضاً 2:105-108

۸۔ایضاً 2:209-212

۹۔ایضاً 2:371-373

ہیں مثلاً مجسمہ اور مؤدلہ وغیرہ۔ مفتی ابومحمد عبدالستار حماد نے ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یوں صفات باری تعالیٰ کو بیان کیا ہے:۱ "یہ حدیث (جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے) اللہ تعالیٰ کی کئی ایک صفات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات دو طرح کی ہیں۔ ثبوتیہ اور سلبیہ صفات ثبوتیہ: سے مراد وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اپنے لیے ثابت کی ہیں جیسے علم اور قدرت وغیرہ صفات سلبیہ: سے مراد وہ صفات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کے ذریعے نفی کی ہے جیسے نیند اور تھکاوٹ وغیرہ۔۔۔ شیخ صالح عثیمین اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین اس قسم کی نصوص کو ان کے حقیقی اور ظاہری معنی پر ہی محمول کرتے ہیں اور ان صفات کو اللہ رب العزت کے شایان شان ثابت کرتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی تمثیل اور کیفیت کو متعین نہیں کرتے۔"

دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن نہیں

اس حوالے سے مذہب اہل سنت والجماعت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "بحالت بیداری اس عالم رنگ و بو میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"۲

زیارت قبر نبوی ﷺ کی احادیث ناقابل اعتبار اور ضعیف ہیں۔

علما کے نزدیک زیارت قبر نبوی زیارت قبور کے عام حکم کے تحت ہے۔ لیکن خوش اعتقاد لوگوں میں اس حوالے سے بہت سی روایت پھیلی ہوئی ہیں۔ مفتی عبدالستار حماد اس ضمن میں لکھتے ہیں: "اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں، وہ سب ناقابل اعتبار اور ضعیف ہیں۔"۳

حیات مسیحؑ اور نزول مسیحؑ کا تعلق ہمارے عقائد سے ہے۔

مسلمانوں میں سے بعض فرقے اور گروہ حیات مسیحؑ اور نزول مسیحؑ کے بارے میں شک وشبہ اور انکار کا شکار ہیں۔ ان کے خیال میں مسیح علیہ السلام کو ایسے ہی موت آئی ہے جیسے دوسرے افراد کو۔۴ مفتی عبدالستار حماد اس ضمن میں مذہب اہل سنت کو یوں بیان کرتے ہیں: "حیات مسیحؑ اور نزول مسیحؑ کا عقیدہ ہمارے عقائد سے ہے۔ جس کی بنیاد قرآنی آیات اور متعدد احادیث ہیں، جو معنوی طور پر حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔"۵

شرعی خلیفہ کی شرائط

شرعی خلیفہ کی شرائط کے ضمن میں علماء وفقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ اس میں ایک اختلاف تو اس کے قریشی ہونے کے بارے میں ہے۔ دوسرا اختلاف اس کے انتخاب کے بارے میں ہے کہ وہ کیسے ہو؟ اس حوالے سے مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں:

"(۱) وہ قریشی ہو بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ اقامت دین کے لیے سرگرم عمل ہو۔

(۲) جسمانی اور عملی طور پر انتہائی مضبوط ہو۔

---

۱ فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:53-54

۲ ایضاً 2:63

۳ ایضاً 1:51

۴ میزان، ص 178   ۵ فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:69

(۳)اللہ تعالیٰ کی حدود کو عملاً نافذ کرنے کی اپنے اندر ہمت رکھتا ہو۔

(۴)امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں با اختیار ہو۔

(۵)امت مسلمہ نے اسے اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازا ہو۔''[۱]

اگر رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے

مفتی عبدالستار حماد نے سترہ کے مسائل کے ضمن میں محدثین کا یہ اصول نقل کیا ہے: ''محدثین کرام کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور فعل کو خصوصیات پر محمول کیا جاتا ہے۔''[۲]

عبادات

جرابوں پر مسح جائز ہے۔

برصغیر کے اہل حدیث علماء کی اکثریت جرابوں پر مسح کے جواز کی قائل ہے۔بعض علماء موٹی جرابوں کی شرط بھی لگاتے ہیں۔[۳] مفتی عبدالستار حماد اس ضمن میں کسی شرط کے قائل نہیں ہیں: ''مختصر یہ کہ جرابوں پر مسح جائز ہے خواہ موٹی ہوں یا باریک،خواہ پھٹی پرانی ہی کیوں نہ ہوں۔نیز مسح کرنے کے بعد انہیں کسی وجہ سے اتار دینا ناقص وضو نہیں ہے۔''[۴] مفتی حماد صاحب پھٹی پرانی کے ضمن میں کسی تحدید کے قائل نہیں ہیں۔[۵] اور اس رائے کہ جرابیں اتارنا ناقص وضو نہیں ہے کے قائل امام ابوداؤد ظاہری اور امام ابن ابی لیلیٰ ہیں۔[۶]

سترہ کا اہتمام ضروری ہے۔

جمہور علماء نے سترے کو مستحب[۷] امام شوکانی ،امام ابن حزم اور علامہ ناصر الدین البانی نے اسے واجب قرار دیا ہے۔[۸] مفتی عبدالستار حماد کی رائے بھی وجوب کی طرف ہے: ''بہر حال رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ گھر،مسجد،آبادی،صحرا،منیٰ،عرفات،بیت اللہ الغرض جہاں بھی نماز پڑھتے ،سترہ کا اہتمام کرتے۔آپؐ کے صحابہ بھی اس پر عمل پیرا تھے۔اس لیے یہ نمازی کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود سترہ کا اہتمام کرے۔''[۹]

دوران نماز قرأت کے لیے قرآنی سورتوں کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہے۔

اہل حدیث علماء کے نزدیک قرأت جو نماز کے دوران کی جائے ،سورتوں کی ترتیب ضروری نہیں ہے۔احناف اسے کراہت پر محمول کرتے

---

[۱] فتاویٰ اصحاب الحدیث 65:2

[۲] ایضاً 96:1

[۳] فتاویٰ برکاتیہ،ص18

[۴] فتاویٰ اصحاب الحدیث 67:1 [۵] ایضاً

[۶] بدایۃ المجتہد،ص68 [۷] سبل السلام 329:1

[۸] فقہ الاسلام،ص148 [۹] فتاویٰ اصحاب الحدیث 99:1

ہیں۔[1] مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں: ''دوران نماز قرأت کے لیے قرآنی سورتوں کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہے۔''[2]

دوران نماز قرأت کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

دوران نماز قرأت کا جواب دینے کا مسئلہ اہل حدیث علماء میں مختلف فیہ ہے۔فتاویٰ ستاریہ میں اس کا جواز بیان کیا گیا ہے۔[3] مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں: ''دوران نماز قرأت کا جواب نہیں دینا چاہیے۔''[4]

سسرال میں قصر نماز ہو سکتی ہے۔

بعض احناف فقہاء کے نزدیک مرد سسرال میں مکمل نماز پڑھے گا۔[5] مفتی عبدالستار حماد اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''اگر آدمی کے سسرال اتنی مسافت پر ہوں جہاں نماز قصر کی جا سکتی ہے تو اسے اپنے سسرال کے ہاں بھی قصر کرنا چاہیے۔''[6]

غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت

غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے۔جمہور، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اس کے قائل ہیں۔جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک نماز جنازہ مطلق طور پر مشروع ہی نہیں۔[7] مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں: ''غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق علمائے متقدمین میں اختلاف ہے۔۔۔ ہمارا رجحان جواز کی طرف ہے۔''[8]

قرآن خوانی کا میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔

ایصال ثواب کی مختلف صورتوں میں کون سی صورت درست ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے اختلاف ہے۔امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا۔البتہ مالی عبادات مثلاً صدقہ یا مالی و بدنی مرکب عبادات مثلاً حج کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ انسان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے۔خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا صدقہ یا حج وعمرہ[9] مفتی عبدالستار حماد اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''میت کو ثواب پہنچانے کے

---

[1] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ 438:1

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث 112:1

[3] فتاویٰ ستاریہ 63:3

[4] فتاویٰ اصحاب الحدیث 110:1

[5] شامی، محمد امین بن عمر بن عابدین، علامہ، ردالمحتار علی الدرالمختار (مترجم: مولانا خرم علی) سعید کمپنی، کراچی 1399ھ 1:0 4

[6] فتاویٰ اصحاب الحدیث 141:1

[7] فقہ الحدیث 627:1

[8] فتاویٰ اصحاب الحدیث 164:1

[9] تفہیم القرآن 5:215-216

لیے رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی نشان دہی کی ہے،ان میں قرآن خوانی کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس کا وجود عہد صحابہؓ اور تابعین میں ملتا ہے۔[1]

پھلوں اور سبزیوں پر عشر کا وجوب

پھلوں اور غلہ جات کے اوپر زکوٰۃ کے سلسلے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔امام شافعیؒ،امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا کہنا ہے کہ صرف ایسی کھیتیوں اور پھلوں میں زکوٰۃ ہے جو کھانے اور ذخیرہ کرنے کے قابل ہوں۔امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بھی اسی کے قائل ہیں۔البتہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے کہ لکڑی،گھاس اور اس کے علاوہ ہر ایسی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے جسے زمین اگاتی ہے۔اسی طرح داؤد ظاہری کا موقف یہ ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے۔[2] مفتی عبدالستار حماد اس حوالے سے رقم طراز ہیں:''ایسی سبزیاں اور ترکاریاں جو جلدی خراب نہیں ہوتیں مثلاً آلو،پیاز،لہسن،ادرک اور پیٹھا وغیرہ،ان پر زرعی زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہوگا لیکن جو ترکاریاں تازہ استعمال ہوتی ہیں ان پر زرعی زکوٰۃ نہیں بلکہ سال کے بعد ان کے منافع پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔۔۔پھلوں میں بھی زرعی زکوٰۃ ہے بشرطیکہ انہیں دیر تک استعمال کیا جا سکے۔''[3]

بیوہ عورت دین دار،قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ حج کر سکتی ہے۔

حج کا فریضہ ہر صاحب استطاعت مکلّف مردِ مسلم پر واجب ہے لیکن کیا عورت پر حج واجب ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم ہو جو سفر حج میں اس کا ساتھ دے سکے؟امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ وجوب کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔عورت حج کے لیے نکل سکتی ہے اگر اسے محفوظ رفاقت میسر آ جائے۔امام ابو حنیفہؒ،امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ محرم کا وجود اور سفر میں اس کی رفاقت وجوب کی شرط ہے۔[4] اس حوالے سے مفتی عبدالستار حماد فقہاء کا موقف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''ہمارا موقف یہ ہے کہ بیوہ عورت اپنے ساتھ مالی تنگی کی وجہ سے محرم کو ساتھ لے جانے سے قاصر ہے۔لہٰذا اگر ایسی عورت دوسری دین دار،قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ حج پر چلی جائے جو اپنے شوہروں یا محرموں کے ہمراہ حج پر جا رہی ہوں تو ان شاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔''[5]

معاملات

بیع بالاقساط جائز ہے۔(نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کے ساتھ)

ادھار میں نقد سے زیادہ قیمت وصول کی جائے تو بعض علماء اہل حدیث کے نزدیک بنص حدیث ناجائز ہے۔[6] مفتی عبدالستار حماد اس کے

---

1. فتاویٰ اصحاب الحدیث 175:1
2. فقہ الاسلام ص 356
3. فتاویٰ اصحاب الحدیث 182:1
4. بدایۃ المجتہد ص 430
5. فتاویٰ اصحاب الحدیث 190:1
6. احکام و مسائل 558:2

جواز کے قائل ہیں: ''۔۔۔ان قرائن وشواہد کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کیا جاسکتا ہے اور ادھار کی اقساط بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ معاملہ غلط ہے کہ اگر کسی ایک قسط میں دیر ہو جائے تو اس کی باقی اقساط ضبط کر لی جائیں یا مدت بڑھا کر ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے۔ایسا کرنا سراسر زیادتی اور ظلم کے ساتھ صریح سود ہے۔''[1]

گروی شدہ زمین سے مرتہن بعض شرائط کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

گروی شدہ زمین سے مرتہن کے فائدہ اٹھانے کے حوالے سے علماء اہل حدیث میں اختلاف ہے۔سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری، مولانا عبدالوہاب، مولانا سید عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی اور حافظ عبداللہ روپڑی عدم جواز کے قائل ہیں۔[2] مفتی عبدالستار حماد بعض شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے قائل ہیں: ''ہمارے نزدیک زمین کا اصل مالک قرض لینے والا ہے۔اس لیے اس کا حق ہے کہ وہ اسے خود کاشت کر کے اس سے نفع حاصل کرے۔۔۔اگر کسی وجہ سے ایسا ناممکن ہو تو جس کے پاس زمین گروی رکھی گئی ہے وہ خود اسے کاشت کرے اور اس پر اٹھنے والے اخراجات کو منہا کر کے نفع وغیرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ایک حصہ اپنی محنت کے عوض خود رکھ لے اور دوسرا حصہ زمین کے اصل مالک کو دے دیا جائے یا حصہ دینے کی بجائے اس کے قرض سے منہا کر دیا جائے۔''[3]

مالک دکان/ مکان کا پگڑی (Advance) لینا ناجائز وحرام ہے۔

پگڑی (Advance) کی شرعی حیثیت میں علماء اہل حدیث میں اختلاف ہے۔فتاویٰ ستاریہ میں مفتی محمد ادریس سلفی نے اسے اجارہ قرار دے کر جواز کا فتویٰ دیا ہے۔[4] جبکہ مفتی عبدالستار حماد نے یہ رائے دی ہے: ''۔۔۔مروجہ پگڑی کا کاروبار ناجائز اور حرام ہے۔اگر مالک دکان پیشگی وصول کی ہوئی رقم ماہ بماہ کرایہ میں وضع کرتا رہے تو ناجائز ہے۔''[5]

خلع کے بعد میاں بیوی کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔

خلع طلاق شمار ہوگی یا فسخ نکاح، اس ضمن میں اختلاف ہے۔جمہور علماء نے خلع کو طلاق کہا ہے۔[6] شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام خطابی اور شیخ البانی نے خلع کو فسخ ہی کہا ہے۔[7]

مفتی عبدالستار حماد بھی خلع کو فسخ نکاح سمجھتے ہیں۔اس لیے نکاح ثانی کے بغیر شرعی حلالہ کے قائل ہیں: ''اگر تفریق بذریعہ خلع عمل میں آئے تو

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:236

[2] فتاویٰ نذیریہ 2:281، فتاویٰ اہل حدیث 2:355

[3] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:258

[4] ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 3:52

[5] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:260

[6] بدایۃ المجتہد، ص 709

[7] فقہ الاسلام، ص 611

ایک حیض آنے کے بعد دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں'' [1]

کیا مفقود الخبر کی بیوی کا انتظار چار سال سے کم ہو سکتا ہے؟

جمہور علماء حضرت عمرؓ کے اس فتوے پر عمل پیرا ہیں کہ: ''لاپتہ آدمی کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، پھر شوہر کے فوت ہونے کی عدت گزارے یعنی چار ماہ دس دن اور اس کے بعد اگر چاہے تو شادی کرلے۔'' [2] مفتی عبدالستار حماد بھی اسی کے قائل ہیں لیکن وہ رائے دیتے ہیں کہ مدت انتظار کا تعین حالات وظروف کے تحت کیا جا سکتا ہے: ''امام مالکؒ کے نزدیک زوجہ مفقود کی عدت انتظار چار سال ہے۔۔۔لیکن عدت انتظار کا تعین حالات وظروف کے تحت کیا جا سکتا ہے۔۔۔اس لیے اس مدت کو مزید کم کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا اب اس دور میں ایک سال کا انتظار کافی معلوم ہوتا ہے۔'' [3]

جدید مسائل

عورت کا گاڑی چلانا ممنوع ہے۔

جدید دور میں ذرائع مواصلات میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں۔کیا عورت غیر محرم کے بغیر سفر کر سکتی ہے؟ سعودی علماء جن میں شیخ ابن باز سرفہرست ہیں، اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔مفتی عبدالستار حماد بھی اسی موقف کے قائل ہیں: ''اس کے متعلق ہماری وہی رائے ہے جو مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کی ہے کہ عورت کا گاڑی چلانا شرعاً درست نہیں ہے۔'' [4]

ہونٹ، کان وغیرہ میں پیدائشی عیوب کے لیے پلاسٹک سرجری

اس حوالے سے حافظ مبشر حسین نے علماء کی آراء کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے: ''کسی ناکارہ عضو کی جگہ مصنوعی عضو لگانا بلاشک وشبہ جائز ہے۔خواہ وہ ناکارہ ہونے والا عضو انسان کے بنیادی اعضاء میں سے ہو یا محض حسن وجمال سے تعلق رکھنے والے اعضاء میں سے ہو بشرطیکہ وہ مصنوعی عضو کسی ناپاک چیز سے نہ بنا ہو، البتہ اگر وہ ناکارہ عضو ایسا ہو جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے اور اس کی جگہ ملنے والا عضو ناپاک اشیاء کی آمیزش سے تیار کیا گیا ہے تو پھر ازراہِ مجبوری اس کا استعمال جائز ہے۔ [5]

مفتی عبدالستار حماد بھی اس کے قائل ہیں: ''بعض اوقات قدرتی اسباب کے پیش نظر غذائی مواد کی کمی یا کیمیائی تبدیلی کی وجہ سے بچہ ناقص الخلقت پیدا ہوتا ہے۔ایسے حالات میں اگر کوئی علاج ممکن ہے تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔'' [6]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 390:1

[2] مالک بن انس، امام، مؤطا، کتاب الطلاق، باب عدۃ التی تفقد زوجھا، المکتب الاسلامی، بیروت، 1978ء، رقم الحدیث 1052

[3] فتاویٰ اصحاب الحدیث 399:1

[4] ایضاً 468:1

[5] جدید فقہی مسائل، ص 146

[6] فتاویٰ اصحاب الحدیث 449:2

الکحل ملی پرفیوم کا استعمال

اس مسئلے میں علماء مختلف رائے رکھتے ہیں۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ الکحل اور اس کی بنیاد پر بننے والی اشیاء بذات خود نزدیک نہیں ہیں۔یعنی شراب حرام ہے،ناپاک نہیں ہے۔[1] اس لیے ایسی خوشبو کا استعمال جائز ہے جس میں الکحل کی آمیزش ہو۔مفتی عبدالستار حماد بھی اسی رائے کے قائل ہیں لیکن وہ جواز اور طرح کا دیتے ہیں:''جب پرفیوم وغیرہ استعمال کی جاتی ہے تو اس سے الکحل اڑ جاتی ہے۔صرف خوشبو باقی رہ جاتی ہے۔اگر یہ بات درست ہے تو پرفیوم استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کے استعمال سے کپڑے پلید نہیں ہوتے اور ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔''[2]

فتاویٰ اصحاب الحدیث۔۔۔۔منہج واسلوب

فتاویٰ اصحاب الحدیث میں زیادہ تر دلائل دیگر کتب فتاویٰ اہل حدیث کی طرح قرآن مجید،کتب ستہ اور حدیث کی دوسری کتب وشروح سے دیے گئے ہیں۔تاہم کتب فقہ وفتاویٰ سلف سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔مفتی عبدالستار حماد خود بھی اپنے منہج استنباط مسائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:''استنباط مسائل میں''سبیل المومنین'' کا التزام کیا گیا ہے۔''[3]

ادلہ اربعہ کا استعمال

فتاویٰ اصحاب الحدیث میں ادلہ اربعہ میں سے اجماع اور قیاس کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔

حیات عیسیٰؑ اور نزول عیسیٰؑ پر امت کا اجماع ہے۔

''حیات مسیحؑ اور نزول مسیحؑ کا عقیدہ ہمارے ہاں بنیادی عقائد سے ہے جس کی بنیاد قرآنی آیات اور متعدد احادیث ہیں جو معنوی طور پر حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔۔۔واضح رہے کہ حیات عیسیٰؑ اور نزول عیسیٰؑ کے عقیدے پر امت کا اجماع ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔''[4]

دلیل 'قیاس' کا استعمال

جوتے پہن کر تلاوت کی جا سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جوتا پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔اس حدیث کے پیش نظر جوتا پہن کر قرآن مجید کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔نماز کے لیے تو جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے لیکن تلاوت قرآن کے لیے بہتر ہے کہ جوتے پاک ہوں،ضروری نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔جب کہ حضرت عائشہؓ حالت حیض میں ہوتی تھیں۔بہر حال کرسی پر بیٹھ کر

---

[1] الفقہ الحدیث 158:1

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث 450:2

[3] ایضاً 38:2

[4] ایضاً 69:2

جوتوں سمیت تلاوت کرنا جائز ہے جس میں کوئی قباحت نہیں۔''[1]

زیادہ مقدار میں جسم سے خون نکالنے سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

''بحالت روزہ کسی مریض کی جان بچانے کے لیے خون کا عطیہ جائز ہے لیکن خون دینے والے کو بعد میں روزہ رکھنا ہوگا۔ کیونکہ جسم سے کافی خون نکالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسے سینگی لگوانے کے عمل پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر قلیل مقدار میں خون نکالا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ جیسا کہ کسی مرض کی تشخیص کے لیے سرنج کے ذریعے خون کی کچھ مقدار نکالی جاتی ہے۔ نیز نکسیر یا مسواک یا دانت نکلوانے وقت خون آجانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔''[2]

بحالت روزہ استمناء بالید سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

''اگر روزہ دار نے بحالت روزہ مشت زنی کی اور اس سے انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر روزے کی قضاء لازم ہوگی کفارہ کے متعلق مجھے اس کی صراحت نہیں مل سکی ہے۔ اگرچہ قرآن وحدیث میں کفارہ صرف جماع کی صورت میں واجب ہوتا ہے لیکن مشت زنی کرنے والا، بحالت روزہ رمضان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے جماع کی طرح لذت بھی حاصل کی ہے۔ اس لیے ہمارے رجحان کے مطابق سزا کے طور پر قضاء کے ساتھ ساتھ اسے کفارہ بھی دینا چاہیے، تاکہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔''[3]

مفقود الخبر خاوند کی بیوی کا موجودہ حالات میں ایک سال تک انتظار کافی ہے۔

جمہور علماء حضرت عمرؓ کے فتویٰ کی رو سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ ایسی صورت میں بیوی چار سال تک انتظار کرے۔ پھر عدت پوری کرے۔ مفتی ابومحمد عبدالستار حماد اس ضمن میں سعید بن مسیبؒ عبداللہ بن مسعودؓ اور امام بخاریؒ سے استفادہ کرتے ہوئے اس مدت کو موجودہ حالات میں ایک سال تک کافی قرار دیتے ہیں۔ ''صحیح بخاری میں جناب سعید بن مسیبؒ تابعی کا اپنا فتویٰ یہ ہے کہ وہ عورت گمشدگی سے ایک برس بعد اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسی مدت کے قائل ہیں کہ ابن مسیبؒ نے فرمایا کہ جب کوئی سپاہی میدان دغا میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی اس کا ایک برس تک انتظار کرے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کسی سے ادھار لونڈی خریدی۔ پھر لونڈی کا مالک گم ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کا ایک برس تک انتظار کیا۔ (بخاری، کتاب الطلاق)''[4]

امام بخاریؒ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے اور موجودہ ظروف واحوال کے مطابق یہ موقف قرین قیاس بھی ہے۔ اب چونکہ ذرائع مواصلات اور میڈیا اتنا وسیع اور مستحکم ہو چکا ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں ایک برس کا انتظار کافی معلوم ہوتا ہے۔''[5]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 190:2

[2] ایضاً 214:1

[3] ایضاً 230:2

[4] ایضاً 399:1

[5] ایضاً 191:2

ائمہ سلف وفقہاء سے استفادہ

دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

اس ضمن میں مفتی ابومحمد عبدالستار حماد، امام بیہقیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: ''امام بیہقی کا فیصلہ یہ ہے کہ دوران نماز اگر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے تو چہرے پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں۔ کیونکہ نماز میں کسی ایسے کام کی اجازت نہیں جس کا ثبوت صحیح احادیث سے نہ ملتا ہو۔ البتہ خارج نماز دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرے جاسکتے ہیں۔''[1]

بچے کی مسئولیت اور فقہاء کی آراء

بچے کی مسئولیت کے حوالے سے فقہاء کے اقوال کو بطور استشہاد نقل کیا گیا ہے۔ ''چنانچہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بچہ میں اہلیت ادا معدوم ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے اقوال وافعال پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہوگا اور نہ ہی معاملات میں اس کے تصرفات کا اعتبار کیا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ بچہ جب کسی کا نقصان کرے گا تو مالی لحاظ سے وہ قابل مواخذہ ہوگا۔ البتہ بدنی لحاظ سے اسے سزا وغیرہ نہیں دی جائے گی۔''[2]

گھوڑے کی حلت اور احناف

علمائے اہل حدیث گھوڑے کی حلت کے قائل ہیں۔ مفتی ابومحمد عبدالستار حماد ائمہ احناف کے اقوال اس رائے کی تائید میں نقل کرتے ہیں: ''ائمہ کرام میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس کی حرمت منقول ہے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اپنے استاد سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ (کنز الدقائق:229) محدث ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ گھوڑا حلال ہے۔ (مالابدمنہ:110) مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ گھوڑوں کا کھانا جائز ہے، بہتر نہیں ہے۔ (بہشتی زیور 5:56)''[3]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:411

[2] ایضاً

[3] ایضاً 2:458

مبحث دوم: آپ کے مسائل اوران کا حل از مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی (1388ھ/1968ء ــــــ)

یہ مجموعہ فتاویٰ تین جلدوں، ایک ہزارسات صد پچیس (1725) صفحات اور پانچ صد تئیس (523) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور سے 2004ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ مولانا مبشر احمد ربانی کا دوسرا مجموعہ ''فتاویٰ تفہیم دین'' کے نام سے شائع ہوا ہے جو ایک جلد پر مشتمل ہے۔ جس میں تین سو بائیس (322) فتاویٰ شامل ہیں اوراس کا ڈسٹری بیوٹر دارالعلوم الندیہ سعودی عرب ہے۔ اس مجموعہ میں ہفت روزہ ''غزوہ'' سے ماخوذ فتاویٰ شامل کیے گئے ہیں۔

شخصی تعارف:

مولانا مبشر احمد ربانی یکم اکتوبر 1968ء کو منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم جامعہ سلفیہ، فیصل آباد سے حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اثریہ، جہلم سے استفادہ کیا اور تکمیل بخاری لاہور میں مفتی عبداللہ عفیف کے مدرسے سے کی۔[1]

آپ کے نمایاں اساتذہ میں مفتی عبداللہ عفیف، شیخ ابراہیم خلیل الفضلی، شیخ حافظ ثناء اللہ زاہدی، شیخ ابوالفضل فیض الرحمان ثوری شامل ہیں۔[2] آپ کی فتاویٰ نویسی کا آغاز 1992ء سے ہوا۔ آپ کے فتاویٰ ماہنامہ ''مجلۃ الدعوۃ'' اور ہفت روزہ ''غزوہ'' اور دیگر رسائل وجرائد میں کئی سال سے مسلسل شائع ہورہے ہیں۔ آج کل مولانا مبشر احمد ربانی لاہور میں ایک دینی مدرسے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔

اہم خصوصیات:

۱۔ یہ فتاویٰ پہلے ''مجلۃ الدعوۃ'' میں شائع ہوئے۔ پھر انہیں کتابی شکل دی گئی۔

۲۔ مجموعہ کی ہر جلد بذات خود ایک مکمل کتاب ہے جس میں عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔

۳۔ فتاویٰ میں دلائل کا اصلاً مدار کتاب وسنت ہے۔

۴۔ صرف صحیح وحسن احادیث سے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

۵۔ بعض مسائل کی اہمیت کے پیش نظر دوسری آراء کے ساتھ موازنہ اور محاکمہ کا طریق اختیار کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے راجح موقف نمایاں ہو۔

۶۔ فتاویٰ سادہ اور سلیس اردو میں تحریر کیے گئے ہیں۔

۷۔ اکثر فتاویٰ مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی کے قلم سے ہیں۔ بعض فتاویٰ کے جوابات مولانا عبدالسلام بھٹوی، مولانا عبدالرحمان عابد اور مولانا رحمت اللہ ربانی کے ہیں۔ جن کا فتاویٰ کے آخر میں اشارہ بھی کیا گیا ہے۔[3]

۸۔ بعض فتاویٰ مفصل لکھے گئے ہیں مثلاً

---

[1] مقالہ نگار سے مبشر ربانی کی گفتگو

[2] آپ کے مسائل اوران کا حل 48:2

[3] ایضاً 30:1

نبیؐ اور اعزاء پر اعمال کا پیش ہونا[1]

امام سے پہل کرنے کی سزا اور امام کی پیروی کا صحیح طریقہ[2]

ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت کا حکم[3]

حلالہ کی شرعی حیثیت[4]

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا[5]

جہاد کشمیر کی شرعی حیثیت[6] محرم کے بغیر عورت کا سفر[7]

نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا طریقہ[8]

کورٹ میرج کی شرعی حیثیت[9] حالت حیض کی طلاق[10]

آپ کے مسائل اور ان کا حل ۔۔۔ اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے ضمن میں مذہب اہل سنت کی پیروی کی گئی ہے۔ صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں تشبیہ وتعطیل کو رد کیا گیا ہے۔

الله تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے بارے میں محدثین وسلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔''[11]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل 51:1

[2] ایضاً 151:1

[3] ایضاً 162:1

[4] ایضاً 354:1

[5] ایضاً 171:2

[6] ایضاً 381:2

[7] ایضاً 568:2

[8] ایضاً 108:3

[9] ایضاً 334:3

[10] ایضاً 365:3

[11] ایضاً 34:1

قبر میں سوالات کے وقت نبی ؐ کی موجودگی کی کوئی مثبت دلیل نہیں۔

میت سے منکر نکیر جب سوال کرتے ہیں: ما کنت تقول فی ھذا الرجل (ترجمہ) تو اس مرد کے متعلق کیا کہتا ہے؟ا تو کیا رسول اللہ ﷺ کی صورت میت کو دکھائی جاتی ہے؟

اس ضمن میں سے علمائے اہل حدیث میں اختلاف ہے۔ ان کی اکثریت اس کو حضور ذہنی مانتی ہے۔۲ حافظ عبداللہ روپڑی کی رائے یہ ہے: ''کہ رسول اللہ ﷺ مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں۔''۳ مولانا مبشر احمد ربانی بھی حضور ذہنی کے قائل ہیں: ''۔۔۔اسی طرح جو قبر میں رسول اکرم ﷺ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، اس میں لفظ ھذا مستعمل ہے، وہ بھی حضور ذہنی کے لیے ہے۔''۴

مسئلہ تقدیر سے گناہوں پر استدلال درست نہیں۔

بعض افراد فرقہ جبریہ کے تتبع میں کہتے ہیں کہ جب تقدیر لکھی جا چکی ہے تو پھر ہمیں نیک اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو مجبور محض ہیں۔ اس کا رد کرتے ہوئے لکھا گیا ہے: ''۔۔۔ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیے ہیں اور اسے عقل و شعور دیا ہے کہ اپنے لیے ان دونوں راستوں میں سے جو صحیح سمجھے اختیار کر لے۔۔۔ یوں سمجھ لیجیے کہ تقدیر اللہ کے کمال علم و احاطہ کل کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بات نہیں کہ انسان کو اس نے ان لکھی ہوئی باتوں پر مجبور کیا ہے۔''۵

عبادات

کیا ''حائضہ'' کا قرآن چھونے کا جواز ہے؟

علماء کے ہاں ''حائضہ'' کا حکم جنبی جیسا ہے۔ جس طرح جنبی کے لیے قرآن چھونا درست نہیں اسی طرح حائضہ کے لیے بھی درست نہیں۔ بلکہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے کہ بغیر وضو کے بھی قرآن مجید کو نہ چھوا جائے۔۶ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے: ''۔۔۔اہل علم کی آرا مختلف ہیں۔ عدل و انصاف کے ترازو سے جس بات کو ترجیح ملتی ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کو ایسی حالت میں بلا وجہ قرآن مجید کو نہ چھونا چاہیے لیکن پڑھنے اور پڑھانے کے سلسلہ میں اگر چھو بھی لیتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کے فرامین میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کی حرمت پر دال ہو۔''۷

---

۱ بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم الحدیث 1338

۲ فتاویٰ ثنائیہ 173:1

۳ فتاویٰ اہل حدیث 141:2

۴ آپ کے مسائل اور ان کا حل 46:1

۵ ایضاً 38:1

۶ فقہ الحدیث 233:1

۷ آپ کے مسائل اور ان کا حل 90:1

عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔

فقہاءِ احناف مرد وزن کی نماز میں بعض حالتوں میں اختلاف کے قائل ہیں مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا، ہاتھ باندھنا، سجدہ اور تشہد کی کیفیت[1] علمائے اہل حدیث اس قسم کے فرق کے قائل نہیں ہیں۔ آپ کے مسائل اوران کا حل میں کسی بھی فرق کو رد کیا گیا ہے: "نبی کریم ﷺ نے جو کیفیت بیان فرمائی ہے اس میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں۔"[2]

نماز جنازہ سراً پڑھنا زیادہ بہتر واولیٰ ہے۔

برصغیر کے مسلک اہل حدیث کے پیروکار عام طور پر جہری نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ فتویٰ دیا گیا ہے: "نماز جنازہ میں قرأت جہراً وسراً دونوں طرح درست ہے، البتہ دلائل کی رو سے سراً پڑھنا زیادہ بہتر واولیٰ ہے۔"[3]

شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حوالے سے فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔[4] "آپ کے مسائل" میں جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے: "شہید کی نماز جنازہ ضروری نہیں، البتہ اگر پڑھے تو جائز ہے۔"[5]

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھائی جاسکتی ہے۔

اس حوالے سے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ عبرت کی غرض سے قوم کے معزز افراد کو اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، شیخ عبداللہ بسام، شیخ ابن باز کا یہی فتویٰ ہے۔[6] "آپ کے مسائل" میں یہی فتویٰ دیا گیا ہے: "،،، مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ بہرکیف مسلم معاشرے کے ممتاز صاحب علم وبصیرت ایسے لوگوں کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ البتہ عوام الناس اس کا جنازہ پڑھ لیں کیونکہ مرنے والا مسلمان ہے۔"[7]

قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے۔

اس ضمن میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ قبر پر نماز نہیں پڑھے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ قبر پر صرف ولی نماز پڑھ سکتا

---

[1] فقہ الاسلامی، ص 101

[2] آپ کے مسائل اوران کا حل 195:1

[3] ایضاً 244:1

[4] فقہ الحدیث 625:1

[5] آپ کے مسائل اوران کا حل، 229:1

[6] فقہ الاسلام، ص 320

[7] آپ کے مسائل اوران کا حل 228:2

ہے جب کہ اس کی نماز جنازہ چھوٹ گئی ہو۔۔۔امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام داؤدؒ اور ایک جماعت کا مسلک ہے کہ جس کی نماز جنازہ چھوٹ گئی ہو وہ قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے[1] ''آپ کے مسائل'' میں بھی جواز کی رائے کو اپنایا گیا ہے: ''۔۔۔مذکورہ بالا احادیث صحیحہ صریحہ متصلہ، آثار صحابہؓ اور ائمہ دین کے فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا بالکل صحیح و درست ہے۔''[2]

معاملات

قرآن مجید کی تعلیم، خطبہ جمعہ اور امامت کی اجرت لی جا سکتی ہے۔

علماء سلف میں اس حوالے سے اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے اسے مکروہ اور دوسرے گروہ نے جائز کہا ہے[3]۔ علمائے اہل حدیث میں سے اس کے جواز کے قائل ہیں۔[4] ''آپ کے مسائل'' میں یہی موقف اپنایا گیا ہے: ''قرآن مجید کی تعلیم، خطبہ جمعہ، امامت وغیرہ پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔''[5]

''بیع بالتقسیط'' کی صورت میں ادھار کا اضافہ سود شمار ہوگا۔

ادھار میں نقد سے زیادہ قیمت وصول کر لی جائے یا ان کی اقساط مقرر کر لی جائیں تو اکثر علمائے اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے۔[6] تاہم مولانا عبدالمنان نور پوری کے نزدیک یہ سود شمار ہوگا۔[7] ''آپ کے مسائل'' میں آخر الذکر موقف کو اپنایا گیا ہے: ''۔۔۔اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کا نقد قیمت کچھ اور ہو اور اسے ادھار کی قیمت پر دیا جائے تو یہ سود شمار ہوگا۔''[8]

قیمتوں کا تعین بعض حالات میں کیا جا سکتا ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث کے پیش نظر کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ میں اشیاء کا بھاؤ چڑھ گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اشیاء کے نرخ بڑے تیز ہو رہے ہیں۔ آپ ہمارے لیے (ان کے) نرخ مقرر کر دیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''نرخ کا تعین کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ارزاں و سستا کرتا ہے، وہی گراں کرتا ہے اور روزی دینے والا وہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ کوئی شخص تم میں سے مجھ سے خون میں اور مال میں ظلم و

---

[1] بدایۃ المجتہد، ص 330

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل 242:2

[3] بدایۃ المجتہد، ص 897

[4] فتاویٰ ستاریہ 74:3

[5] آپ کے مسائل اور ان کا حل 414:1

[6] فتاویٰ اصحاب الحدیث 236:1، فتاویٰ اہل حدیث 264:2

[7] احکام و مسائل 558:2

[8] آپ کے مسائل اور ان کا حل 455:2

انصافی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔''[1] جب کہ فقہاء کا دوسرا گروہ جس میں امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ وغیرہ شامل ہیں کا موقف ہے کہ اشیائے خوردنی میں گرانی اور ریٹ کا اضافہ خود تاجروں کا پیدا کردہ ہو اور عوام الناس کے پاس اشیائے خورد ونوش آسانی سے نہ پہنچنے دیتے ہوں تو یہ تاجر برادری کا ظلم ہے اور عوام الناس کی بھلائی کی خاطر ان کا ظلم روکنا عین انصاف اور حکومت کا حق ہے تو اس ایک صورت میں اگر کنٹرول ریٹ ہو جائے تو کوئی شرعی قباحت نہیں ہے[2] احکام و مسائل میں بھی اسی موقف کو اپنایا گیا ہے: ''۔۔۔لہٰذا اگر تاجر برادری کی جانب سے ظلم ہو اور عوام الناس کی ضرورت کے باوجود بلا وجہ اشیاء کی فراہمی مناسب ریٹ پر نہ کریں تو انہیں مقررہ قیمت پر فروخت کیا جا سکتا ہے۔''[3]

بیمہ زندگی مطلقاً ناجائز اور حرام ہے۔

اس حوالے سے یہ فتویٰ دیا گیا ہے: ''بیمہ مطلقاً ناجائز اور حرام ہے خواہ زندگی کا ہو یا مکان اور گاڑیوں وغیرہ کا، کیونکہ یہ جوئے اور سود کا مرکب ہے۔''[4]

بوقت مجبوری عطیہ خون دینا جائز ہے۔

خون کی حرمت کے سبھی علمائے اسلام قائل ہیں لیکن خون کے عطیہ کے بوجہ اضطرار قائل ہیں۔[5] ''آپ کے مسائل'' میں بھی اسی رائے کو اپنایا گیا ہے: ''جب بوقت مجبوری ماہر حکماء یا ڈاکٹروں کے کہنے پر مریض کو خون کی ضرورت ہو تو خون کا عطیہ دینا جائز ہے۔''[6]

حرام جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری ناجائز ہے۔

پیوند کاری جدید دور کی طبی سہولتوں میں سے ہے تو کیا پیوند کاری کے لیے ہر قسم کے جانور کے اعضاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ اس حوالے سے حافظ مبشر حسین 'جدید فقہی مسائل' میں لکھتے ہیں: ''مصنوعی اعضاء کے علاوہ جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری کرنا بھی جائز ہے کیونکہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔۔۔کتے اور خنزیر کے علاوہ دیگر جانوروں کے اعضاء سے استفادہ بالاتفاق جائز ہے خواہ ایسا حالت اضطرار میں کیا جائے یا عام حالات میں۔''[7] ''آپ کے مسائل'' میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، جس میں حرام اشیاء کے ذریعے علاج سے منع کیا گیا ہے ''لا تتداوو ابحرام''[8] یہ فتویٰ دیا گیا ہے: ''۔۔۔مندرجہ بالا حدیث سے

---

[1] سنن ابی داوٗد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، رقم الحدیث 3451

[2] ابن تیمیہ، الحسبہ فی الاسلام (مترجم: حافظ اکرام الحق یٰسین) شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد 2006ء، ص 29

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل 486:2

[4] ایضاً 401:1

[5] جدید فقہی مسائل، ص 110

[6] آپ کے مسائل اور ان کا حل 529:3

[7] جدید فقہی مسائل، ص 147-149

[8] سنن ابی داوٗد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروھۃ، رقم الحدیث 3874

معلوم ہوا کہ حرام اشیاء سے علاج کرنا منع ہے۔لہٰذا حرام جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری جسم انسانی میں درست نہیں۔[1]

آپ کے مسائل اوران کا حل۔۔۔۔منہج واسلوب

''آپ کے مسائل اوران کا حل''میں دیگر کتب فتاویٰ اہل حدیث کی طرح،اصل مدار کتاب وسنت کے دلائل پر ہے۔اس حوالے سے وہ اپنے منہج واسلوب کی خود ہی وضاحت کرتے ہیں:''اہل حدیث کا منہج کتاب وسنت ہی ہے جو بات کتاب وسنت سے واجب ہو جاتی ہے وہی ہمارا ایمان وعقیدہ،منہج وراستہ ہے۔جو اس سے ٹکرا جاتی ہے وہ ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں،خواہ وہ بات کسی امام،مجتہد،مفسر،محقق،محدث وغیرہ ہی کی کیوں نہ ہو۔حتیٰ کہ اگر کسی صحابی رسولؐ کی بات اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف آ جائے تو ہمارے نزدیک مسلم نہیں،کیونکہ تمام اختلافات ونزاعات کا حل،اللہ وحدہ لاشریک نے اطاعت باری تعالیٰ اور اطاعت رسول ﷺ میں رکھا ہے۔[2]

''اجماع اور قیاس''کے دلائل کا استعمال

ادلہ اربعہ میں سے اجماع اور قیاس کے دلائل کا استعمال کیا گیا ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا صحیح و درست ہے۔

''مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا صحیح ودرست ہے بلکہ اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔''[3]

حرام جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری ناجائز ہے۔

احادیث میں حرام اشیاء سے علاج سے منع کیا گیا ہے۔اس کو بنیاد مان کر حرام جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری سے قیاساً منع کیا گیا ہے:''۔۔۔مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام اشیاء سے علاج کرنا منع ہے۔لہٰذا حرام جانوروں کے اعضاء کی پیوند کاری جسم انسانی میں درست نہیں۔''[4]

فقہائے مسالک اربعہ ودیگر سے استفادہ

''آپ کے مسائل اوران کا حل''میں اثبات مسئلہ کے ضمن میں فقہائے مسالک اربعہ اور دیگر سے استفادہ بھی نظر آتا ہے۔

حالت جنابت میں مسجد سے گزرا جا سکتا ہے۔

''حالت جنابت میں مسجد سے گزرنا پڑے تو اضطراری صورت میں گزر سکتے ہیں لیکن وہاں جنابت کی حالت میں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىۡ سَبِيۡلٍ حَتّٰى تَغۡتَسِلُوۡا

''اے ایمان والو!جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو بات تم منہ سے نکالتے ہو اس کو سمجھنے لگو،اسی طرح

---

[1] آپ کے مسائل اوران کا حل 555:3

[2] ایضاً

[3]۔ ایضاً 28:1 [4] ایضاً 555:3

حالت جنابت میں، مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔'' (النساء:43) اکثر سلف صالحین جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ، سعید بن المسیبؒ، الضحاک، حسن بصریؒ، عکرمہؒ، نخعیؒ اور زہریؒ وغیرہ کے نزدیک یہاں الصلوٰۃ سے مواضع صلوٰۃ یعنی مساجد مراد ہیں۔ امام ابن جریر نے اسے راجح قرار دیا ہے۔۔۔اور یہی جمہور کا مسلک ہے کہ جنبی کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے، ٹھہرنا جائز نہیں۔''[1]

ولی کی تائید کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

اس موقف کے اثبات میں سلف کی آراء کو نقل کیا گیا ہے: ''یقیناً ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔۔۔یہ بات سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا ابن مسعودؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا ابو ہریرہؓ اور سیدنا عائشہؓ سے مروی ہے اور اس کی طرف امام سعید بن المسیبؒ، امام حسن بصریؒ، امام عمر بن عبدالعزیزؒ امام جابر بن زیدؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ، امام ابن شبرمۃ، امام ابن مبارکؒ، امام عبیداللہ العنبری، امام شافعیؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ اور امام ابوعبیدہؒ گئے ہیں اور یہی بات امام ابن سیرینؒ، امام قاسم بن محمد اور امام حسن بن صلح سے بھی روایت کی گئی ہے۔''[2]

فقہی قاعدہ: ''الضرورات تبیح المحظورات'' ضرورتیں ممنوع اشیاء کو جائز کر دیتی ہیں۔

اس فقہی قاعدے کے تحت دوران نماز ایسے نوٹ اور سکے جن پر تصویر ہو رکھنے کا جواز دیا گیا ہے: ''لہٰذا جیب میں نوٹ اور سکے ایک تو پوشیدہ اور چھپے ہوتے ہیں، عبادت کے وقت سامنے نہیں ہوتے جس کی وجہ سے عبادت میں خلل نہیں آتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ہماری مجبوری ہے اور بامر مجبوری گناہ نہیں۔ لہٰذا اقرب الی الصواب بات یہی ہے کہ جیب میں اگر روپے ہوں تو نماز میں خلل نہیں۔''[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل 221:1

[2] ایضاً 334:1

[3] ایضاً 93:3

فصل سوم فتاویٰ علمیہ و آپ کے مسائل کا حل

مبحث اول: فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام از حافظ زبیر علی زئی (1376ھ/1957ء۔۔۔)

یہ مجموعہ فتاویٰ ایک جلد چھ سو پچانوے (695) صفحات اور چار صد اکیس (421) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مکتبہ اسلامیہ لاہور سے 2009 میں اشاعت پذیر ہوا۔

شخصی تعارف:

حافظ زبیر علی زئی بن حاجی مجدد خان اہل حدیث عالم دین ہیں۔ آپ 25 جون 1957ء کو بمقام پیرداد (نزد حضرو ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔[۱] حافظ زبیر علی زئی نے ایم۔اے اسلامیات (1983ء) اور ایم۔اے عربی (1994ء) کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔[۲] دینی تعلیم انہوں نے مختلف اساتذہ سے حاصل کی جن میں مولانا عبدالغفار حسن، مولانا عطاء اللہ حنیف، سید محب اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین شاہ راشدی، حافظ عبدالحمید ازہر اور مولانا اللہ دتہ سوہدری شامل ہیں۔[۳] آپ علوم قرآن، علوم حدیث، رجال حدیث، متون حدیث، شروح حدیث، اسماء الرجال کے موضوعات پر دسترس رکھتے ہیں۔[۴] آپ عربی اور اردو کے مصنف ہیں۔ آپ کی اہم کتب میں ''اتحاف الباسم'' شرح موطا امام مالکؒ (اردو) اور سنن ابی داؤد کی تخریج وتحقیق (عربی) شامل ہیں۔ ''صحیح التفاسیر' کے نام سے عربی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھ رہے ہیں جس کی ابتدا انہوں نے تیسویں پارے کی ہے۔ مزید برآں ماہنامہ 'الحدیث' حضرو ضلع اٹک کے مدیر ہیں۔[۵]

اہم خصوصیات:

۱۔ یہ فتاویٰ ماہنامہ ''شہادت'' اسلام آباد اور ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو میں چھپ چکے ہیں۔

۲۔ مجموعہ فتاویٰ کو موضوعات کی مناسبت سے انیس (19) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۳۔ اس مجموعہ کی اہم خصوصیت' جو اس کو دیگر فتاویٰ جات سے ممتاز کرتی ہے' وہ احادیث کی مکمل و مفصل تخریج ہے۔

۴۔ ایک باب احادیث کی تخریج اور تحقیق روایات کے لیے وقف کیا گیا ہے۔

۵۔ فتاویٰ کا اسلوب مناظرانہ ہے۔

۶۔ فتاویٰ میں اہل حدیث مسلک کی اصولی خصوصیات کا خاطر خواہ تذکرہ کیا گیا ہے۔

۷۔ فتاویٰ کا اصلاً مدار کتاب وسنت اور فہم سلف ہے۔

۱۔ بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، مکتبہ قدوسیہ، لاہور' 2005ء، ص 185

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً ص 186

۸۔صرف صحیح اور حسن احادیث سے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔

۹۔بعض فتاویٰ تفصیلی انداز میں لکھے گئے ہیں مثلاً قرآن مجید مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور رحمٰن کا عرش پر مستوی ہونا برحق ہے

وحدت الوجود کیا ہے؟[۲]

مصنف عبدالرزاق کا مفقود نسخہ اور حدیث نور[۳]

فتاویٰ علمیہ۔۔۔اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے ضمن میں مذہب اہل سنت کی پیروی کی گئی ہے۔صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں تشبیہ وتعطیل کو رد کیا گیا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذاتہ موجود ہے؟

''۔۔۔بعض الناس کا اس آیت کریمہ [سورۃ الحدید:4] سے یہ مسئلہ تراشنا کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔''[۴]

قرآن مجید مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔

''۔۔۔اس قسم کے حوالے بے حد وشمار ہیں جن سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے اجماع اور اتفاق سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ مسلمانوں کے پاس موجود قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور اسے مخلوق کہنے والا کافر ہے۔''[۵]

ایمان میں کمی بیشی کا مسئلہ

''۔۔۔اہل سنت کا یہی مسلک وموقف ہے کہ ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے۔''[۶]

صحیح حدیث بھی قطعی الثبوت اور حتمی ہوتی ہے۔

''احادیث صحیحہ کو ظنی کہنا غلط ہے بلکہ صحیح حدیث بھی قطعی الثبوت اور حتمی ہوتی ہے جیسا کہ محدثین کرام کی تحقیق ہے۔۔۔صحیح حدیث قرآن کی طرح حجت ہے۔''[۷]

---

[۱] علی زئی زبیر، حافظ، فتاویٰ علمیہ، ص 33-54

[۲] ایضاً ص 55-67

[۳] ایضاً ص 130-139

[۴] ایضاً ص 30

[۵] ایضاً ص 37

[۶] ایضاً ص 73

[۷] ایضاً ص 324

اہل اسلام و اہل کتاب کے علاوہ تمام ادیان کے حاملین کاذبیحہ حرام ہے

''اس پر اجماع ہے کہ اہل اسلام، یہود و نصاریٰ کے علاوہ تمام ادیان مثلاً ہندو، بدھ مذہب اور سکھ وغیرہ کفار و مشرکین کا ذبیحہ حرام ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ مرتد اور زندیق کا ذبیحہ حرام ہے لہٰذا مرزائی، نُصیری اور دروز وغیرہ مرتدین کے ذبائح حرام ہیں''[1]

ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام

''آزر کے بارے میں دو مذہب مشہور ہیں:

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے۔

۲۔ آزر، ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام نہیں ہے۔

میری تحقیق میں پہلا مذہب ہی صحیح اور برحق ہے۔''[2]

عبادات و معاملات

کیا شلوار (چادر وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

''وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کی تو مجھے دلیل معلوم نہیں لیکن میری تحقیق میں وہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو (دوبارہ) وضو کرنے کا حکم دیا جس کا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا۔''[3] اس کو دلیل نہ ماننے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ فقہائے سلف نے اسے ناقض وضو میں شمار نہیں کیا۔[4]

جرابوں پر مسح جائز ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک اگر جرابیں چمڑے کی بنی ہوئی ہوں یا ان کے نیچے چمڑے کے نعل ہوں تو بلا اختلاف ان پر مسح جائز ہے اور اگر وہ نہ چمڑے کی ہوں اور نہ ہی ان کے نعل چمڑے کے ہوں، تو اگر وہ اتنی باریک ہیں کہ ان میں سے پانی گزر جاتا ہو تو بالاجماع ان پر مسح جائز نہیں ہے اور اگر وہ موٹے کپڑے کی بنی ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان پر مسح ناجائز اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آخری عمر میں اپنے موقف سے رجوع کر کے صاحبین کا موقف اختیار کر لیا تھا۔[5] حافظ زبیر علی زئی اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کے نزدیک دو شرطوں کے ساتھ جرابوں پر مسح جائز ہے: اول: ثخینین (جرابیں موٹی ہوں)

دوم: لایشفان (ان جرابوں میں جسم نظر نہ آئے)

یہ شرائط قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ بعض سلف صالحین کے فہم سے ہی سمجھتے ہیں لہٰذا ہمیں ان دونوں شرطوں کا اقرار ہے۔''[6]

---

[1] فتاویٰ علمیہ، ص 92

[2] ایضاً ص 123

[3] ایضاً ص 229

[4] فتاویٰ برکاتیہ، ص 20

[5] بدائع الصنائع، ص 104

[6] فتاویٰ علمیہ، ص 682

مسجد کو کسی دوسری ہیئت (حالت) میں بدلنا

''بہتر یہی ہے کہ مسجد کو تبدیل نہ کیا جائے بلکہ اسے آباد کیا جائے۔ اگر اسی گاؤں کے صحیح العقیدہ لوگ بالاتفاق اسے عیدگاہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کی تحقیق میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''[1]

بغیر اقامت کے نماز کس حکم میں ہے؟

''اذان واقامت شعائرِ اسلام میں سے ہیں، تاہم میرے علم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ اگر سہواً یا تعمداً اذان یا اقامت رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔''[2]

جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ

''مسبوق درج ذیل کام کرے گا: ا۔تکبیر تحریمہ کہے۔ ۲۔اگر حالت قیام قبل از رکوع ہو تو سینے پر ہاتھ باندھ کر سورہ فاتحہ سراً یعنی خفیہ ور آہستہ دل میں پڑھے۔ ۳۔اگر امام رکوع یا سجدے وغیرہ میں ہے تو تکبیر کہتے ہوئے اسی حالت میں شامل ہونا چاہیے، ہاتھ باندھ کر قیام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔''[3]

باقی ماندہ رکعات کی ادائیگی کیسے؟

فقہائے احناف میں سے امام ابوحنیفہؒ وابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جو نماز مسبوق کو امام کے ساتھ ملتی ہے وہ حکماً اس کی اختتامی نماز ہے گو حقیقت میں وہ اس کی ابتدائی نماز ہے اور جو نماز وہ بعد میں ادا کرتا ہے وہ حقیقۃً اگرچہ اس کی اختتامی نماز ہے مگر حکماً اس کی ابتدائی نماز ہے۔ امام محمد کے نزدیک مسبوق امام کے ساتھ جو نماز ادا کرتا ہے وہ حقیقی اور حکمی دونوں طرح سے اس کی اختتامی نماز ہے۔[4]

حافظ زبیر علی زئی اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''۔۔۔حافظ عبداللہ روپڑی کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے ساتھ جو رکعت پائے گا وہ اس مسبوق کی پہلی رکعت ہے۔ وہ بعد میں باقی نماز پوری کرے گا۔''[5]

امام کی نیت نفل نماز کی ہو تو مقتدیوں کی فرض نماز اس کے پیچھے ہو سکتی ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک فرض نماز کے پڑھنے والے کا نفل نماز پڑھنے والے کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔[6] مفتی حافظ زبیر علی زئی اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''۔۔۔البتہ یہ مسئلہ مسلم اور ثابت ہے کہ امام کی نیت نفل نماز کی ہو اور مقتدیوں کی فرض تو دونوں کی نماز درست

---

[1] فتاویٰ علمیہ، ص 238-239

[2] ایضاً، ص 252

[3] ایضاً، ص 278-279

[4] بدائع الصنائع، ص 270

[5] فتاویٰ علمیہ، ص 293

[6] بدائع الصنائع، ص 477

ہے۔''[1]

صف میں اکیلے آدمی کی نماز

فقہائے احناف کے نزدیک صفوں کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز اس وقت مکروہ ہوتی ہے جب اگلی صف میں خالی جگہ (فرجہ) موجود ہو اور اگلی صف میں خالی جگہ نہ ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ اس وقت اس کی حالت معذور کی سی ہوگی جو اس حکم سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔[2]

حافظ زبیر علی زئی اس ضمن میں یہ فتویٰ دیتے ہیں: ''یہ آدمی دوسری صف میں اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ اگر وہ آخر تک اسی طرح اکیلا رہے گا تو اسے یہ نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔۔۔اگر کوئی شخص ایک امام و مقتدی والے مسئلے کو مدنظر رکھتے ہوئے اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ لیتا ہے تو بھی جائز ہے۔''[3]

پہلے تشہد میں درود

''احادیث کے مطالعے کے بعد راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ دو تشہدوں والی نماز میں تشہد اول میں درود شریف پڑھنا جائز بلکہ افضل ہے اور نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔اس سلسلے میں ضروری و واجب والی کوئی بات نہیں۔''[4]

نماز میں قرأت کی ترتیب

''بہتر یہی ہے کہ قرآن مجید ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے جیسا کہ عام احادیث سے ثابت لیکن بغیر ترتیب کے پڑھنا بھی جائز ہے۔''[5]

سجدہ تلاوت واجب یا سنت؟

فقہائے احناف کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔[6] اس ضمن میں مفتی زبیر زئی لکھتے ہیں: ''مشہور صحابی اور کاتب وحی زید بن ثابت فرماتے ہیں: قرأت علی النبی ﷺ [وَالنَّجمِ] فلم یسجد فیھا 'میں نے نبی ﷺ کو سورہ نجم پڑھ کر سنائی تو آپ نے (اس میں) سجدہ نہیں کیا۔(صحیح بخاری:1073)اس حدیث اور دیگر احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت سنت ہے' واجب نہیں ہے۔''[7]

سفر کی مسافت اور قصر نماز کی مدت

مفتی زبیر علی زئی قصر نماز کے لیے سفر کی مسافت اور مدت کے متعلق لکھتے ہیں: ''۔۔۔صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب اول جلد ایک صفحہ

---

[1] فتاویٰ علمیہ،ص295

[2] بدائع الصنائع،ص686

[3] فتاویٰ علمیہ،ص298

[4] ایضاً،ص387

[5] ایضاً،ص409

[6] بدائع الصنائع،ص577

[7] فتاویٰ علمیہ،ص434

242 حدیث:691 میں ہے:'(ترجمہ) یحیٰ بن یزید الھنائی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے نماز قصر کے بارے میں سوال کیاتو انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسخ (نومیل) کے لیے نکلتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ تین میل یا تین فرسخ کے بارے میں شعبہ کو شک ہے۔ شک کو دور کرتے ہوئے نومیل کو اختیار کریں جو کہ عام گیارہ میل کے برابر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کم از کم گیارہ میل (قریباً 20یا22 کلومیٹر) کے سفر پر قصر کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص کی نیت چار دن سے زیادہ قیام کی ہوتو بھی قصر پڑھے گا تاہم روایت ابن عباسؓ کی رو سے اگر اس کا ارادہ بیس دن یا اس سے زیادہ ہوتو اسے نماز پوری پڑھنی چاہیے (صحیح بخاری، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التقصیر وکم یقیم حتیٰ یقصر ج1 ص147 حدیث:1080)''[1]

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

''نجاشیؒ اور شہدائے احد کا غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہے (صحیح بخاری:1371، صحیح مسلم:952) حسب ضرورت غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' اسے معمول نہیں بنانا چاہیے جیسا کہ دیگر نصوص سے واضح ہوتا ہے۔''[2]

فتاویٰ علمیہ۔۔۔منہج واسلوب

فتاویٰ علمیہ میں زیادہ تر دلائل قرآن مجید، کتب ستہ اور حدیث کی دوسری کتب وشروح سے دیے گئے ہیں۔ فتاویٰ میں وہ سلف صالحین کے متفقہ فہم اور آثار کا اعتبار کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:''علماء کے لیے ضروری ہے کہ ہر سوال کا جواب تحقیق کر کے دلائل کے ساتھ دیں اور ادلہ شرعیہ کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ سلف صالحین کے متفقہ فہم اور آثار کے مخالف راستہ کبھی اختیار نہ کریں اور عوام کا کام یہ ہے کہ صحیح العقیدہ علماء سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کریں۔''[3]

ادلہ اربعہ سے استفادہ

فتاویٰ علمیہ میں ادلہ اربعہ میں سے اجماع اور قیاس سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اجماع

اجماع کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لا یجمع اللہ امتی علیٰ ضلالۃ ابداً...)) اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ الخ (المستدرک للحاکم 116/1 ح3992 وسندہ صحیح)۔۔۔ان احادیث اور دیگر دلائل سے معلوم ہوا کہ اجماع امت بھی حجت ہے''[4]

---

[1] فتاویٰ علمیہ، ص436

[2] ایضاً ص534

[3] ایضاً ص25

[4] ایضاً ص24

اذان میں قبلہ کی طرف رخ کرنا اجماع سے ثابت ہے۔

''خلاصہ: اذان میں قبلہ کی طرف رخ کرنا اجماع سے ثابت ہے''[۱]

قیاس

پیشاب کے قطروں کی بیماری اور وضو

''اگر پیشاب کے قطرے مسلسل آنے کی بیماری ہے تو مستحاضہ والی حدیث کی رو سے اسے ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا''[۲]

'مفہوم المخالفہ' سے استفادہ

مردوں کے ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں: ''۔۔۔ مردوں کے لیے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز پر متعدد دلائل موجود ہیں:

۱۔ کتاب وسنت میں ایسی کوئی نص صحیح نہیں ہے کہ مردوں کی نماز ننگے سر نہیں ہوتی۔

۲۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نوجوان عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں کرتا (سنن ابی داؤد 641)۔۔۔ اس حدیث سے بطور مفہوم المخالفہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی نماز ننگے سر ہو جاتی ہے۔''[۳]

۱۔ فتاویٰ علمیہ، ص 244

۲۔ ایضاً ص 229

۳۔ ایضاً ص 395

مبحث دوم: آپ کے مسائل کا حل از انجینئر حافظ ابتسام الٰہی ظہیر (1391ھ/1971ء۔۔۔

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ایک جلد، دوسو صفحات اور پانچ صد سینتیس (537) فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ دارالقرآن والسنۃ لاہور سے 2009ء میں اشاعت ہوئی۔

شخصی تعارف:

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر (پیدائش: 19 اگست 1971ء) معروف اہل حدیث عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر (م: 30 مارچ 1987ء) کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔[1] انہوں نے ملک کے معروف اداروں سے تعلیم حاصل کی جن میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور، پنجاب یونیورسٹی' لاہور اور علامہ اقبال یونیورسٹی' اسلام آباد شامل ہیں۔[2] مرکز اہل حدیث لارنس روڈ لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں اور خطبات جمعہ میں قرآن مجید کی ترتیب کے اعتبار سے سورتوں کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ مزید برآں انہوں نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا بھی آغاز کیا ہے۔[3]

اہم خصوصیات:

۱۔ یہ فتاویٰ جات دراصل انٹرنیٹ پر پوچھے گئے سوالات کے جوابات ہیں۔

۲۔ فتاویٰ کا اسلوب عام فہم اور آسان ہے۔

۳۔ یہ مجموعہ فتاویٰ مختلف شعبہ ہائے جات کے متعلق تینتیس (33) ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کا آغاز ''عقائد کے مسائل'' سے ہوتا ہے اور اختتام ''کتاب فضائل قرآن'' سے ہوتا ہے۔

۴۔ فتویٰ دیتے وقت نرمی اور آسانی کے اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

۵۔ جدید مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ احادیث کے حوالہ جات میں یکسانیت نہیں ہے۔

آپ کے مسائل کا حل۔۔۔ اہم فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ

اصول دین وعقائد

اصول دین وعقائد کے ضمن میں مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی کی گئی ہے۔ صفات باری تعالیٰ کو بلا تشبیہ وتعطیل بیان کیا گیا ہے۔ توحید کا پرزور بیان اور بدعات کا رد کیا گیا ہے۔

۱۔ بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، مکتبہ قدوسیہ، لاہور' 2005ء، ص 41

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً ص 42

اللہ کی صفات کا بیان

''اللہ تعالیٰ اپنی ذات یا وجود کے لحاظ سے عرش پر ہے۔۔۔اور اپنی قدرت، علم، طاقت اور غلبے کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔''[1]

وحدت الوجود کا تصور درست نہیں۔

''قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے، جبکہ وحدت الوجود کے مطابق اللہ ہر پتھر، ہر مورت، ہر عبادت گاہ، مندر اور گرجے میں موجود ہے۔ بعض صوفی اسے توحید تصور کرتے ہیں جبکہ فی الحقیقت وحدت کا قرآن و سنت اور توحید کے صحیح تصور سے کوئی تعلق نہیں۔''[2]

اسلامی شریعت میں تصوف کی حیثیت

تزکیہ نفس اسلامی اصطلاح ہے لیکن اسلامی تاریخ میں اسی غرض سے تصوف کی اصطلاح رائج ہوگئی ہے جس کی بابت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء اس اصطلاح سے ابا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''بعض پرجوش ظاہر بینوں کا یہ استدلال اور اس پر اصرار کہ تصوف کا لفظ چونکہ صدر اسلام کی تاریخ میں رائج نہیں تھا لہٰذا تصوف کے نام سے جو کچھ موجود ہے وہ سارا کا سارا ناقابل اعتبار ہے' یہ کوئی علمی استدلال نہیں ہے۔ یہ اصطلاح اگر صحابہؓ کے زمانے میں نہیں تھی تو تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں وجود میں آچکی تھی۔''[3]

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''تصوف کے معروف تصور کا ہمیں پیارے نبی ﷺ کی زندگی سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہٰذا اسلامی شریعت میں اس کی گنجائش نہیں، روحانی ترقی کے لیے بکثرت ذکر اذکار، دعا یا عبادت کرنا تصوف نہیں بلکہ تصوف کا مفہوم ترک دنیا اور حلال چیزوں سے مبالغے کی حد تک اجتناب ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔''[4]

تقلید کا معنی ومطلب

''نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کے قول کو نبی ﷺ کے ارشادات پر فوقیت دینا یعنی نبی ﷺ کی بات کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کو حجت بنانے کا نام تقلید ہے۔''[5] لیکن تقلید کی یہ تعریف علمائے سلف وخلف کی تعریف سے تجاوز نظر آتا ہے۔[6]

عبادات ومعاملات

قصر نماز کی مدت اور مسافت

''نماز قصر شہر سے باہر نو میل کے فاصلے کے بعد ادا کی جاسکتی ہے لیکن اگر آپ کو مزید سفر کرنے کا یقین نہ ہو تو تین دن قیام کے بعد پوری نماز

---

[1] آپ کے مسائل کا حل، ص 19

[2] ایضاً ص 11

[3] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل، لاہور 2009ء، ص 329

[4] آپ کے مسائل کا حل، ص 10

[5] ایضاً ص 9

[6] گوہر رحمٰن، اجتہاد و تقلید، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، س ن، ص 70

ادا کرنا ہوگی اور اگر قیام کی نیت تین دن شروع ہی سے تھی تو پہلے دن سے ہی پوری نماز شروع کر دینی چاہیے۔"[1]

امام اور مقتدی کی نیت نماز میں فرق ہو سکتا ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک ظہر کی نماز ادا کرنے والا عصر کی نماز ادا کرنے والے کی اور اسی دن کی ظہر کی نماز پڑھنے والا کسی اور دن کی ظہر ادا کرنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ نماز کے سبب وجوب اور ان کی صفات میں فرق ہے جس کی بنا پر اقتداء درست نہ ہوگی۔[2]

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس سوال کہ کیا مقتدی اور امام کی نیت نماز میں فرق ہوسکتا ہے؟ کے جواب میں لکھتے ہیں: "وہ اگر چاہے تو ظہر کی نیت سے نماز میں شامل ہوسکتا ہے اور اس کے بعد عصر کے فرض ادا کرے گا۔ امام اور مقتدی کی نیت میں فرق سنت سے ثابت ہے۔"[3]

زوجین کا باہمی غسل دینا

فقہائے احناف کے نزدیک اگر عورت مر جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ عورت کے وفات پا جانے سے مرد کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور خاوند اپنی بیوی کے لیے اجنبی ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اسے غسل دینا جائز نہ ہوگا۔[4]

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس ضمن میں لکھتے ہیں: "اگر کسی کی بیوی فوت ہو جائے یا کسی کا خاوند فوت ہو جائے تو اسلام میں اس بات کی اجازت ہے کہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو غسل دے سکتے ہیں۔"[5]

قربانی ہر صاحب نصاب پر فرض نہیں ہے۔

قربانی کے واجب یا سنت ہونے میں علماء میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سنت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صاحب استطاعت مقیم پر واجب ہے۔[6]

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس ضمن میں لکھتے ہیں: "قربانی ہر صاحب نصاب پر فرض نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو قربانی کرنے کے بعد سہولت سے گزارا کرسکتا ہو۔"[7]

ہندوئوں کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔

"ہندو اہل کتاب میں سے نہیں، اس لیے ان کا کھانا پینا جائز نہیں۔ اگر آپ کا ذہن ان کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنا ہے تو پھر آپ ضرور

---

[1] آپ کے مسائل کا حل، ص 32

[2] بدائع الصنائع، ص 479

[3] آپ کے مسائل کا حل، ص 52

[4] بدائع الصنائع، ص 945

[5] آپ کے مسائل کا حل، ص 57

[6] بدایۃ المجتہد، ص 555

[7] آپ کے مسائل کا حل، ص 104

کھلا پلا سکتے ہیں۔''[1]

خود کش حملے درست نہیں ہیں۔

''میں ایسے خودکش حملوں کے حق میں نہیں ہوں۔ یہ حملے قرآن وسنت کے منافی معلوم ہوتے ہیں' تاہم جن علاقوں میں آزادی کے حصول اور اسلام کی بقاء کی تحریکیں چل رہی ہوں وہاں فدائی حملے جائز ہیں جن میں اپنی جان بچانے کی کوشش کی جائے۔ ایسے فدائی حملوں کا ٹارگٹ سول آبادیاں اور پبلک مقامات نہیں ہو سکتے۔''[2]

''Hair Transplantation''شریعت کی رو سے جائز ہے۔

''چونکہ علاج کی ہی ایک قسم ہے۔اس لیے اس کا استعمال جائز ہے' تاہم نقلی بال لگوانا اسلام میں ناجائز ہیں۔''[3]

آپ کے مسائل کا حل۔۔۔منہج واسلوب

آپ کے مسائل کا حل'' میں فتاویٰ کے دلائل اصلاً قرآن وسنت پر مشتمل ہیں۔حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس ضمن میں رقم طراز ہیں: ''مسائل کے حل کے لیے اللہ کے فضل ورحمت سے قرآن وحدیث کے ذخیرے سے رجوع کرتا رہا۔قرآن وسنت کے متون کے مطالعے کی روشنی میں اپنی رائے قائم کرنے کے بعد بہت سے قدیم اور جدید فتاویٰ جات سے بھی رجوع کرتا رہا۔جہاں اپنی رائے کو قرآن وحدیث سے متصادم پایا۔فوراً سے پہلے رجوع کر لیا اور جہاں اپنی رائے کو قرآن وسنت کے متن اور معانی سے ہم آہنگ پایا' اپنی رائے پر قائم رہا۔فتاویٰ جات کے مطالعے نے کئی مرتبہ اگرچہ دلیل تک پہنچنے کو آسان بنایا لیکن الحمد للہ کسی بھی فتویٰ کو قرآن وسنت سے ثابت شدہ دلیل کے بغیر قبول نہیں کیا۔''[4] اہل حدیث علماء کے فتاویٰ سے استفادہ تو کیا گیا ہے لیکن اس کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔

قیاس کا استعمال

خواتین کے مخصوص ایام میں زبانی قرآن مجید پڑھنے کے جواز کا یوں استدلال کیا گیا ہے: ''ان دنوں میں نماز اور قرآن کو نہیں پڑھ سکتی' تاہم اگر زبانی قرآن یاد ہو تو بغیر چھوئے اس کو پڑھا جا سکتا ہے۔اس کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔''[5]

اجتہاد سے استفادہ

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر جسمانی اعضاء کو عطیہ کرنے کے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اس معاملے میں علمائے کرام میں اختلاف

---

[1] آپ کے مسائل کا حل، ص 121

[2] ایضاً ص 187

[3] ایضاً ص 172

[4] ایضاً ص 70

[5] ایضاً ص 30

ہے۔میرے اجتہاد کے مطابق آپ سوائے پچھلی ہڈی کے یا اپنے جسمانی اعضاء کو ویلفیئر ٹرسٹ میں مرنے کے بعد یا اپنی زندگی میں بھی انتہائی مجبوری کی حالت میں Donate کر سکتے ہیں۔قبر میں انسان کی پچھلی ہڈی کے سوا تمام اعضاء گل جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ نے انسان کو دوبارہ پچھلی ہڈی سے پیدا کرنا ہے اس لیے اس کو Donate کرنا مناسب نہیں ہے۔''[1]

---

[1] آپ کے مسائل کا حل، ص 137

باب چہارم

علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کی روشنی میں عقائد و مسائل کا بیان

فصل اول: اصول دین وعقائد

برصغیر کے علمائے اہل حدیث، اصول دین وعقائد میں کچھ اختلاف کے ساتھ مذہب اہل سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ

فتاویٰ علمائے اہل حدیث میں صفات باری تعالیٰ کو بیان کیا گیا ہے۔اس ضمن میں فتاویٰ جات میں مختلف پیراؤں میں مسلک اہل حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔''فتاویٰ اصحاب الحدیث'' میں مفتی عبدالستار حماد نے ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یوں صفات باری تعالیٰ کو بیان کیا ہے:''یہ حدیث (جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے) اللہ تعالیٰ کی کئی ایک صفات پر مشتمل ہے۔۔۔شیخ صالح عثیمین اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین اس قسم کی نصوص کو ان کے حقیقی اور ظاہری معنی پر ہی محمول کرتے ہیں اور ان صفات کو اللہ رب العزت کے شایان شان ثابت کرتے ہیں۔ان کے لیے کوئی تمثیل اور کیفیت کو متعین نہیں کرتے'' جبکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ بعض صفات الٰہیہ میں تاویل کے قائل ہیں۔[2]

استواء علی العرش

اس ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی کی کیفیت مجہول و نامعلوم ہے۔[3]

دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن نہیں۔

علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ میں بالاتفاق یہ موقف اختیار کیا گیا کہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے۔[4]

قرآن مجید بشمول الفاظ و معاني منزل من الله ہے اور غیر مخلوق ہے۔

قرآن مجید بشمول الفاظ ومعانی منزل من اللہ ہے اور غیر مخلوق ہے۔یہ موقف بھی بالاتفاق ہے۔[5]

نبی کریمؐ کا معراج جسمانی تھا۔

نبی کریمؐ کے معراج کے جسمانی ہونے پر علمائے اہل حدیث کا اتفاق ہے۔[6]

اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

مولانا عبدالجبار غزنوی اس ضمن میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:''کرامات سے انکار معتزلہ کا مذہب ہے اہل سنت وجماعت اس کے قائل ہیں۔''[7]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:53 [2] مصری، ابوزہرہ، اسلامی مذاہب، مترجم: غلام احمد حریری، ملک سنز فیصل آباد، س ن، ص 312

[3] فتاویٰ نذیریہ 1:4، فتاویٰ ستاریہ 2:84، آپ کے مسائل اور ان کا حل 1:34

[4] فتاویٰ نذیریہ 1:64، اصحاب الحدیث 2:63

[5] فتاویٰ نذیریہ 1:152، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ ص 207

[6] فتاویٰ ثنائیہ 1:368، فتاویٰ برکاتیہ ص 166، فتاویٰ اہل حدیث 1:225 [7] فتاویٰ غزنویہ ص 178

قبر میں سوالات کے وقت نبی ﷺ کی موجودگی

اس ضمن میں سوائے حافظ عبداللہ روپڑی، جن کا موقف ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں۔'' ۱ دیگر علمائے اہل حدیث اس کو حضور ذہنی مانتے ہیں۔ ۲

ایمان میں عمل بالجوارح بھی شامل ہے۔

فتاویٰ اہل حدیث میں وارد ایمان کی تعریف مسلک اہل حدیث کی نمائندگی کرتی ہے۔ ''ایمان شرعی اعتقاد بالقلب نطق باللسان عمل بالارکان ان تین اجزاء کا نام ہے اور تینوں اس کے لیے اجزاء حقیقیہ ہیں۔'' ۳ جبکہ فقہائے احناف کے نزدیک ایمان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب پر مشتمل ہے۔ ۴

دوزخ کا عذاب ابدی اور غیر منقطع ہو گا۔

نواب سید محمد صدیق حسن خان مسلک اہل حدیث کو اس ضمن میں یوں بیان کرتے ہیں: ''دوزخ والوں کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے معنی ہیں کہ کبھی عذاب منقطع نہ ہوگا۔ چنانچہ ظاہر آیات کلام اللہ اور دلائل سنت رسول اللہ اور مذہب جمہور علمائے اسلام سے تو یہی ثابت ہے۔'' ۵

حجیت حدیث و سنت

علمائے اہل حدیث کے ہاں حجیت حدیث و سنت کسی بھی شک و شبہ سے بالا ہے۔ اس ضمن میں فتاویٰ ستاریہ میں مرقوم ہے: ''۔۔۔ جس فرقہ کا ایک فرد آپ لوگوں کے قصبہ میں پہنچا اور اس نے یہ ترغیب دی کہ صرف قرآن ہی کو ماننا چاہیے، حدیث کو نہ ماننا چاہیے وہ فرقہ نہایت درجہ کا گمراہ، کافر اور خارج از اسلام ہے۔'' ۶

خبر واحد عقائد میں بھی حجت ہے۔

حافظ عبدالمنان نور پوری مسلک اہل حدیث کا موقف اس ضمن میں یوں بیان کرتے ہیں: ''خبر واحد عقائد میں بھی حجت ہوتی ہے بشرطیکہ پایہ ثبوت تک پہنچ جائے۔'' ۷

تقلید ناجائز ہے۔

اس موقف کو جو مسلک اہل حدیث کی پہچان ہے، مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔ ''کسی کا قول بغیر دلیل لینے کا نام تقلید ہے اور یہ حرام ہے''۔ ۸

---

۱ فتاویٰ اہل حدیث 141:2

۲ فتاویٰ نذیریہ 146:1، فتاویٰ ثنائیہ 173:1

۳ فتاویٰ اہل حدیث 118:1 ۔ ۴ عقیدہ طحاویہ ص 12

۵ مجموعہ فتاویٰ 2;2 ۔ ۶ فتاویٰ ستاریہ 10:1

۷ احکام و مسائل 67:1 ۔ ۸ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ ص 506

”تقلید یعنی کتاب وسنت کے منافی قول وفعل کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ناجائز ہے۔“[1]

”تقلید مفضی الی الشرک یہ ہے کہ کسی ایک خاص مجتہد کی اس طرح تقلید کرے کہ جب کوئی صحیح حدیث غیر منسوخ اپنے مذہب کے خلاف پاوے تو اس کو قبول نہ کرے اور یہ سمجھے بیٹھا ہو کہ ہمارے امام سے خطا اور غلطی ناممکن ہے اور ان کا ہر قول حق اور صواب ہے۔“[2] جبکہ تقلید کے قائل علما تقلید کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ عمل کرنے والا قائل کے قول اور مفتی کے فتوی پر عمل اس اعتماد کی بنیاد پر کرتا ہے کہ اس نے شرعی دلائل سے شرعی حکم معلوم کرکے مجھے بتایا ہے۔ اپنے شخصی اور ذاتی پسند وناپسند پر فتوی نہیں دیا اس لئے میں شرعی حکم پر عمل کر رہا ہوں کسی ذاتی رائے پر عمل نہیں کر رہا۔[3]

---

[1] احکام ومسائل 581:1

[2] فتاویٰ نذیریہ 168:1

[3] اجتہاد وتقلید ص 70

فصل دوم: عبادات

عبادات وہ شعبہ دین ہے جس پر ہمارے مذاہب ومسالک اسلامی کے اختلافات نمایاں رہے ہیں۔عبادات کے ضمن میں برصغیر کے علمائے اہل حدیث کا اصل زور اس امر پر رہا ہے کہ ان کو سنت کے مطابق ادا کیا جائے۔اس حوالے سے احناف، جو برصغیر میں اکثریت رکھتے ہیں سے مناظروں کا بازار گرم رہا ہے اور ابھی تک اس کے اثرات باقی ہیں۔

برصغیر کے علمائے اہل حدیث کی زیادہ کدوکاوش نماز کے مسائل رہے ہیں اور ان پر کئی مختصر اور ضخیم کتب بھی لکھی گئی ہیں۔یہاں عبادات کے بعض متفقہ مسائل واحکام کو بیان کیا جارہا ہے۔ان مسائل میں مسلک اہل حدیث کی فقہ شافعی وحنبلی سے ہم مطابقت نظر آتی ہے۔

ابتدائے وضو میں ''بسم اللہ'' پڑھنا ضروری ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک وضو کی ابتداء میں ''بسم اللہ'' پڑھنا ضروری ہے۔اگر ''بسم اللہ'' جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے تو وضو نہیں ہے[1]

جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

اکثر علمائے اہل حدیث کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے[2] بعض علماء نے جرابوں کے موٹا ہونے کی شرط لگائی ہے۔[3]

خون کا بہنا ناقض وضونہیں ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں خون کا بہنا ناقض وضونہیں ہے۔[4]

ماکول اللحم جانوروں کا بول و براز پاک ہے۔

فتاویٰ ستاریہ میں اس ضمن میں یہ فتویٰ دیا گیا ہے: ''ماکول اللحم کا بول و براز پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔طبعی کراہت شے دیگر ہے۔اگر دھولیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔''[5]

عورت'عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے لیکن وہ عورتوں کی صف کے درمیان کھڑی ہوگی۔[6]

---

[1] فتاویٰ اہل حدیث 1:274، فتاویٰ برکاتیہ ص 21، احکام ومسائل 1:81

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:67، احکام ومسائل 1:87

[3] فتاویٰ برکاتیہ ص 18

[4] فتاویٰ ستاریہ 1:3، آپ کے مسائل اور ان کا حل 2:128، احکام ومسائل 1:89

[5] فتاویٰ ستاریہ 1:63

[6] آپ کے مسائل اور ان کا حل ص 45، فتاویٰ علمیہ ص 266

فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔[۱]

نماز میں قرات کی ترتیب ضروری نہیں ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ قرآن مجید ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے لیکن بغیر ترتیب کے پڑھنا بھی جائز ہے۔[۲]

امام کی نیت نفل نماز کی ہو تو مقتدیوں کی فرض نماز اس کے پیچھے ہو سکتی ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک امام کی نیت نفل نماز کی ہو اور مقتدیوں کی فرض، تو دونوں کی نماز درست ہے۔[۳]

مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے۔

علمائے اہل حدیث کی اکثریت کے نزدیک مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے کیونکہ اس کے دو فرض قیام اور قرأت فاتحہ ادا نہیں ہوتے۔[۴]

جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتیان کی رائے ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔[۵]

سفر کی صورت میں نمازوں کی جمع تقدیم و تاخیر کا جواز ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں سفر کی صورت میں نمازوں کی جمع تقدیم و تاخیر یعنی ایک نماز کو دوسری کے وقت میں پڑھنے کا جواز ہے۔[۶]

نماز قصر کی مسافت نو میل ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک نماز قصر کی مسافت نو میل (تقریباً بائیس یا تئیس کلومیٹر) ہے۔[۷]

سسرال میں قصر نماز ہو سکتی ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک سسرال میں قصر نماز ہو سکتی ہے۔[۸]

نماز میں ''رفع الیدین ''سنت ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے وقت [illegible]

---

[۱] فتاویٰ نذیریہ 1:398، فتاویٰ ستاریہ 3:14

[۲] فتاویٰ علمیہ، ص409، فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:145

[۳] فتاویٰ علمیہ، ص295، فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:144

[۴] فتاویٰ نذیریہ 1:496، فتاویٰ ثنائیہ 1:530، فتاویٰ اہل حدیث 1:502

[۵] فتاویٰ ستاریہ 1:53

[۶] فتاویٰ نذیریہ 1:456، فتاویٰ اہل حدیث 1:424، فتاویٰ برکاتیہ، ص49

[۷] احکام و مسائل 1:236، فتاویٰ علمیہ، ص436

[۸] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:141، فتاویٰ علمیہ، ص438

الیدین'' کرنا سنت ہے۔[۱]

جہری نمازوں میں خلف الامام ''آمین بالجہر'' کہنا سنت ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک جہری نمازوں میں خلف الامام آمین بالجہر کہنا سنت ہے۔[۲]

نماز تراویح آٹھ رکعات پڑھنا سنت ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک آٹھ رکعات تراویح پڑھنا سنت ہے۔[۳]

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا بالالتزام کرنا بدعت ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا بالالتزام کرنا بدعت ہے۔فتاویٰ رفیقیہ حصہ چہارم میں مختلف علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ اس ضمن میں نقل کیے گئے ہیں۔جن میں مولانا محمد علی جانباز،حافظ محمد گوندلوی،مولانا عبدالقادر حصاری،قاری عبدالحکیم الجلیلی اور مولانا ابوعبدالرحمان عبداللہ زیروی شامل ہیں۔[۴]

---

[۱] فتاویٰ نذیریہ 1:451،فتاویٰ ثنائیہ 1:483،فتاویٰ برکاتیہ ص 35

[۲] فتاویٰ اہل حدیث 1:492،فتاویٰ ثنائیہ 1:483،فتاویٰ ستاریہ 1:154

[۳] فتاویٰ اہل حدیث 1:648،فتاویٰ ستاریہ 2:159،فتاویٰ برکاتیہ ص 53

[۴] فتاویٰ رفیقیہ 4:64-180

فصل سوم: معاملات

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک نکاح کی درستی کے لیے ولی کی رضامندی ضروری ہے۔اس کے بغیر نکاح درست نہیں۔[1]

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی[2] جبکہ جمہور فقہا تین کے نفاذ کے ساتھ تین صاحتوں کے قائل ہیں۔[3]

زوجین کا باہمی غسل دینا جائز ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں زوجین کا باہمی غسل دینا جائز ہے۔[4]

مزارعت اور اجارہ پر کھیت دینا درست ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک کھیتی باڑی کے لیے مزارعت اور اجارہ دونوں پر کھیت دینا درست ہے۔[5]

نقد اور ادھار کے فرق کے ساتھ "بیع بالتقسیط" روا ہے۔

اکثر علمائے اہل حدیث کے نزدیک نقد اور ادھار میں فرق کے ساتھ بیع ہو سکتی ہے اور ان کی قسطیں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔[6] حافظ عبد المنان نور پوری اور مفتی ابوالحسن مبشر احمد ربانی نے اس امر میں دیگر علمائے اہل حدیث سے اختلاف کیا ہے۔[7]

حرمت رضاعت بچپن کے دو سال کے دوران پانچ دفعہ دودھ پلانے سے واقع ہوتی ہے۔

علمائے اہل حدیث کے نزدیک رضاعت، جس کے نتیجے میں رشتہ ناطہ کرنا حرام ہوتا ہے، بچپن کے دو سال کے دوران پانچ دفعہ دودھ پلانے سے واقع ہوتی ہے۔[8]

---

[1] فتاویٰ اہل حدیث 2:408، فتاویٰ ثنائیہ 2:334، احکام و مسائل 1:325

[2] فتاویٰ ثنائیہ 2:214، فتاویٰ اہل حدیث 2:495، فتاویٰ برکاتیہ ص 220 [3] بدایۃ المجتہد ص 699

[4] آپ کے مسائل اور ان کا حل 3:186، آپ کے مسائل کا حل ص 57

[5] فتاویٰ برکاتیہ ص 116، فتاویٰ ثنائیہ 2:426، احکام و مسائل 1:388

[6] فتاویٰ اہل حدیث 2:264، فتاویٰ ستاریہ 1:77 فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:236

[7] آپ کے مسائل اور ان کا حل 2:455، احکام و مسائل 1:374

[8] فتاویٰ نذیریہ 3:152، فتاویٰ اہل حدیث 2:420، احکام و مسائل 1:322

قربانی کے جانور کا مسِنّہ (دودانتوں والا) ہونا ضروری ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں قربانی کے جانور کا مُسِنّہ (دودانتوں والا) ہونا ضروری ہے۔ حالت عسر میں جنس بھیڑ کا جذعہ درست ہے۔[1]

قربانی چار دن تک ہو سکتی ہے۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں قربانی چار دن 10، 11، 12، 13 ذوالحجہ تک ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ایام نحر اور ایام تشریق ہیں۔[2]

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:374، فتاویٰ اہل حدیث 2:85، احکام ومسائل 1:442، آپ کے مسائل اور ان کا حل 3:417

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:193، احکام ومسائل 1:438

باب پنجم

جدید عصری مسائل کا حل علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کی روشنی میں

فصل اول: معاشرتی وطبی مسائل

عطیہ خون بوقت مجبوری جائز ہے۔

خون بنص قرآن حرام ہے۔(اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیکُمُ المَیتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحمَ الخِنزِیرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیرِ اللّٰهِ تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو' حرام ہے۔)[1]

مولانا گوہر رحمان عطیہ خون کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اضطرار کی حالت میں یعنی موت کے خطرے کی حالت میں خون دینا یا دوسری حرام چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کرنا تو بالا جماع جائز ہے اور مذکورہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے لیکن اگر موت کا خطرہ تو نہ ہو مگر بیماری اور تکلیف شدید ہو اور متبادل دوائی موجود نہ ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی خون دینا یا کسی دوسری حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء اسلام کا اختلاف ہے مگر متاخرین فقہاء حنفیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر یقین یا ظن غالب یہ ہو کہ خون دینے سے مریض صحت یاب ہو جائے گا اور متبادل دوا میسر نہ ہو تو خون یا دوسری کسی حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔''[2] علمائے اہل حدیث کے نزدیک بامر مجبوری انتقال خون روا ہے۔[3]

حلال جانوروں کے اعضاء کے ذریعے انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے۔

پیوند کاری جدید دور کی طبی سہولتوں میں سے ہے جس میں مختلف طریقے استعمال ہو رہے ہیں۔ان میں ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان کے ناکارہ عضو کی جگہ کسی جانور کا عضو لگا دیا جائے مثلاً کسی شخص کی انتڑیاں ناکارہ ہو جائیں تو اس کی جگہ بکرے وغیرہ کی انتڑیوں کی پیوند کاری کر کے ناکارہ انتڑیاں نکال دی جاتی ہیں۔اسی طرح کسی شخص کی جلد آگ کے ساتھ جل جائے تو اس کی جگہ کسی جانور کی جلد جلے ہوئے حصہ پر پیوند کر دی جاتی ہے۔[4]

عام حالات میں حیوانی اعضاء سے پیوند کاری کے سلسلہ میں ڈاکٹرز بلاتفریق ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء سے استفادہ کرتے ہیں۔اسی طرح پاک اور ناپاک کی تمیز بھی نہیں کی جاتی ہے۔[5]

پیوند کاری کے لیے علمائے اہل حدیث کے ہاں حرام جانوروں کے اعضاء کا استعمال ممنوع ہے۔البتہ دوسرے جانوروں سے حاصل شدہ اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے۔[6]

---

[1] البقرۃ:173

[2] گوہر رحمان، مولانا، تفہیم المسائل، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان' 2002ء 1:238-239

[3] فتاویٰ برکاتیہ، ص 322 ،آپ کے مسائل اور ان کا حل 3:529، فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:466

[4] جدید فقہی مسائل، ص 130

[5] ایضاً ص 131

[6] فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:450 ،آپ کے مسائل اور ان کا حل 3:555، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 693

اپنے اعضاء کی بطور عطیہ وصیت کرنا درست نہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی رائے کے مطابق ''کسی میت کی وصیت کے مطابق اس کی موت واقع ہو جانے کے بعد اس کا عضو قطع کیا جا سکتا ہے۔ اس وصیت کی حیثیت اصلاحی وصیت کی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد موصی (وصیت کرنے والے) شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء اس کے کام نہیں آئیں گے اور ان سے کسی دوسرے مضطر شخص کو فائدہ ہونے کی توقع ہے۔ اگر اس کی اس خواہش کی تکمیل سے دوسرے شخص کو فائدہ حاصل ہو سکے تو اس کی یہ خواہش اس کے مرنے کے بعد پوری کی جا سکتی ہے۔ اس وصیت کی تکمیل مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ہوگی:

ا۔ یہ کہ وہ عضو موصی کی طرف سے خالصۃً للہ ہدیہ ہونا چاہیے۔

۲۔ ورثائے میت اس کے جسم سے عضو قطع کرنے کی اجازت متفقہ طور پر دیں۔ اگر کوئی ایک وارث بھی اس پر رضامند نہ ہو تو وہ عضو قطع نہیں کیا جائے گا۔ البتہ کسی لاوارث شخص کی وصیت پر اس کی موت کے بعد اس کی نعش سے کوئی عضو علیحدہ کرنے کے لیے ایسی رضامندی کی ضرورت نہ ہوگی۔

۳۔ موصی کی وصیت کے مطابق اس عضو کو دو ثقہ اور متقی ڈاکٹروں کی اس تصدیق پر قطع کیا جائے گا کہ اس شخص کی موت واقع ہو چکی ہے۔

۴۔ ایک ثقہ، متقی، مسلمان ڈاکٹر اس نیت سے وہ عضو الگ کرے گا کہ اس سے کسی ضرورت مند مضطر شخص کو فائدہ پہنچے گا''[1]

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے بایں الفاظ اس کو رد کیا ہے: ''مرنے کے بعد اپنے اعضاء کی کسی دوسرے کے لیے وصیت کرنا درست نہیں کیونکہ انسانی بدن اللہ کی امانت ہے، بندے کی ملکیت نہیں۔ اسی بنا پر تو خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔''[2]

انسانی اعضاء کے ذریعے بعد از وفات پیوند کاری کا مشروط جواز ہے۔

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی نے علماء عرب کے فتویٰ کو نقل کرتے ہوئے دو شرائط کے ساتھ اس کے جواز کی رائے دی ہے۔ ایک یہ کہ ورثاء کی اجازت ہو۔ دوسرے یہ کہ پیوند کاری کے آپریشن کی کامیابی کے بارے میں ظن غالب ہو۔[3]

خاندانی منصوبہ بندی

خاندانی منصوبہ کے تصور کا یورپ سے آغاز ہوا۔ اس تصور کے مطابق دنیا کے امکانی وسائل کم اور آبادی زیادہ ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں یہ تحریک پھیل گئی۔ مسلم دنیا بھی اس تحریک کی لپیٹ میں آ گئی۔ روایت پسند علماء نے اس تصور کو خلاف اسلام قرار دیتے

---

[1] مولانا محمد خالد سیف، ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور انتقال خون'' سہ ماہی ''منہاج'' لاہور ج 8 عدد 2 اپریل 1990ء بحوالہ جدید فقہی مسائل، ص 165-166

[2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 631

[3] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 712

[4] دیکھیے اسلام اور ضبط ولادت از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ضبط ولادت کی عقلی اور شرعی حیثیت از مفتی محمد شفیع

اسلام دین یسر ہے۔اس لیے بعض معقول وجوہات کی وجہ سے علماء اسلام نے جو خاندانی منصوبہ بندی کے تصور کے خلاف ہیں۔اولاد کی پیدائش میں عارضی یا مستقل بندش کے طریقوں کے استعمال کا جواز پیش کیا ہے جن میں ایک عزل بھی ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''خاندانی منصوبہ بندی کا جواز چند ضرورتوں کی بنا پر ہے۔ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ماں کی زندگی یا صحت کو مرض یا زچگی کی وجہ سے خطرہ لاحق ہو۔دوسری ضرورت یہ ہے کہ دنیوی حرج میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کے نتیجہ میں دینی حرج پیدا ہو جائے اور آدمی اولاد کی خاطر حرام چیز کو قبول کرنے اور ناجائز باتوں کا ارتکاب کرنے لگے۔۔۔تیسری ضرورت اولاد کی صحت کے خراب ہو جانے یا ان کی صحیح تربیت نہ ہونے کا احتمال ہے۔''[1] علمائے اہل حدیث خاندانی منصوبہ بندی کے تصور اور عمل کی نفی کرتے ہیں البتہ بوقت ضرورت عزل کے قائل ہیں اور بامر مجبوری عزل اور دیگر عارضی ذرائع کو عارضی وقفے کے لیے استعمال کرنے کی رائے دیتے ہیں۔[2]

رؤیت ہلال

علمائے اہل حدیث کے ہاں رؤیت ہلال کے ضمن میں مطالع کا اختلاف معتبر ہے۔[3]

تصویر کا مسئلہ

روایت پسند علماء کے نزدیک تصویر سازی' چاہے کسی بھی ذریعے سے ہو' حرام ہے۔[4] جبکہ علماء کے دوسرے گروہ کے مطابق فوٹو گرافی کے ذریعہ لی ہوئی تصویر' اس تصویر کی تعریف میں نہیں آتی جس کی ممانعت کی گئی۔کیونکہ جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ذریعے اللہ کی پیدا کردہ کسی جاندار چیز کی مشابہت کی جائے لیکن کیمرہ کے ذریعہ لیے ہوئے فوٹو کی حقیقت یہ نہیں ہے۔[5] علمائے اہل حدیث کے ہاں تصویر سازی، چاہے کسی بھی ذریعے سے ہو، حرام ہے۔[6]

عورت کا اکیلے گاڑی چلانا شرعاً منع ہے۔

مفتی حافظ عبدالستار حماد اور مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی کے نزدیک عورت کا اکیلے گاڑی چلانا شرعاً منع ہے۔[7]

---

[1] الحلال والحرام فی الاسلام،ص 282-283   [2] فتاوی اہلحدیث 2:211،فتاوی برکاتیہ،ص 180

[3] فتاویٰ اہل حدیث 2:211،احکام ومسائل 1:285،فتاویٰ برکاتیہ،ص 180

[4] الحلال والحرام فی الاسلام،ص 16

[5] ایضاً

[6] فتاویٰ برکاتیہ،ص 297،فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:454،احکام ومسائل 1:520

[7] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ،ص 691،فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:486

فصل دوم: اقتصادی مسائل

سٹاک ایکسچینج کا کاروبار

شیئرز یا حصص دراصل کسی بڑے کاروباری ادارے (فیکٹری، کارخانے وغیرہ) کی کل ملکیت کے چھوٹے چھوٹے اجزاء کا نام ہے یا دوسرے لفظوں میں ایک کاروبار جتنے سرمائے سے شروع کیا جاتا ہے' اسے اکائیوں پر تقسیم کرلیا جاتا ہے اوران میں سے ہرایک اکائی ایک حصے (Share) کی نمائندگی کرتی ہے۔[1]

جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خرید کراس کا حصہ دار بن جاتا ہے تو اسے کاروباری اصطلاح میں شیئر ہولڈر کہا جاتا ہے۔ان حصہ داروں کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے حصص (Shares) کونقدی میں دوبارہ تبدیل کرنے کا اختیار ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے حصص کسی اور کوفروخت کردیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے جوائنٹ سٹاک کمپنیاں بازار حصص (Stock Exchange) قائم کرتی ہیں جہاں شرکاء متعلقہ کمپنی سے نفع/ نقصان کا حساب کرکے اپنا حصہ کسی اور کو بیچ کر اپنی رقم واپس لے سکتے ہیں اوراس کے نتیجے میں خریدار اس کمپنی کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔اس طرح خرید وفروخت کا یہ سلسلہ ہروقت چلتا رہتا ہے۔[2]

مفتی محمد تقی عثمانی شیئرز کی بیع وشراء کی شرائط کے متعلق لکھتے ہیں:

''ا۔شیئرز کی کم وبیش پرخرید وفروخت کے جواز کی ایک شرط یہ ہے کہ کمپنی کے اثاثے صرف نقد اور دیون کی شکل میں نہ ہوں۔ اگر کمپنی نے ابھی تک کسی قسم کے جامد اثاثے (مثلاً بلڈنگ ،مشینری وغیرہ) یا سامان تجارت نہیں خریدے بلکہ اس کے پاس صرف نقود ہیں یا کسی کے ذمے دیون ہیں تواس صورت میں شیئرز کی بیع وشراء اس کی قیمت اسمیہ (Face Value) سے کم وبیش پر جائز نہیں۔۔۔

۲۔شیئرز کی خرید وفروخت کے جواز کے لیے یہ بھی شرط ہے کمپنی حلال کام کرتی ہو۔اگر کمپنی کا اصل کاروبار ہی حرام ہوتو اس کے شیئرز لینا جائز نہیں۔۔۔

۳۔جب کمپنی کا اصل کاروبار تو جائز ہواورضمناً کبھی وہ سود پر قرضہ لیتی ہوتو اس کے شیئرز لینا جائز ہے بشرطیکہ سود سے برأت کی آواز اٹھادی جائے۔۔۔

۴۔کمپنی کی آمدنی میں سود شامل ہوتو نفع کی اتنی مقدار صدقہ کردے''۔[3]

مفتی عبدالستار حماد نے بعض شرائط کے ساتھ اس کاروبار کے جواز کا فتویٰ دیا ہے:''اسٹاک مارکیٹ سے شیئرز خریدنے کے لیے بھی چند ایک شرائط ہیں:

ا۔یہ شیئرز کسی حرام کاروبار میں ملوث کمپنی کے نہ ہوں۔ایسی کمپنی کے حصص خریدنا کسی حال میں جائز نہیں، نہ ابتدائی طور پر اور نہ ہی بعد میں

ا۔جدید فقہی مسائل،ص253

۲۔ایضاً،ص255

۳۔عثمانی،محمد تقی ،مفتی،اسلام اور جدید معیشت وتجارت،مکتبہ معارف القرآن،کراچی' 2003ء،ص86-89

اسٹاک مارکیٹ سے ان کا خریدنا جائز ہے۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ اس کمپنی کے تمام اثاثے نقد شکل میں نہ ہوں بلکہ اس کمپنی نے جمع شدہ سرمایہ سے زمین خریدی ہو یا بلڈنگ بنالی ہو۔اگر اس کمپنی کا اثاثہ ابھی نقدی کی شکل میں ہے تو ان حصص کو کمی وبیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ اس کی اصل قیمت کے برابر خریدنا ضروری ہے۔[1]

انعامی بانڈز،سکیمیں ،جواء ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔

علمائے اہل حدیث کے ہاں انعامی بانڈز،سکیمیں جواء ہونے کے باعث حرام ہیں۔[2]

بیمه پالیسی (انشورنس) کی شرعی حیثیت

مفتی محمد تقی عثمانی جمہور علماء کا موقف بیمے کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں:''جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس بیمے میں قمار بھی ہے اور ربا بھی، قمار اس لیے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہے جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی مل سکتی ہے اسی کو قمار کہتے ہیں اور ربا اس طرح کہ یہاں روپے کا روپے سے تبادلہ ہے اور اس میں تفاضل ہے کہ بیمہ دار کی طرف سے کم رقم دی جاتی ہے اور اسے زیادہ رقم ملتی ہے''۔[3] علمائے اہل حدیث کے نزدیک بھی بیمہ پالیسی (انشورنس) سود اور جوئے کا مرکب ہے،اس لیے حرام ہے۔[4]

فون پر مال خرید کر ،بغیر قبضہ میں لیے فروخت کرنا جائز نہیں۔

اس ضمن میں مفتی عبدالستار حماد لکھتے ہیں:''ہمارے ہاں مارکیٹ اور منڈیوں میں اکثر سودے اسی طرح ہوتے ہیں کہ فون پر مال خریدا جاتا ہے، پھر اس کو دیکھے یا قبضہ میں لیے بغیر آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔حالانکہ شرعاً ایسا جائز نہیں۔''[5]

کریڈٹ کارڈ کا استعمال

کریڈٹ کارڈ دور جدید کی سہولت ہے۔اس کی تعریف و وضاحت معاشی ماہرین نے یوں کی ہے کہ اس سے مراد وہ مخصوص کارڈ ہے جو کسی مالیاتی ادارے کی جانب سے جاری کیا جاتا ہے' جس پر کسٹمر کا نام،تاریخ اجراء واختتام اور کارڈ نمبر وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔اس کے ذریعے صارف خریداری کرسکتا ہے جو اس کے اکاؤنٹ سے منہا کر لی جاتی ہے۔اگر صارف معینہ مدت کے اندر ادائیگی نہ کر سکے تو اس پر سود وصول کیا جاتا ہے۔[6]

۱۔فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:245

۲۔احکام ومسائل 1:393،فتاویٰ اصحاب الحدیث 1:264

۳۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت،ص 161

۴۔فتاویٰ برکاتیہ،ص 295،فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ،ص 632

۵۔فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:473

۶۔دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم،ص 47

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''اگر کریڈٹ کارڈ کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ اکاؤنٹ میں موجود پیسوں کا استعمال کیا جائے اور مقررہ وقت اور پیسوں کی مقررہ حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور اضافی رقم یعنی سود ادا نہ کیا جائے تو کسی حد تک کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی گنجائش ہے۔ اگر اکاؤنٹ میں پیسے موجود نہ ہوں تو کریڈٹ کارڈ کا استعمال انسان کو حرام تک لے جا سکتا ہے''[1]

---

[1] آپ کے مسائل کا حل، ص 171

فصل سوم : سیاسی مسائل

مفتی ابوالبرکات احمد اور مفتی حافظ محمد ادریس سلفی نے یوں دارالاسلام کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔ مفتی ابوالبرکات لکھتے ہیں: ''دارالاسلام اس زمین کو کہتے ہیں جہاں قرآن وحدیث کے قوانین نافذ ہوں اور چونکہ پاکستان اسی لیے قائم کیا گیا تھا کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں اور پاکستان بنانے کے بعد قرارداد مقاصد منظور کرکے اسے بنیادی طور پر دارالاسلام بنا دیا تھا۔ جس طرح ایک زمین کو خرید کر برائے مسجد وقف کر دیا جاتا ہے۔''[1] مفتی حافظ محمد ادریس سلفی نے بھی قریب قریب یہی موقف اپنایا ہے:

''صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً پاکستان، اہل اسلام اور مسلمانوں کا ملک ہے۔ مسلمانوں کے لیے اور اسلامی قانون ونظام کو نافذ کرنے کے لیے بڑی قربانیوں اور نہایت جدوجہد کے بعد اسے حاصل کیا گیا ہے، اس لیے اسے دارالاسلام کہیں گے۔''[2]

خلیفة المسلمین کی علامات و خصوصیات

مفتی عبدالستار حماد نے خلیفة المسلمین کے لیے درج ذیل خصوصیات کا ہونا ضروری قرار دیا ہے:

''۱۔ وہ قریشی ہو بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ اقامت دین کے لیے سرگرم عمل ہو۔

۲۔ جسمانی اور علمی طور پر انتہائی مضبوط ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حدود کو عملاً نافذ کرنے کی اپنے اندر ہمت رکھتا ہو۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں بااختیار ہو۔

۵۔ امت مسلمہ نے اسے اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازا ہو یعنی وہ خود ساختہ نہ ہو۔''[3]

فتاویٰ ستاریہ میں غیر قریشی کے امام وخلیفہ ہونے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔[4] امام الماوردی کے مطابق خلیفہ کے قریشی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔[5]

انتخاب امیر وامام کے لیے عوام سے رائے طلب کرنے کی شرعی حیثیت

اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے بہت الجھاؤ پایا جاتا ہے۔ جدید اسلامی مفکرین مثلاً مولانا مودودی نے 'جمہوری خلافت' کا نظریہ پیش کرکے مغربی جمہوریت کے مقابل اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ ان کے الفاظ میں: ''اسلامی نظریہ سیاسی کسی ایک شخص یا خاندان یا طبقے کو خلیفہ قرار نہیں دیتا بلکہ اس پوری سوسائٹی کو خلافت کا منصب سونپتا ہے جو توحید اور رسالت کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کرکے نیابت کی شرطیں پوری کرنے پر آمادہ ہو۔ ایسی سوسائٹی بحیثیت مجموعی خلافت کی حامل ہے اور یہ خلافت اس کے ہر ہر فرد کو پہنچتی ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں اسلام

۱۔ فتاویٰ برکاتیہ، ص 342

۲۔ ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ 5:3

۳۔ فتاویٰ اصحاب الحدیث 65:2

۴۔ فتاویٰ ستاریہ 41:1

۵۔ الماوردی، علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، مترجم: محمد ابراہیم، ادارہ اسلامیات لاہور: 1988ء ص 5

میں جمہوریت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرے کا ہر فرد خلافت کے حقوق اور اختیارات رکھتا ہے۔ ان حقوق اور اختیارات میں [illegible] بالکل برابر کے حصہ دار ہیں۔ کسی کو کسی پر نہ ترجیح حاصل ہے اور نہ یہی حق پہنچتا ہے کہ اسے ان حقوق واختیارات سے محروم کر سکے۔ ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لیے جو حکومت بنائی جائے گی' وہ انہی افراد کی مرضی سے بنے گی۔ یہی لوگ اپنے اختیاراتِ خلافت کا ایک حصہ [illegible] سونپیں گے، اس کے بننے میں ان کی رائے شامل ہوگی اور ان کے مشورے ہی سے وہ چلے گی جو ان کا اعتماد حاصل کرے گا وہ [illegible] سے خلافت کے فرائض انجام دے گا اور جو ان کا اعتماد کھو دے گا' اسے حکومت کے منصب سے ہٹنا پڑے گا۔[1]

علمائے اہل حدیث کے ہاں انتخاب امیر وامام کے لیے کوئی لگا بندھا طریقہ کار شریعت سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس کا حل [illegible] ذمے لگاتے ہیں کہ وہ مناسب طریقہ کار اپنا کر اس مسئلہ کو حل کریں۔ تاہم وہ مروجہ جمہوریت کو بھی رد کرتے ہیں۔

مفتی عبدالستار حماد رقم طراز ہیں: ''واضح رہے کہ موجودہ الیکشن جمہوریت کی پیداوار ہیں۔ ہاں اگر سنجیدہ فکر اور درد دل رکھنے والے حضرات باہمی سر جوڑ کر بیٹھیں اور ہچکولے کھانے والی ناؤ کو ساحل سمندر سے ہم کنار کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کریں تو اسلام میں اس کی گنجائش موجود ہے کیونکہ اس میں سربراہ مملکت کے انتخاب کے لیے کوئی لگا بندھا قاعدہ مقرر نہیں ہے بلکہ حالات وظروف کے پیش نظر اس [illegible] کو برقرار رکھا ہے۔''[2]

مفتی حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''انتخاب امیر کے لیے عوام سے رائے طلب کرنا شریعت سے ثابت ہے۔ البتہ مغربی جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے ہاں مروجہ نظام جمہوریت اسلام سے متصادم ہے۔ اس کو بدلنا ازبس ضروری ہے۔[3] حافظ عبدالمنان نور پوری کی رائے یہ ہے: ''رائج جمہوریت والیکشن کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔''[4]

---

[1] اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص 350

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث 2:459

[3] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص 709

[4] احکام ومسائل 2:692

نتائج تحقیق و سفارشات

زیرِ نظر مقالہ میں مسلک اہل حدیث کی سترہ مستقل کتب فتاویٰ کا مفصل تعارف پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتب فتاویٰ اکتیس (۳۱) جلدوں، تیرہ ہزار نو سو دس (۱۳۹۱۰) صفحات اور نو ہزار نو سو پینتالیس (۹۹۴۵) فتاویٰ پر مشتمل ہیں۔ جبکہ فتاویٰ علمائے اہل حدیث مرتب مولانا علی محمد سعیدی اور پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ ''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہیں'' مرتب مولانا محمد حسین بٹالوی کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ برصغیر میں مسلک اہل حدیث کو زیادہ پذیرائی شاہ ولی اللہ کی کاوشوں سے ملی شروع ہوئی جو انہوں نے علم حدیث کی اشاعت کے لیے کیں۔ برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے ارتقاء کے ساتھ ہی بحث و مناظرہ کا دور شروع ہو گیا۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ محققین، علمائے اہل حدیث اور احناف کے علمی مناقشے اور تصنیفی خدمات کتاب و سنت کے علوم کی نشر و تالیف میں مددگار بن گئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ تلخی پیدا ہوتی گئی اور فریقین میں تعصب پیدا ہوتا گیا، جس کی وجہ یہ تصور پیدا ہو گیا کہ ہمارا مذہب ہی برحق ہے۔ دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے لیے راہ نجات یہی ہے کہ وہ ہماری پیروی کریں حالانکہ امت کی تاریخ میں فقہی مذاہب و مسالک کا اعتبار کیا جاتا رہا اور ہر فریق کو یہ حق دیا جاتا رہا کہ وہ اپنی فقہ و مسلک پر اپنی علمی استعداد کے مطابق عمل کرے۔ علمائے اہل سنت نے مذہبی تعصب کا رد کیا ہے کہ دوسرے فریق کو اس کے مذہب پر عمل کرنے کو برا جانا جائے اور اس سے اس کا مذہب چھڑانے کی کوشش کی جائے۔

برصغیر میں مسلک اہل حدیث کے علماء نے نیک نیتی سے عقائد سے لے کر فروع تک کے مسائل کو قرآن و سنت پر پرکھنے کی دعوت دی اور اس ضمن میں انہوں نے تقلید کا رد کیا، جس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ علماء اہل حدیث ائمہ و فقہ سلف سے بے نیاز ہو کر قرآن و سنت سے استفادہ و استنباط مسائل کرتے ہیں حالانکہ علمائے اہل حدیث کا یہ منہج نہیں ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بغیر تعصب کے تمام ائمہ و فقہاء سلف سے استفادہ کیا جائے۔ اس کی کافی مثالیں ان کے فتاویٰ میں ملتی ہیں۔

علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ کے تحقیقی جائزے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ آزادانہ رائے قائم کرتے ہیں۔ قرآن و سنت کے دلائل کو اولیت دیتے ہیں۔ یوں ان کی یہ کاوشیں قرآن و سنت کو مرکز نگاہ بناتی ہیں اور عوام کو آمادہ تحقیق کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ وہ ائمہ و فقہاء سلف کے منہج و اصول فقہ کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی فقہی رائے سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔

علمائے اہل حدیث کی کتب فتاویٰ میں جو مسائل زیرِ بحث نظر آتے ہیں ان میں سے زیادہ تر کا تعلق عقائد و عبادات، نکاح و طلاق، حلال و حرام اور شخصی معاملات سے ہے۔ جدید معاملات کے بارے میں ہمیں زیادہ رہنمائی نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ علمائے اہل حدیث کے ہاں فروعی مسائل میں احناف سے معرکہ آرائی جاری رہی ہے اور یہ مسائل متفق علیہ حیثیت اختیار نہ کر سکے۔ ضرورت ہے کہ جدید مسائل جو تمدنی ارتقاء کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے بارے میں علمائے اہل حدیث اجتماعی طور پر زیادہ ہم آہنگی سے جائزہ لے کر متفقہ فتویٰ و رائے دیں تا کہ عوام دلجمعی سے ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔

مزید برآں ضروری ہے کہ علمائے اہل حدیث کی کتب تفاسیر، شروح حدیث اور کتب فتاویٰ سے متفق علیہ عقائد و مسائل مرتب کیے جائیں تا کہ عامی اہل حدیث آسانی سے ان عقائد و مسائل کو اپنا کر دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اس حوالے سے کوئی متفقہ مجموعہ احکام و مسائل

نظر نہیں آ رہا ہے۔

برصغیر میں علمائے اہل حدیث و احناف کے مابین بحث و مباحثہ کی وجہ سے عام اہلحدیث حلقوں میں بعض دفعہ یہ سوچ پیدا ہو جاتی ہے کہ شاید فقہاء مذہبی تعصب کی وجہ سے حدیث کے مخالف رائے اپناتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلک اہل حدیث کے پیروکاروں میں یہ سوچ پیدا کی جائے کہ مذاہب اربعہ کے فقہاء و مجتہدین نے اپنی بہترین کاوشوں سے فقہی مسائل و آراء کی تدوین کی، جس میں غلطی کا امکان تو ہو سکتا ہے لیکن یہ سوچ درست نہیں کہ وہ جان بوجھ کر قرآن و سنت کی مخالفت کرتے رہے۔ اس ضمن میں اصول اہل سنت اور علمائے سلف کی کتب کی ترویج و اشاعت ضروری ہے۔

آخر میں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جدید مسائل جو تمدنی ارتقاء کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں ان کا اسلامی حل ایک مسلک کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ امت مسلمہ کے تمام مذاہب و مسالک کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ الگ الگ مسلکی دائروں میں کام کرنے کی بجائے مشترکہ کاوش کی جائے تاکہ عامۃ المسلمین دل جمعی سے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں اور دین مخالف قوتوں کا یہ بودا اعتراض دم توڑ سکے کہ جدید زمانے میں اسلامی تعلیمات قابل عمل نہیں ہیں۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	نمبر	سورة	صفحه
1	امن هذا الذی هو جند لکم	20	الملک	87
2	انـمـا حـرم عـلیـکـم الـمیتة والدم ولحم الخنزیر و ما اهل به لغیر الله	173	البقرة	201
3	سبح اسم ربک الاعلیٰ	1	الاعلیٰ	146
4	فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور	46	الحج	144
5	فـمـن ابـتـغـیٰ ورآء ذلک فـاو لئک هم العادون	7	المؤمنون	159
6	ودخل معه السبحن فتین	36	یوسف	53
7	ولا تـوتوا السفهآء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما	5	النساء	101.100
8	ولا تکرهوا فتیتکم علی البغآء	33	النور	53
9	ویستـفـتـونـک فـی النسآء قل ا لله یفتیکم فیهن	127	النساء	52
10	یـا ایهـا الذین امنوا لا تقربوا الصلٰوة وانتم سـکـری حتـی تـعلموا ما تقولون ولا جنبا الاعابری سبیل حتی تغتسلوا	43	النساء	177
11	یستفتونـک قل الله یفتیکم فی الکلالة	176	النساء	52

فهرست احادیث

نمبر شمار	حدیث	صفحہ
1	اکل ولدك نحلت مثله	146
2	الظهر یرکب بنفقته اذا کان مرهونا ولین الدر بنفقته اذا کان مرهونا	116
3	الظهر یرکب بنفقته اذا کان مرهونا ولین الدر بنفقته اذا کان مرهونا و علی الذی یرکب ویشرب النفقة	131
4	فالسطان ولی من لاولی له	125
5	فدین الله احق ان یقضی	70
6	فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فأتموا	111
7	قرأت علی النبی ﷺ (والنجم) فلم یسجد فیها	183
8	کان یحب التیمن	146
9	کل ما یلهو به الرجل المسلم باطل الارمیه بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته اهله فانهن من الحق	89
10	کل مسکرو مفتر حرام	133
11	لا تتداووا بحرام	176
12	لاتجتمع امتی علی الضلالة	100
13	لا یجمع الله امتی علی ضلالة ابدا	184
14	لیس علی عاتکه شیئ	134
15	ما اقاموا الدین	109
16	ما کنت تقول فی هذا الرجل	173.87

54	من سُل عن علم فكتمه الجم يوم القيامة بلجام من النار	17
95	من قال لا اله الا الله	18
109	من مات	19
98.97 157.114	نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين فى بيعة	20
91	نهى رسول الله ﷺ من كل مسكرومفتر	21
112	نهى رسول الله ﷺ يوم خيبر من لحوم الحمر و رخص فى الخيل	22
89	ولجسدک علیک حق	23

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

اثری، ارشاد الحق، پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، 1990ء

احمد، ابوالبرکات، فتاویٰ برکاتیہ جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالا، 1998ء

ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1996ء

اصلاحی، محمد یوسف، فقہ اسلامی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، 1980ء

امرتسری، ثناء اللہ، مولانا، اہل حدیث کا مذہب، دارالکتب السّلفیہ، لاہور، 2006ء

امرتسری، ثناء اللہ، مولانا، فتاویٰ ثنائیہ، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، 1972ء

بٹالوی، محمد حسین، پاک و ہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ بابت مرزا غلام احمد قادیانی، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور، 1986ء

البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالسلام، الریاض، 1999ء

البرنی، عاشق الٰہی، التسہیل الضروری لمسائل القدوری (مترجم، مسعود احمد) مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2006ء

بولس براورز وغیرہ، المنجد فی الاعلام، دارالمشرق، بیروت، 1980ء

بہاؤالدین، محمد، ڈاکٹر، تاریخ اہل حدیث، مکتبہ ترجمان، دہلی، 2007ء

بھٹی، محمد اسحاق، برِصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2005ء

بھٹی، محمد اسحاق، برِصغیر میں اہل حدیث کی آمد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2007ء

بھٹی، محمد اسحاق، بزم ارجمندان، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2006ء

بھٹی، محمد اسحاق، دبستان حدیث، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2008ء

بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری، جلد دوم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1999ء

بھٹی، محمد اسحاق، قافلہ حدیث، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2003ء

بھٹی، محمد اسحاق، قصوری خاندان، ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، ماموں کانجن، 2008ء

بھٹی، محمد اسحاق، کاروان سلف، مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد، 1999ء

پسروری، محمد رفیق، فتاویٰ رفیقیہ، مکتبہ اہل حدیث، پسرور، س ن

ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، دارالسلام، الریاض، 1999ء

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الحسبہ فی الاسلام (مترجم: اکرام الحق یٰسین) شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2006ء

ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، ادارہ البحوث العلمیہ، الریاض، 1389 ہجری

الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (مترجم: منظور احسن عباسی) شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف

پنجاب، لاہور، 1971ء

الحداد، عاصم، فقہ السنۃ، الفیصل، لاہور، 2003ء

حماد، عبدالستار، حافظ، فتاویٰ اصحاب الحدیث، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2009ء

ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الاعیان (مترجم: علامہ اختر فتح پوری) نفیس اکیڈمی، کراچی، 2000ء

ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دارالسلام، الریاض، 1999ء

الذہبی، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

ربانی، مبشر احمد، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2004ء

ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد (مترجم: عبیداللہ فلاحی) دارالتذکیر، لاہور، 2005ء

روپڑی، عبداللہ، حافظ، فتاویٰ اہل حدیث، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، سرگودھا، 1994ء

الزحیلی، وہبۃ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، المکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، س ن

الزرکلی، خیرالدین، الاعلام، دارالعلم للملایین، بیروت، 1980ء

زیدان، عبدالکریم، الوجیز فی اصول الفقہ (مترجم: ڈاکٹر احمد حسن) مطبع مجتبائی، لاہور، س ن

سعیدی، علی محمد، فتاویٰ علمائے حدیث، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال، 1987ء

سلفی، محمد ادریس، ضمیمہ جدیدہ فتاویٰ ستاریہ، مکتب اشاعت الکتاب والسنہ، کراچی، 2008ء

سلفی، محمد اسماعیل، فتاویٰ سلفیہ، اسلامک، پبلشنگ ہاؤس لاہور، 1991

سیالکوٹی، محمد ابراہیم، میر، تاریخ اہل حدیث، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2000ء

شامی، محمد امین بن عمر بن عابدین، ردالمختار (مترجم: مولانا خرم علی) سعید کمپنی، کراچی، 1399 ہجری

شفیع، محمد، مفتی، ضبط ولادت کی عقلی اور شرعی حیثیت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 1992ء

صدیق حسن، محمد، نواب، ابقاء المنن بالقاء المحن، ادارۃ الدعوۃ السلفیہ، لاہور، 2008ء

صدیق حسن، محمد، نواب، مجموعہ فتاویٰ، مطبع صدیقی، لاہور، 1893ء

ابن صلاح، ابوعمرو عثمان، ادب المفتی والمستفتی، دار الباز، مکہ مکرمہ، 1406 ہجری

صنعانی، محمد بن اسماعیل، سبل السلام، المکتبہ التجاریہ، قاہرہ، س ن

الطحاوی، احمد بن محمد، العقیدۃ الطحاویہ (مترجم: محمود احمد) الضار السنۃ المحمدیہ، لاہور، س ن

ظہیر، ابتسام الٰہی، حافظ، آپ کے مسائل کا حل، دار القرآن والسنۃ، لاہور، 2009ء

عبدالحیؒ، سید، نزہۃ الخواطر (مترجم: امام خان نوشہروی)، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1985ء

عبدالستار، مولانا، فتاویٰ ستاریہ، المکتب الاسلامی، کراچی، 1972ء

عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2003ء

عثمانی، محمد تقی، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلیشرز، کراچی، 1999ء

عراقی، عبدالرشید، چالیس علمائے اہل حدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2003ء

عراقی، عبدالرشید، حیات نذیر، نشریات، لاہور، 2007ء

ابن ابی العز حنفی، علی بن محمد، شرح العقیدۃ الطحاویہ، المکتب اسلامی، بیروت، 1988ء

عظیم آبادی، شمس الحق، فتاویٰ، علمی اکیڈمی، کراچی، 1989ء

علی، ذوالفقار، حافظ، دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، 2008ء

علی زئی، زبیر، حافظ، فتاویٰ علمیہ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2009ء

غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل، لاہور، 2009ء

غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد، لاہور، 2008ء

غزنوی، عبدالجبار، فتاویٰ غزنویہ، مطبع انوار الاسلام، امرتسر، 1326 ہجری

القرضاوی، یوسف، الحلال والحرام فی الاسلام (مترجم: شمس پیرزادہ)، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن

ابن قیم، محمد بن ابوبکر، اعلام الموقعین (مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی) مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2003ء

الکاسانی، ابوبکر علاؤالدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (مترجم: محمود الحسن عارف) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

لاہور، 1993ء

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر قرآن العظیم (مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی) مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 1994ء

گوہر رحمان، مولانا، تفہیم المسائل، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، 2002ء

لاہوری، عمران ایوب، زکوٰۃ کی کتاب، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2006ء

لاہوری، عمران ایوب، فقہ الاسلام ترجمہ وشرح بلوغ المرام، فقہ الحدیث پبلشرز، لاہور، 2006ء

لاہوری، عمران ایوب، فقہ الحدیث ترجمہ وشرح الدرالبھیۃ للشوکانی، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2006ء

مالک بن انس، امام، موطا، المکتب الاسلامی، بیروت، 1978ء

مبشر حسین، حافظ، جدید فقہی مسائل، مبشر اکیڈمی، لاہور، 2008ء

محمد اکرام، شیخ، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1996ء

محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1996ء

مدنی، ثناء اللہ، حافظ، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، دارالارشاد، لاہور، 2005ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور ضبط ولادت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1995ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1995ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1996ء

ندوی، ابوالحسن علی، تحریک دعوت وعزیمت، حصہ پنجم، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س ن

ندوی، فضل ربی، نذرانہ عقیدت (سوانح مولانا ابوالحسن علی ندوی) مجلس نشریات اسلام، کراچی، 2001ء

ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست (مترجم: محمد اسحاق بھٹی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1990ء

نذیر حسین، محمد، میاں، فتاویٰ نذیریہ، ادارہ نور الایمان، دہلی، 1988ء

نسائی، احمد بن شعیب، السنن، دارالسلام، الریاض، 1999ء

نورپوری، عبدالمنان، حافظ، احکام ومسائل، الکریمیہ، گوجرانوالا، 2003ء

نوشہروی، امام خان، ابویحییٰ، تراجم علمائے حدیث ہند، ریاض برادرز، لاہور، 1992ء

نوشہروی، امام خان، ابویحییٰ، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، مکتبہ نذیریہ، لاہور، 1993ء

ولی اللہ، شاہ، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (مترجم: صدرالدین اصلاحی) اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1983

ولی اللہ، شاہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (مترجم: محمد میاں صدیقی) شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2000ء

ولی اللہ، شاہ، القول الجمیل (مترجم: مولوی خرم علی) مکتبہ تھانوی، کراچی، 1954ء

ولی اللہ، شاہ، المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ، مطبع مطبع الرحمن دہلی، 1268ھ

ولی اللہ، شاہ، مقدمہ مصفیٰ (فارسی)، مطبع فاروقی دہلی، 1239ھ

لغات

ابراہیم مصطفیٰ وغیرہ، المعجم الوسیط، المکتبہ الاسلامیہ، استنبول، س ن

بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات (عربی، اردو) اسلامی اکادمی، لاہور، 1995ء

راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س ن

محمد اقبال وعلی اکبر، حسن اللغات (فارسی، اردو) اورینٹل بک سوسائٹی، لاہور، س ن

فیروز الدین، فیروز اللغات، اردو فیروز سنز، لاہور، س ن

وحید الزمان، نواب، لغات الحدیث (عربی، اردو) نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2005ء

رسائل:

ہفت روزہ "الاعتصام" شیش محل روڈ، لاہور

ہفت روزہ "اہلحدیث" راوی روڈ، لاہور

ماہنامہ "محدث" نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

سہ ماہی، "ایقاظ"، لاہور

سہ ماہی "فکر ونظر" ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد